فاضلِ بریلوی

علمائے حجاز کی نظر میں



پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی

فاضل بریلوی

علمائے حجاز کی نظر میں

پروفیسر محمد مسعود احمد
ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی،

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور، کراچی۔ پاکستان

نام کتاب	فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں
مصنف	ڈاکٹر محمد مسعود احمد
اشاعت	جون 2004ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z171
قیمت	100/- روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔فون:7221953 فیکس:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون:7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.ziaulquran.com

اضافات طبع دوم و طبع چہارم

تجلیاتِ حرمین

(فاضل بریلوی مولینا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے
فضائل و مناقب کی ایک جھلک)

انتساب

بنام نامی برادرانِ گرامی حضرت مولٰنا حافظ قاری مفتی محمد مظفر احمد صاحب و

حضرت مولٰنا حافظ قاری الحاج محمد احمد صاحب رحمہما اللہ تعالٰے

فرزندانِ عالی اعلیٰ حضرت مفتی اعظم الحاج شاہ محمد مظہر اللہ

قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز شاہی امام مسجد جامع فتحپوری دہلی۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

درود گنج رحمت

صلی اللہ علی النبی الامی وآلہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ وسلاما علیک یا رسول اللہ

١٤١٠

اظہارِ تشکّر

حدیث شریف میں آتا ہے "جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے خدا کا شکر ادا نہ کیا" ——— سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے کتنا پیار ہے، کوئی اندازہ کر سکتا ہے؟ ——— اسی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں محبین و مخلصین کا شکریہ ادا کرنا دینی فرض سمجھتا ہوں، رسم زمانہ کی تکمیل مقصود نہیں کہ وہاں ثواب اور حسن عاقبت کی کوئی امید نہیں اور یہاں امید ہی امید ہے ؎

مژدہ اے دل کہ بہر استقبال
رحمتش بیقرار می آید

محترمی قاری محمد شاہد صاحب (ٹنڈو محمد خاں) کا ممنون ہوں کہ موصوف نے فاضل بریلوی کی تالیف الدولۃ المکیہ اور اس پر علمائے حرمین کی تقریظات الفیوضات الملکیہ کا ایک نسخہ عنایت فرمایا جو اس مقالے کیلئے حقیقی محرک ثابت ہوا، موصوف نے بعض دوسری کتابیں بھی عنایت فرمائیں۔

مخدومی حکیم محمد موسیٰ امرتسری (لاہور) کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں پاتا۔ حق تو یہ ہے کہ اگر یہ حضرات مطلوبہ مآخذ کی فراہمی میں دل وجان سے مدد نہ فرماتے تو موجودہ صورت میں مقالہ پیش کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا ——— پروفیسر محمد صدیق اکبر صاحب (لاہور) کا شکر گزار ہوں کہ موصوف نے الاجازات المتینہ (مرتبہ مولانا حامد رضا خاں صاحب) کا قلمی نسخہ عنایت فرمایا جس سے کما حقہ استفادہ کیا گیا

——— جناب تاج محمد صدیقی القادری (پشاور) کا ممنون ہوں کہ موصوف نے ضروری معلومات فراہم کیں، مکرمی جناب حکیم غلام محی الدین سرہندی مجددی اور جناب حامد حسین قادری (ٹنڈو محمد خاں) کا بھی شکر گزار ہوں کہ ان حضرات نے بعض ضروری کتابیں عنایت فرمائیں جن سے استفادہ کیا گیا۔ برادر محترم جناب پروفیسر قاری علیم الرحمٰن صاحب اور مکرمی جناب ڈاکٹر محمد ریاض صاحب (اسلام آباد) کا ممنون ہوں کہ انہوں نے بعض عربی عبارات کے ترجمے میں مدد فرمائی اور آخر میں محب محترم ذوالمجد والکرم حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری زید عنایتہٗ کا بصمیم قلب شکر گزار ہوں کہ موصوف نے مقالہ کے مبیضے پر نظر ثانی فرما کر ضروری اصلاح فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا۔

مولیٰ تعالیٰ ان تمام محبین و مخلصین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

ٹنڈو محمد خاں (سندھ)
۲۷ رشوال ۱۳۹۲ھ / ۱۶ دسمبر ۱۹۷۲ء

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

فہرس

درودِ گنجِ رحمت

صلی اللہ علی النبی الامی وآلہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ وسلاما علیک یارسول اللہ

١٤١٠

افتتاحیہ

هو الحبيب الذي ترجى شفاعته

الحمد لله منشئ الخلق من عدم

الحمد لله منشئ الخلق من عدم

ثم الصلاة على المختار في القدم

ثم الصلاة على المختار في القدم

مولاي صل وسلم دائما أبدا

مولاي صل وسلم دائما أبدا

على حبيبك خير الخلق كلهم

على حبيبك خير الخلق كلهم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عشق و محبت کے جذب و کشش کا بھی عجیب عالم ہے ؎

گاہ بحیلہ برد گاہ بزور می کشد

عشق کی ابتدا عجب عشق کی انتہا عجب

۱۹۷۰ء میں مرکزی مجلس رضا (لاہور) کے ایما پر اپنی چودہ سالہ علمی زندگی میں پہلی بار فاضل بریلوی پر قلم اٹھایا اور مندرجہ ذیل عنوان پر ایک مقالہ قلم بند کیا :-

"فاضل بریلوی اور ترک موالات"

بفضلہ تعالیٰ یہ مقالہ ملک کے طول و عرض میں بیحد مقبول ہوا ، بکثرت اخبارات و رسائل نے اس پر تبصرے لکھے اور تین چار ماہ کے اندر اندر اس کے دو ایڈیشن شائع ہو گئے۔ اس مقالے کی تیاری کے دوران فاضل بریلوی کی ہمہ گیر شخصیت کے مختلف گوشے سامنے آئے اور آنکھیں کھل گئیں۔ خیال آیا کہ جو کچھ دیکھا ہے اوروں کو بھی دکھا دوں اور دکھانے کے لئے کچھ اور دیکھ لوں چنانچہ اوائل ۱۹۷۱ء میں پیش نظر مقالہ کیلئے مواد کی فراہمی شروع کی اس سلسلے میں محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری بانی مرکزی مجلس رضا لاہور نے جس مستعدی اور خلوص سے مدد فرمائی اس کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ انسان منزل کی طرف جادہ پیما ہوتا ہے تو پردۂ غیب سے دستگیری ہوتی چلی جاتی ہے ؎

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے

ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہیں

رحمت ایزدی نے قدم قدم پر مشکل کشائی کی ۔کئی حادثات سے دوچار ہونا پڑا اگر یہ رحمت رفیق راہ نہ ہوتی تو دولت صبر و قرار لٹ چکی ہوتی ۔ یکم رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ (۲۲ر اکتوبر ۱۹۷۱ء) کو راقم کے برادر گرامی حضرت مولانا حافظ قاری الحاج محمد احمد صاحب علیہ الرحمۃ کا دہلی میں اچانک وصال ہو گیا ۔ ابھی یہ غم تازہ ہی تھا کہ ۱۷ر شوال المکرم ۱۳۹۱ھ (۶ر دسمبر ۱۹۷۱ء) کو دوسرے برادر معظم حضرت مفتی اعظم مولانا حافظ قاری محمد مظفر احمد صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کراچی میں وصال فرما گئے اور پھر ۱۶ر دسمبر ۱۹۷۱ء کو سقوط ڈھاکہ کی المناک و غمناک خبر ہر دل کا داغ بن کر رہ گئی ۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ زندگی حادثات سے معمور ہے بلکہ مجموعۂ حادثات ہے ، اگر رفیق اعلیٰ کی معیت کاملہ کے احساس سے قلب و روح سرشار نہ ہوتے تو منزل مقصود تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ، اس کا خیال غمزدوں کا سہارا ہے ، قدم قدم پر اس نے دست گیری فرمائی ؎

آلامِ روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ہوا اسے غمِ جاناں بنا دیا

جس موضوع پر راقم نے قلم اٹھایا ہے اس پر بعض حضرات نے جزوی کوششیں کی ہیں ، اور فاضل بریلوی کی سوانح کے ذیل میں اس پہلو پر معمولی اور سرسری روشنی ڈالی ہے ۔ مثلاً یہ حضرات :-

1. بدر الدین احمد قادری : سوانح اعلیٰ حضرت ، مطبوعہ لاہور
2. محمد صابر قادری : مجدد اسلام ، مطبوعہ کانپور ، ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء
3. مجیب الاسلام نسیم اعظمی : ماہنامہ اعلیٰ حضرت (بریلی) ۱۳۸۶ھ / جون ۱۹۶۶ء
4. محمد عبد الحکیم شرف قادری : یاد اعلیٰ حضرت ، ہری پور ہزارہ
5. اقبال احمد : کرامات اعلیٰ حضرت ، مطبوعہ بریلی

۱ الملفوظ، حصہ دوم، مطبوعہ کراچی

ان حضرات نے جو کچھ لکھا وہ چند اوراق سے زیادہ نہیں۔ فاضل بریلوی کی شخصیت کا یہ پہلو نہایت جاندار اور تابناک تھا اس لئے راقم نے اس طرف توجہ کی اور بحمد اللہ تعالیٰ توقع سے کہیں زیادہ اس میں کامیابی ہوئی۔ یہ امید نہ تھی کہ یہ مقالہ ایک کتابی صورت اختیار کر جائے گا۔

اس مقالے کی تیاری میں ہم نے خاص طور پر چار کتابوں پر اپنی توجہ مرکوز رکھی، ذیلی مباحث کے لئے بہت سی کتابیں مطالعہ کیں جن کی تفصیلی فہرست کتاب کے آخر میں "ماخذ و مراجع" کے عنوان سے پیش کر دی گئی ہے۔ یہ چار کتابیں ہمارے موضوع کا محور رہیں:

(۱) الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ (مرتبہ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

(۲) الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ (مرتبہ ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

(۳) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (مرتبہ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

(۴) کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم (مؤلفہ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

مخالفین نے تحریر و تقریر کے ذریعہ فاضل بریلوی کی شخصیت کو ایسا مسخ کر کے پیش کیا کہ سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرتے جھجکنے لگا۔ یہی وجہ ہے کہ نصف صدی گزر جانے کے بعد بھی کسی محقق نے اس طرف توجہ نہیں کی اور کوئی ایسا کام نہ ہو سکا جو علمی دنیا میں پیش کیا جا سکے، دائرۃ المعارف الاسلامیہ (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) میں فاضل بریلوی کا ذکر تک نہیں حالانکہ ان کا ذکر کیا جانا چاہیئے تھا اور دائرۃ المعارف کے ارباب حل و عقد کسی فاضل کو اس طرف متوجہ کر کے یہ اہم کام انجام دیتے مگر نہیں ؏

آنچہ ما کردیم بر خود ہیچ نابینا نہ کرد

ہماری سوانح نگاری اور تاریخ نگاری تعصب و تنگ دلی کی نذر ہوگئی، جس نے لکھا اپنے مخالف کے سارے کارناموں کو سیاہ کر دکھایا یا پانی ہی پھیر دیا۔ بہت کم ایسے ہیں جنہوں نے

ؔ الحمد للہ احقر کا تحقیقی مقالہ بعنوان "رضا بریلوی" انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (جلد نمبر ۱۰، جز نمبر ۵) میں شائع ہو چکا ہے۔ [illegible]

مخالف کے بارے میں عدل و انصاف کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ کسی بھی اہم شخصیت کو نظر انداز کر دینا تاریخی دیانت کے منافی ہے اور پھر ایسی شخصیت جس کی نظر دوسری شخصیتوں پر قاہرانہ ہے، بڑی سے بڑی شخصیت جس کو مرعوب نہیں کر سکتی، وہ اپنے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے آگے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ضروری ہے کہ ایسی شخصیت کو پرکھیں، اس کے دل کی گہرائیوں میں اتریں، اس کے خلوص و محبت کا اندازہ لگائیں، جو کچھ کہے اس کو بغور سنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔

بعض حضرات نے عادل و مصنف بنکر بریلوی اور دیوبندی مکاتیب فکر کا تاریخی جائزہ لینے کی سعی فرمائی ہے مگر یہ حضرات جانب دیگر کچھ جھکے جھکے سے معلوم ہوتے ہیں اور بعض مقامات پر تو کچھ پھٹ پڑنے والی کیفیت بھی محسوس ہوتی ہے مثلاً فیروز الدین روحی کی کتاب آئینہ صداقت (مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء) بعض حضرات نے علماء پاک و ہند کی سیاسی سرگرمیوں کا جائزہ لیا ہے مگر انکو فاضل بریلوی اور انکے خلفاء و تلامذہ میں سے کوئی نظر نہیں آیا۔ مثلاً مولوی محمد میاں کی کتاب "علمائے ہند کی شاندار ماضی" اور منشی عبدالرحمن کی "تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی" وغیرہ۔ بعض حضرات نے فاضل بریلوی سے متعلق کتابوں پر تنقید کے بہانے دل کی بھڑاس نکالی ہے، مثلاً مولانا ظفر الدین بہاری کی تالیف حیات اعلیٰ حضرت (جلد اول) پر مولوی محمد سلیمان بدایونی کی تنقید جو سہ ماہی العلم (کراچی) کے شمارے ۱۳۷۸ھ / مارچ ۱۹۵۸ء میں شائع ہو چکی ہے۔ فاضل تنقید نگار نے کتاب پر کم اور فاضل بریلوی کی شخصیت پر زیادہ تنقید فرمائی ہے۔ افتتاحیہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں ورنہ ہم اس متعصبانہ تنقید کا تجزیہ کرتے اور یہ دکھلاتے کہ کس طرح اہل علم تابناک سیرت کو داغدار بنا رہے ہیں۔

تذکرہ علمائے ہند کے مترجم نے فاضل بریلوی کے حالات کے ضمن میں حیات اعلیٰ حضرت کی طرف قارئین کو متوجہ کرتے ہوئے اس تنقید کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو حیات اعلیٰ حضرت پر

پانی پھیرنے کے مترادف ہے۔ جب یہ تنقید خود محتاج تنقید ہے تو اس کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں۔

جیسا کہ ابتداء میں عرض کیا گیا راقم السطور نے ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء میں "فاضل بریلوی اور ترک موالات" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا تھا۔ اس میں یہ کوشش کی تھی کہ جو بات کہی جائے تعصب اور تنگ دلی سے بالاتر رہ کر کہی جائے۔ حقائق و واقعات کو تاریخ کی روشنی میں پیش کیا جائے۔ الحمد للہ علیٰ احسانہٗ کہ اس تحریر نے پورا پورا اثر دکھایا اور جن علماء کے دلوں میں شکوک و شبہات تھے وہ اس کے مطالعہ کے بعد رفع ہو گئے اس سلسلے میں بلوچستان کے ایک عالم مولینا عبدالباقی صاحب کے مکتوب کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں:۔

> جناب نے فاضل بریلوی اور ترک موالات کے موضوع پر جو زریں نکات قلم بند فرمائے ہیں اس سے حقیر کے دل میں بہت سے شکوک و اوہام کا استیصال ہوا، واقعی اعلیٰ حضرت مفتی صاحب اسی منصب کے مالک ہیں مگر بعض حاسدین نے آپ کا صحیح حلیہ اور علمی تبحر طاق نسیان میں رکھ کر آپ کے بارے میں غلط اوہام کو پھیلا دیا ہے جس کو ناآشنا قسم کے لوگ سن کر عبید وحشی کی طرح متنفر ہو جاتے ہیں اور ایک مجاہد عالم دین مجدد وقت ہستی کے بارے میں گستاخیاں کرنے لگ جاتے ہیں حالاں کہ علمیت میں وہ ایسے بزرگوں کے عشر عشیر بھی نہیں ہوں گے۔ مگر محترم پروفیسر صاحب کے مقالۂ مذکور کے دقیق مطالعے سے انشاء اللہ غیر متعصب لوگ ضرور اپنے کئے ہوئے پر نادم ہو کر اعلیٰ حضرت کے معتقد اور حلقہ بگوش ہو جائیں گے۔
>
> (مکتوب محررہ ۲۲ نومبر ۱۹۷۱ء از کوئٹہ)

موصوف کوئی بریلوی عالم نہیں، رب العزت نے قلب و نظر میں وسعت عطا فرمائی تو

حق کی طرف متوجہ ہوئے اور جو کچھ محسوس کیا صاف دلی کے ساتھ تحریر کردیا تاکہ دوسروں کے لئے عبرت ہو۔

فاضل بریلوی پاک و ہند کی جانی پہچانی شخصیت ہیں لیکن بعض نے تو اس کے باوجود بھی نہ جانا اور بعض نے جانا پہچانا مگر جاننے پہچاننے کا حق ادا نہ کیا۔ جاننے پہچاننے کے مختلف مدارج ہیں، سن کر جاننا، دیکھ کر جاننا، ساتھ بیٹھ کر، زندگی کے کچھ لمحات گزار کر اور پرکھ کر جاننا پہچاننا، جنھوں نے سن کر جانا ان میں ایک طبقہ ایسا ہے جو فاضل بریلوی کے متعلق صرف اِس قدر سننا چاہتا ہے کہ اس کی غلط فہمیوں کی تائید ہوتی رہے اور بس۔ زیادہ بات کرنا نہیں چاہتا۔ مگر ان سننے والوں میں بعض حضرات ایسے بھی ہیں جن کو ذوق و شوق کشاں کشاں ان کے قدموں تک لے گیا، پھر انہوں نے علم الیقین سے گزر کر عین الیقین کی منزل میں قدم رکھا اور حق الیقین حاصل کیا۔ انہیں حضرات میں ایک بزرگ مولوی مفتی محمد عبدالمنان صاحب (مدرس مدرسہ عربیہ محمدیہ عظیم آباد پٹنہ) ہیں۔ مولانا ظفر الدین بہاری کے نام ایک مکتوب (محررہ ۱۳۴۶ھ / ۲ دسمبر ۱۹۲۷ء) میں فاضل بریلوی کے متعلق اپنے تأثرات کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

> اعلیٰ حضرت کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں، وہ تو آفتاب شریعت ماہتاب طریقت ہیں، دنیا کا کونسا خطہ اور مقام ہے جو آپ کی علمی ضوفشانیوں سے محروم رہا ہو، دوست تو دوست دشمن کو بھی آپ کے تبحر علمی اور فضل و بزرگی کا قائل پایا، سچ ہے ؎
>
> "والفضل ما شهدت به الاعداء"
>
> علمائے عصر و فضلائے دہر، خواہ وہ کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں آپ کی تحقیقات و تدقیقات کے سامنے سر تسلیم خم ہی کرتے تھے، ہندوستان تو

ہندوستان، علمائے مکہ و مدینہ (زادھما اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً) و روم و شام، مصر و یمن سب ہی کو آپ کے علم و فضل کا مداح پایا، مجھ حقیر کو بھی ۱۳۲۹ھ کے موسم بہار میں زیارت کا موقع ملا۔

(ظفر الدین بہاری: سوانح اعلیٰ حضرت، جلد اوّل، مطبوعہ کراچی، ص۔ ۲۰۵)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

یوں تو عرصہ دراز سے آپ کے رسائل مفیدہ و تحریراتِ انیقہ دیکھا کرتا تھا اور جزئیات فقہیہ پر اعلیٰ حضرت کو جو ید طولیٰ حاصل تھا اس کا قائل بھی تھا اور درحقیقت یہی رسائل و تحریرات نے زیارت کا ولولہ بھی اس فقیر کے دل میں پیدا کر دیا تھا۔ (ایضاً، ص ۲۰۵)

ایک اور جلیل القدر عالم کا حال سنئے جو عہد حاضر کے زبردست فقیہ تھے یعنی مولانا سراج احمد صاحب (متوفی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) ستر سال درس دیا اور فتویٰ نویسی کو نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا [۱]۔ مولانائے موصوف فرماتے تھے کہ طالب علمی کے زمانے میں یہ بات ذہن میں بٹھادی گئی تھی کہ مولوی احمد رضا خاں کی کتابیں پڑھنا ناجائز ہے اور ان کی تصنیفات کو تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں۔ لوگوں سے ان کی تبحر علمی کی باتیں سن رکھی تھیں جس کو ہمارے حلقے میں مریدین و معتقدین کے غلو سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ حسن اتفاق کہ رسالہ میراث کی تالیف کے وقت ایک مسئلے میں الجھن پیدا ہو گئی، علماء دہلی، دیوبند، سہارنپور کو لکھا مگر شافی جواب نہ ملا۔ ناچار مولوی احمد رضا خاں کو بھی لکھا انہوں نے بڑا مدلل اور مشرح جواب عنایت فرمایا جس سے پوری تشفی ہو گئی اور شکوک و شبہات رفع ہو گئے۔ اس جواب نے مولانا سراج احمد صاحب پر جو تاثرات قائم کئے وہ انہیں کے الفاظ میں سنئے:۔

---

[۱] افسوس کہ حضرت سراج الفقہاء ۵ ذیقعدہ ۱۲ دسمبر (۱۳۹۳ھ/۱۹۷۲ء) بروز شنبہ وصال فرما گئے۔

اس جواب کو دیکھنے کے بعد مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کے متعلق میرا انداز فکر یکسر بدل گیا اور ان کے متعلق ذہن میں جمے ہوئے تمام خیالات کے تار و پود بکھر گئے۔" ان کے رسائل اور دیگر تصانیف منگوا کر پڑھے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے سامنے سے غلط عقائد و نظریات کے سارے حجابات آہستہ آہستہ اٹھ رہے ہیں

(محمد عبد الحکیم شرف قادری: سوانح سراج الفقہا، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۲ھ ص ۳۳)

مولانا سراج احمد نے اپنے مکتوب (بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری) میں مولوی نظام الدین احمد پوری (وہابی) کا یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک مسئلے کے سلسلے میں جب انہوں نے فاضل بریلوی کے رسالہ" الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی" کے چند ابتدائی اوراق منازل حدیث کے سنائے تو انہوں نے بصد حیرت و استعجاب فرمایا:۔

"یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے!ـــــ افسوس میں ان کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا"

پھر جب چند مسائل فقہیہ کے جوابات رسائل رضویہ سے سنائے تو فرمایا:۔

"علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں، یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں" (ایضاً ص ۳۴)

یہ اُس عالم کے الفاظ ہیں جو معاصرین علماء دیوبند میں کسی کو اپنا ہم پلہ نہ سمجھتے تھے۔ لیکن فاضل بریلوی کے تبحر کا علم ہوا تو فراخ دلی کے ساتھ اعتراف فرمایا

جنہوں نے جاننے پہچاننے کی کوشش ہی نہ کی ان سے تو صرف یہی شکایت ہوسکتی ہے کہ انہوں نے ایسا کیوں نہ کیا، مگر زیادہ شکایت ان حضرات سے ہوسکتی ہے جنہیں

جاننے پہچاننے کے باوجود حق معرفت ادا نہ کیا، چاہیئے تو یہ تھا کہ اپنے محبوب قائد کے علمی کارناموں کو اجاگر کرنے اور ان کی شہرت کو چار چاند لگاتے، ایسا منظم طریق تعلیم رائج کرتے جس سے قابل فخر فضلاء پیدا ہوتے، شعبۂ تصنیف و تالیف میں بلند مقام حاصل کرتے۔ مدارس دینیہ اور سکولوں کالجوں میں نئی پود کی اصلاح کا فریضہ انجام دیتے، تاریخ و تذکرہ کی طرف خاطر خواہ توجہ دیتے۔ مختلف اطراف سے الحاد و بیدینی کے اٹھنے والے سیلاب کے استیصال کے لئے پورے نظم و ربط سے کام کرتے، مگر افسوس کہ نظم و اتحاد کے فقدان کی وجہ سے کسی طرف بھی معتدبہ کام نہ ہو سکا۔

ساٹھ سال ہوتے ہیں کہ فاضل بریلوی نے قرآن کریم کا جیتا جاگتا اردو ترجمہ پیش کیا، ضرورت تھی کہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جاتی مگر نہ معلوم کیوں یہ اتنی سست رفتاری سے چلا کہ بعد والے آگے بڑھ گئے۔ تعمیر پاکستان کے بعد تو ایسے جواہر پارے برق رفتاری کے ساتھ آگے بڑھے ہیں۔ مگر حقوق طباعت کی ہوس نے ہمارے بہت سے شہ پاروں کو دفن کر دیا ہے، ممکن ہے اسکے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا ہو خدا خدا کر کے چند سال ہوئے یہ پوری طرح منظر عام پر آیا، ایک عزیز نے اس کا مطالعہ کیا تو فرمایا "ایک نیا ترجمہ شائع ہوا ہے، مترجم کوئی مولوی احمد رضا خاں صاحب ہیں"۔ راقم نے عرض کیا یہ ترجمہ ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں شائع ہو چکا تھا۔ مولانا محمود حسن کا ترجمہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء میں مکمل ہوا اور ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء میں منظر عام پر آیا مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا عبدالماجد دریاآبادی کے تراجم (مع تفاسیر قرآن) تو بہت بعد کی چیزیں ہیں۔ لیکن یہ تراجم اس شان سے شائع کئے گئے کہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سابقین اولین پر شہرت میں سبقت لے گئے۔

ضرورت ہے کہ مشترکہ کوششوں سے ایک ایسا مرکزی ادارہ قائم کیا جائے جو

فاضل بریلوی کی ان تصانیف کی طرف خصوصی توجہ دے جو ان کی ہمہ گیر شخصیت وعلمیت کی مظہر ہیں، کم از کم پاکستان میں یہ ممکن ہے، صرف جذبۂ ایثار و قربانی کی ضرورت ہے۔ بعض ادارے جزوی طور پر اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں اور دو ایک ادارے تو بہت صاف ستھرے کام کر رہے ہیں لیکن انفرادی کوشش سے اجتماعی کوششیں بدرجہا بہتر ہیں، مادی منافع کا خیال دل سے نکال دیا جائے اور فاضل بریلوی کے پیغام کی اشاعت کو مقصود بنایا جائے تو کیا کچھ نہیں ہو سکتا۔

دوسرے حضرات نے نہ صرف یہ کہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کے کارناموں کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کیا بلکہ ان کی سوانح لکھ کر ان کی شخصیت کو بھی خوب خوب ابھارا، ان سے سبق لینا چاہیئے۔ جدید اور دور متوسط کی سوانح پر نظر ڈالی جائے تو قابل ذکر کتابیں انہیں حضرات کے ہاں نظر آتی ہیں۔ مثلاً یہ کتابیں ابن عبدالوہاب (مسعود عالم ندوی)، سید احمد شہید (غلام رسول مہر) سیرت سید احمد شہید (ابوالحسن علی ندوی)، سوانح احمدی (محمد جعفر تھانیسری) شاہ اسمٰعیل (مرزا حیرت دہلوی)، انوار قاسمی (محمد انوار الحسن)، تذکرہ افغانی (عبدالحلیم اثر) جمال الدین افغانی (ضیاء الدین احمد برنی)، جمال الدین افغانی (مرزا ادیب) حیات شبلی (سید سلیمان ندوی)، حیات جاوید (الطاف حسین حالی)، اشرف السوانح (عزیز الحسن)، نقش حیات (حسین احمد مدنی)، انور شاہ کشمیری (قاری محمد رضوان اللہ)، امام الہند (ابو سلمان الہندی)، تذکرہ سلیمان (غلام محمد)، ابوالاعلیٰ مودودی (علی سفیان آفاقی) الغرض بیشمار کتابیں ہیں اور ان میں سے بیشتر فن سوانح نگاری کے تقاضوں کو پورا کرتی ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف فاضل بریلوی کی سوانح پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ کشکول واقعات اور مدلل مداحی کے ذیل میں آتا ہے۔ سوانح کا اطلاق اس پر مشکل ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ محققین اس طرف توجہ کریں تو اتنا مواد میسر آئے کہ سمیٹنا مشکل ہو جائے۔

اب ہم پیش نظر مقالے کے متعلق چند باتیں عرض کریں گے۔
موضوع کا تقاضا تو یہ تھا کہ جو کچھ کہا جاتا اسی کے متعلق ہوتا مگر مشکل یہ آپڑی کہ ہم ایک ایسی شخصیت کے تعارف کی کوشش کر رہے ہیں جس پر تہمتوں کے انبار لگے ہیں۔ ایک جماعت تعریف و توصیف تو در کنار ان کے متعلق بات سننا بھی گوارا نہیں کرتی اور شدت تنفر کا یہ عالم ہے کہ اگر ہاتف غیبی بھی ان کی تعریف میں رطب اللسان ہو تو معاذ اللہ ابلیس لعین سمجھ کر اس سے منہ موڑ لیں۔ اس لئے ضروری سمجھا کہ ان غلط فہمیوں اور تہمتوں کے ازالے کے لیے بعض مباحث شامل کر دیے جائیں گو براہ راست ان کا موضوع سے تعلق نہیں مگر بنیادی طور پر وہ قاری کے لئے مُسَکِّن کا کام دیں گے۔
اس کے علاوہ بعض مخالفین نے ایسی کتابیں لکھی ہیں جو ہمارے موضوع سے متصادم ہیں۔ اس لیے یہ بھی ضروری سمجھا کہ مقالے کے آخر میں 'استدراک' کے عنوان سے ان کا تجزیہ پیش کر دیا جائے تاکہ حقائق مخفی نہ رہیں۔ استدراک میں ہم نے ان کتابوں کا تجزیہ کیا ہے:۔

۱ - غایۃ المامول فی تتمۃ منہج الوصول فی تحقیق علم غیب الرسول

۲ - المہند علی المفند

۳ - الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب

ہمارا خطاب ان سے نہیں جو پہلے ہی عقیدت و محبت میں سرشار ہیں بلکہ ان سے ہے جو غلط فہمیوں کا شکار ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے دانش و بینش سے نوازا ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ یہ حضرات ہماری بات توجہ سے سنیں گے اور ہماری تحریر کی روشنی میں فاضل بریلوی کی شخصیت کے حقیقی خدوخال دیکھنے کی کوشش کریں گے، اگر ایسا ہوا تو ہم سمجھیں گے کہ ہماری کوششیں بارآور ہوئیں اور ہم تالیف و تزکیۂ قلوب کا اہم فریضہ انجام دے سکے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو!

اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو — وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرما دے

مرکزی مجلس رضا مبارک باد اور تحسین و آفریں کی مستحق ہے کہ وہ خلوص نیت کے ساتھ اپنا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے رہی ہے اور ایسی مطبوعات سامنے لا رہی ہے جو اہلِ دانش کو اپنی طرف متوجہ کر سکیں امید ہے کہ وہ اس سنجیدگی اور وقار کو برقرار رکھے گی۔

اس مجلس کے روحِ رواں حکیم محمد موسیٰ امرتسری ہیں جو نہایت خاموشی سے علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کی غائبانہ محبت و اخلاص نے راقم کو اتنا متاثر کیا کہ محض رضائے الٰہی کے لئے ایک سال کے اندر اندر یہ تحقیقی مقالہ مرتب کیا حالانکہ دوسرے مقالات تسوید و تبییض کے لیے عرصے سے منتظر تھے مگر فیض رضا کی کرامت کہیے کہ تمام دنیوی علائق سے منقطع کر کے اپنی طرف ایسا کھینچا کہ کھنچتا ہی چلا گیا ؎

گاہ بجیلہ می برد گاہ بزور می کشد
عشق کی ابتدا عجب عشق کی انتہا عجب

ٹنڈو محمد خاں (سندھ)
۲۷ شوال ۱۳۹۲ھ/۶ دسمبر ۱۹۷۲ء

احقر محمد مسعود عفی عنہ

تجلیاتِ حرمین

(۱) عبداللہ بن محمد صدقہ

(۲) محمد مختار بن عطارد

(۳) شیخ عطیہ محمود

(۴) شیخ مصطفیٰ بن تانوی

(۵) شیخ موسیٰ علی شامی

(۶) محمد توفیق الایوبی

(۷) شیخ احمد ابوالخیر بن عبداللہ

(۸) سیّد اسمٰعیل بن سیّد خلیل

(۹) شیخ علی بن حسین

(۱۰) شیخ محمد عبدالحق مہاجر مکی

(۱۱) عبدالرحمٰن دھان

(۱۲) شیخ محمد سعید بن محمد یمانی

(۱۰)

شیخ عبد اللہ بن محمد صدقہ بن زینی دحلان جیلانی

مسجد حرام، مکہ معظمہ

فسبحٰن من خص مؤلفہ بکمالات الفضائل وخبأہٗ لھذا الدھر

الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیۃ، مطبوعہ کراچی، ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۵ء ص ۳۶

(ترجمہ)

پاک ہے وہ ذات جس نے اس کے مؤلف (مولینا احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ) کو فضائل و کمالات سے مشرف و مختص فرمایا اور اسے اس زمانے کے لئے چھپا رکھا، اور بالآخر وقت آنے پر ظاہر فرما دیا)

(۲)

شیخ محمد مختار بن عطارد الجاوی

مسجد حرام، مکہ معظمہ

وان المؤلف من سلطان العلماء المحققین فی ھذا الزمان وان کلامہ کلہ حق صراح فکانہ من معجزات نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اظھرہ اللہ تعالیٰ علی ید ھذا الامام الاوحد سیدنا ومولانا خاتمۃ المحققین وعمدۃ العلماء السنیین سیدی احمد رضاخاں متعنا اللہ ببقائہ وحماہ من جمیع من اراد بہ سوء (الفیوضات الملکیہ، ص ۷۲)

(ترجمہ)

بیشک مؤلف (مولانا احمد رضاخاں رحمۃ اللہ تعالیٰ) اس زمانے میں علماء محققین کا بادشاہ ہے اور اسکی ساری باتیں سچی ہیں، گویا وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جو اس یگانہ امام کے دستِ مبارک پر حق تعالیٰ نے ظاہر فرمایا ہے (یعنی) ہمارے سردار ہمارے آقا، علماء محققین کے خاتم، علمائے اہل سنت کے پیشوا سیدی احمد رضا خاں، اللہ تعالیٰ ہم کو اسکی زندگی سے متمتع فرمائے اور ان سب کے خلاف اسکی حمایت فرمائے جو اس کی بدخواہی کا ارادہ رکھتے ہوں۔

(۳)

شیخ عطیہ محمود، مدرس مسجد حرام
مکہ مکرمہ

للّٰہ دَرُّ مؤلفٍ اھدیٰ لنا (۱) دراً لقد شرح الصدور صدوره

اھدتہ للارواح راحۃ احمد (۲) فسما وطاب لدی الانام سروره

قد صاغ جوھرہ بمکۃ فازدھی (۳) وازداد فضلا حیث تم ظھوره

فھو اللباب المستطاب وحقہ (۴) بماء التبر کتبا ان تصاغ سطوره

لاشک انّ ارض الالہ واحمد (۵) ھذا الصنیع لمشرقات بدوره

یا من تروم العلم بادر واغتنم (۶) روض العلوم الفائحات زهوره

(الفیوضات الملکیہ، ص۱۴۰)

(ترجمہ)

(۱) کیا ہی خوب ہیں یہ مؤلف جنہوں نے ہمیں دُرِ بے بہا (الدولۃ المکیہ) عنایت فرمایا، بلاشبہ اس کی آمد آمد نے ہمارے سینے کشادہ کر دیے۔

(۲) احمد (رضا) کے دستِ اقدس نے اعلیٰ درجہ کا تحفہ عنایت فرمایا جس کے سرور کیف سے ارواح مست و سرشار ہو گئیں۔

(۳) اس کے جوہر کو انہوں نے مکہ میں ڈھالا، وہ خوب سے خوب تر ہوا، جب ظہور پذیر ہوا۔

(۴) وہ پاکیزہ و برگزیدہ ہے، سچ تو یہ ہے کہ اس کی سطور آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

(۵) بلاشبہ حرمین شریفین میں اس تحریر کے ماہتاب ضوفشاں ہیں۔

(۶) اے علم کے طلب گار! جلدی کر اور انہیں غنیمت جان، یہ بوستان علوم ہیں، اس گلستاں کی کلیوں کی مہک دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔

(۴)

شیخ مصطفیٰ بن تارزی ابن عزوز

مسجد نبوی، مدینہ منوّرہ

الاستاذ الکاملَ الجامعُ الغیث الوابل النافع،
لقد افاد واجاد، وارشد العباد ونور البلاد
وذالك دلیل علی شرفه وجمیل سیرته
وطول باعه واخلاص طویته وطیب
سریرته وغزارة علمه وتحریر اطلاعه
(الفیوضات الملکیة ص ۱۴۶ و ۱۴۸)

(ترجمہ)

استاد کامل، برستی گھٹا، فائدہ رساں، اللہ کے بندوں کی خوب رہنمائی فرمائی اور آبادیوں کو منور کیا، یہ ان کی عظمت، سیرت جمیلہ، کامل دسترس، اخلاص نیت، پاکیزگی فطرت، حسن کمالِ علم اور پاکیزہ واقفیت کی نشانی ہے۔

۵

شیخ موسیٰ علی شامی ازھری احمدی علیہ الرحمہ دردیری مدنی

امام الائمۃ المجدد لھذہ الامۃ امر دینھا
المؤید لنور قلوبھا ویقینھا، الشیخ احمد رضا
خان بلغہ اللہ فی الدارین القبول والرضوان

(الفیوضات الملکیہ، ص ۲۶۲)

(ترجمہ)

امام الائمہ، ملت اسلامیہ کے مجدد، نوریقین،
اور نور قلب کو تقویت دینے والے یعنی شیخ احمد رضا خاں
اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں ان کو قبول و رضوان عطا فرمائے!

(٦)

شیخ محمّد توفیق الایوبی الانصاری المجاور بالمدینۃ المنوّرۃ

وارجو من جناب المؤلف الفاضل ان یشملنی بصالح دعواتہ فانھا مرجوۃ القبول اذھو ابقاہ اللہ تعالیٰ من خلص المحبین لھذا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (الفیوضات الملکیہ ص ۹۴)

(ترجمہ)

فاضل مؤلف (مولینا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ) سے میں التجا کرتا ہوں کہ اپنی نیک دعاؤں میں مجھے بھی شامل رکھیں اس لئے کہ ان کی دعائیں سزاوار اجابت و قبولیت ہیں کیوں کہ وہ (اللہ تعالیٰ انہیں زندہ رکھے) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشقوں میں سے ہیں۔

(۷)

شیخ احمد ابوالخیر بن عبداللہ میرداد علیہ الرحمۃ

خطیب مسجد حرام، مکہ معظمہ

فهو كنز الدقائق المنتخب مِن خزائن الذخيرة' وشمس المعارف المشرقة في الظهيرة 'كشاف مشكلات العلوم في الباطن والظاهر' يحق لِكل من وقف على فضله ان يقول كم ترك الاوّل للآخر

وانى وان كنت الاخير زمانة
لآت بما لم تستطعه الاوائل
وليس على الله بمستنكر
ان يجمع العالم في واحد

(حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین۔ مطبوعہ لاہور (ص ۱۲۷ و ۱۲۸)

(ترجمہ)

تو وہ حقائق کا خزانہ ہے اور محفوظ خزانوں کا انتخاب، معرفت کا آفتاب جو دوپہر کو چمکتا ہے، علوم کی ظاہر و باطن مشکلات کھولنے والا، جو شخص اس کے علم و فضل سے واقف ہو جائے اس کو کہنا چاہیئے کہ اگلے پچھلوں کیلئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔

دنیا میں اگرچہ میں آخری زمانے میں آیا ہوں
لیکن وہ کچھ لایا ہوں جو اگلوں کو بھی میسر نہ تھا
خدا کی قدرت کاملہ سے بعید نہیں کہ وہ
شخصِ واحد میں عالم کی تمام خوبیاں جمع کر دے

(۸)

شیخ اسمٰعیل بن سیّد خلیل حافظ کتب الحرام علیہ الرحمہ

مکہ معظمہ

واحمد اللہ تعالی علی ان قیّض ھذا العالم العامل والفاضل الکامل، صاحب المناقب والمفاخر، مظہر "کم ترک الاوّل للاخر" فرید الدھر، وحید العصر، مولٰینا الشیخ احمد رضا خان سلمہ اللہ الرب المنان ـــــــ کیف لا وقد شھد لہ علماء مکۃ بذالک ولو لم یکن بالمحل الارفع لما وقع منھم ذالک، بل اقول لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقا وصدقا۔

(حسام الحرمین، ص ۱۴۰ و ۱۴۲)

(ترجمہ)

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس عالم باعمل، عالم فاضل، صاحب مناقب و مفاخر، جس کو دیکھ دیکھ کر یہ کہا جائے کہ "اگلے پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے" ـــــــ یکتائے روزگار، وحید عصر مولٰینا شیخ احمد رضا خاں کو مقرر فرمایا اور وہ کیوں ایسا نہ ہو کہ علماء مکہ معظمہ اس کے لئے ان فضائل کی گواہی دے رہے ہیں، اگر وہ اس مقام رفیع پر متمکن نہ ہوتا تو علماء مکہ معظمہ اس کے لیے یہ گواہی نہ دیتے۔ ہاں ہاں میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ

وہ اس صدی کا مجدّد ہے

تو حق و صحیح ہے۔

(۹)

شیخ علی بن حسین مالکی، علیہ الرحمہ

مدرس مسجد الحرام۔ مکہ مکرمہ

لمّا من اللہ علیّ باستجلاء نور شمس العرفان من سماء صفاء ملتزم الاتقان من صار محمود فعلہ، کشاف آیات فضلہ و کیف لا وھو مرکز دائرۃ المعارف الیوم، ومطلع کواکب سماء العلوم فی دار القوم، عضد الموحدین وعصام المھتدین، القاطع بصارم البراھین، لسان المضلین الملحدین والرافع منار الایمان حضرۃ المولیٰ احمد رضا خان۔

(حسام الحرمین، ص ۱۵۸)

(ترجمہ)

جب اللہ تعالےٰ نے مجھ پر احسان فرمایا اور آسمان صفاء کے آفتاب عرفان کی روشنی سے میرے قلب کو منور فرمایا وہ جس کے افعال حمیدہ اس کے فضل وکمال کو عالم آشکار کرتے ہیں، ایسا کیوں نہ ہو آج وہ دائرہ معارف کا مرکز ہے، (اس کا وجود مسعود) ملت اسلامیہ کے گھر میں آسمان علم وعرفان کے جھلملاتے تاروں کا مطلع ہے، وہ مسلمانوں کا یار و مددگار ہے، ہدایت یابوں کا نگہبان ونگران، گمراہوں اور ملحدوں کی زبانوں کو اپنے دلائل و براہین کی تلوار سے کاٹ پھینکتا ہے۔ ایمان کے مینارے کو بلند سے بلند تر کرتا ہے (کون؟) ہمارے آقا احمد رضا خان۔

(۱۰)

شیخ کریم اللہ مہاجر مدنی

انی مقیم بالمدینۃ الامینۃ منذ سنین
و یاتیھا من الھند الوف من العٰلمین
فیھم علماء و صلحاء و اتقیاء رأیتھم یدورون
فی سکک البلد لایلتفت الیھم من اھلہ
احد واری العلماء والکبار العظماء الیک
مھرعین باجلالک مسرعین ذالک فضل اللہ
یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم۔
(حامد رضا خاں : الاجازات المتینہ ص ۷)

(ترجمہ)

میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں، ہندوستان سے ہزاروں صاحب علم آتے ہیں ان میں علماء، صلحا، اور اتقیا سب ہی ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ شہر کے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں کوئی بھی ان کو مڑ کر نہیں دیکھتا لیکن فاضل بریلوی کی عجیب شان ہے یہاں کے علماء اور بزرگ سب ہی انکی طرف جوق در جوق چلے آرہے ہیں اور ان کی تعظیم و تکریم میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔

(۱۱)

شیخ عبد الرحمان دھان مکی

الذی شھدلہ علماء البلد الحرام' بانہ السیّد الفرد الامام' سیدی وملاذی الشیخ احمد رضا خان البریلوی متعنا اللہ بحیاتہ والمسلمین' ومنحنی ھدیہٗ فان ھدیہٗ ھدی سید المرسلین

(حسام الحرمین ، ص ۱۷۶)

(ترجمہ)

وہ جس کے متعلق مکہ معظمہ کے علماء کرام گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سرداروں میں یکتا و یگانہ ہے' امام وقت ' میرے سردار' میری جائے پناہ' حضرت احمد رضا خاں بریلوی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو اس کی زندگی سے بہرہ ور فرمائے اور مجھے اس کی روش نصیب کرے کہ اس کی روش سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی روش ہے۔

(۱۲)

شیخ محمد سعید بن محمد یمانی علیہ الرحمہ

مدرس مسجد حرام، مکہ معظمہ

فان من جلائل النعم التی لانثبت فی ساحۃ نشکرھا ان فیض الشیخ الامام، والبحر الھمام، برکۃ الانام، وبقیۃ السلف الکرام واحد الائمۃ الزھاد، والکاملین العباد، احمد رضا خان ۔ (حسام الحرمین، ص - ۱۹۲)

(ترجمہ)

بیشک یہ اللہ کی ان عظیم نعمتوں میں سے ہے جس کا شکر ادا کرنے سے ہم عاجز و قاصر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام، دریائے بلند ہمت، تمام عالم کے لئے برکت و رحمت، یادگارِ سلف، زاہدوں اور کاملوں میں یکتا و یگانہ یعنی احمد رضا خاں (کو بھیجا)

سخن ہائے گفتنی

فاضل بریلوی مولینا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی ذات گرامی ایک طبقے میں محتاج تعارف نہیں لیکن دوسرے طبقے میں ضرور محتاج تعارف ہے۔ غلط فہمیوں نے اس طبقے کو اس حد تک متنفر کر دیا ہے کہ تعریف سننا تو درکنا فاضل بریلوی کے متعلق کچھ سننا بھی پسند نہیں، ان غلط فہمیوں کو دور کر کے حقائق کو واشگاف کرنا ایک علمی اور ملی فریضہ ہے۔ چناں چہ راقم نے اس طرف توجہ کی اور اس سے قبل ایک تحقیقی مقالہ بعنوان "فاضل بریلوی اور ترک موالات" پیش کیا۔ بحمد اللہ اس کو ہر مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے حضرات نے پسندیدگی اور قدر کی نگاہ سے دیکھا اور مختلف اخبارات و رسائل میں اس پر تبصرے بھی شائع ہوئے۔ اب اسی جذبہ کے تحت یہ دوسرا مقالہ پیش کیا جا رہا ہے۔

اصولی طور پر موضوع کی حدود میں رہ کر لکھنا چاہیئے اور غیر متعلق باتوں سے احتراز کرنا چاہیئے لیکن جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ بعض حضرات فاضل بریلوی کے متعلق کوئی بات سننے کیلئے تیار نہیں اور غلط فہمیوں کا شکار ہیں اس لئے مناسب سمجھا کہ یہاں بعض غلط فہمیوں کا تدارک کر دیا جائے تاکہ جو کچھ کہا جائے وہ سنا جائے اور ہماری آواز صدا بصحرا ہو کر نہ رہ جائے۔

فاضل بریلوی کے متعلق جو غلط فہمیاں عوام و خواص میں شائع ہو چکی ہیں ان میں یہ چند باتیں نمایاں نظر آتی ہیں :-

۱ : وہ بہت سخت گیر تھے، کسی کی بات نہ مانتے تھے۔

۲ : تکفیر و تفسیق مسلم میں بہت بیباک تھے۔

۳ : مسلمانوں میں محرمات و منکرات کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔

۴ : سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند ذوالجلال کے مساوی سمجھتے تھے۔

یہ غلط فہمیاں نہ صرف عوام بلکہ خواص کی طرف سے بھی پھیلائی گئیں چنانچہ حکیم عبدالحئی لکھنوی فاضل بریلوی کے حالات کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں :۔

شدید المعارضة، شدید الاعجاب بنفسه وعلمه، قلیل الاعتراف بمعاصریه ومخالفیه، شدید العناد والتمسک برایه [1]

ترجمہ :۔ بہت ہی جھگڑالو، اپنی ذات اور اپنے علم پر بہت ہی گھمنڈ کرنے والا، اپنے معاصرین اور مخالفین کی باتوں کو بہت ہی کم ماننے والا۔ دشمنی اور خصومت میں بہت ہی سخت۔

ایک جگہ فاضل موصوف تحریر فرماتے ہیں :۔

شدید المعارضة، دائم التعقب لکل حرکة اصلاحیة [2]

ترجمہ : بہت ہی جھگڑالو۔ ہر اصلاحی تحریک کے پیچھے پڑ جانے والا اور پیچھا نہ چھوڑنے والا۔

---

[1] عبدالحئی لکھنوی، نزہتہ الخواطر، جلد ہشتم، مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء، ص - ۳۹

[2] ایضاً، ص - ۳۹

نوٹ :۔ اس مقام پر فاضل مصنف نے فرمایا ہے کہ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء میں کانپور میں مدرسہ فیض عام کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس میں ندوۃ العلماء قائم کیا گیا۔ اس کی غایت (ذکی یہ تھی کہ) علمائے کرام کے باہمی اختلافات کو دور کر کے اتحاد پیدا کیا جائے اور دینی تعلیم کی اصلاح کی جائے اس میں شرکت کے لئے مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کو بھی مدعو کیا گیا، آپ تشریف لائے لیکن بعض وجوہات کی وجہ سے علیحدہ ہو گئے اور اس کے بعد اس جمعیت کی مخالفت فرمائی اور ایک خط لکھا جس کا عنوان تھا " التحفة الحنفیه لمعارضة ندوة العلماء " اس کے علاوہ اور بہت سے رسائل لکھے من جملہ ان کے ایک مجموعہ فتاویٰ " الجام السنة لاهل الفتنة " شائع کیا۔ اس کے بعد ایک دوسرا فتویٰ " فتاوی الحرمین برجف ندوة المبین " کے نام سے شائع کیا۔ مسعود

اس میں شک نہیں کہ فاضل بریلوی کے مزاج میں شدت تھی لیکن شدت فی نفسہ مذموم نہیں۔ اس کے اسباب وعلل[1] اور پھر اس کے طریقہ نفاذ کو دیکھ کر ہی اس کے مذموم اور محمود ہونے کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ خود فاضل بریلوی کے بیان سے اس شدت کی حقیقت معلوم ہوتی ہے، آپ کے صاحب زادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں مدظلہ العالی فرماتے ہیں:۔

اعلیٰ حضرت قبلہ کی حدت مزاج کا تذکرہ تھا۔ ایک صاحب نے عرض کیا، "ایک تو مزاج گرم دوسرے علم کی گرمی" اس پر ارشاد فرمایا "حدیث میں ہے ان الحدۃ تعتری قراء امتی لعزۃ القران فی اجوافھم " (قراء محاورۂ حدیث میں علماء کو کہتے ہیں) یعنی میری امت کے علماء کو گرمی پیش آئے گی، قرآن کی عزت کے سبب جو ان کے دلوں میں ہے[2]

۲۔ حکیم عبدالحیٔ لکھنوی نے فاضل بریلوی پر تکفیر مسلم میں تعجیل کا بھی الزام لگایا ہے چنانچہ عوام وخواص میں اب یہ بات عام ہوگئی اور اس پر اس طرح یقین کیا جاتا ہے گویا اس مسئلے پر تحقیق کی ضرورت ہی نہیں۔ مولانائے موصوف تحریر فرماتے ہیں:۔

---

[1] شدت مزاج میں بہت سے محرکات کام کرتے ہیں مثلاً نسبی تعلق، خاندانی رجحانات، خاندانی مخالفت علمی، مالی اور منصبی مسابقت، ذاتی رنجش اور چپقلش، ماحول کے اثرات، مطالعہ ومشاہدہ، تحقیق وتدقیق، مختلف تحریکات کا عمل اور ردعمل، لسانی یا علاقائی عصبیت، مذہبی اور دینی عصبیت، شارع اسلام سے محبت وانسیت، اسرار ومعارف شریعت میں کمال فہم وبصیرت، ملت اسلامیہ کا درد وسوز وغیرہ وغیرہ اور پھر محرکات کی مناسبت سے شدت کے مدارج اور کیفیت ونوعیت میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ مسعود

[2] الملفوظ، حصہ چہارم، مطبوعہ لاہور، ص۔ ۳۹

نوٹ:۔ ایک حدیث میں آتا ہے الحدۃ تعتری خیار امتی (ترجمہ) حدت میری امت کے بہتر لوگوں کو مجلی بنا دیتی ہے۔ (سیوطی: الدر المنتثرہ، ص۔ ۴۶)

مسارعا فی التکفیر قد حمل لواء التکفیر والتفریق فی الدیار الھندیۃ فی العصر الاخیر ؎۱

ترجمہ: تکفیر مسلم میں بہت ہی عجلت پسند ہے۔ زمانۂ اخیر میں اسی نے دیارِ ہند میں تکفیر و تفریق کا علم بلند کیا۔

اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں :-

وکان لایتسامع ولا یسمع بتاویل فی کفر من لایوافقہ علی عقیدتہ و تحقیقہ او من یریٰ فیہ انحرافا عن مسلکہ و مسلک آبائہ ؎۲

(ترجمہ) ایسی تاویلِ کفر نہ سننے دیتا اور نہ سنتا جو اس کے عقیدے اور تحقیق کے خلاف ہوتی ہے یا جس میں اس کے آبا، اور اس کے مسلک سے انحراف ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فاضل بریلوی تکفیر مسلم میں بحد محتاط تھے، چناں چہ ایک صاحب نے تکفیر مسلم کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے یہ جواب مرحمت فرمایا :-

بطور سبّ وشتم کہا تو کافر نہ ہوا، گنہگار ہُوا، اور اگر کافر جان کر کہا تو کافر۔ ؎۳

؎۱ عبدالحئی لکھنوی : نزھۃ الخواطر، جلد ہشتم، ص۔ ۳۹

؎۲ ایضاً، ص۔ ۳۹

نوٹ:۔ اس الزام کا فاضل بریلوی نے مسکت اور معقول جواب دیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں :-

احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو، صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی، ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے۔ (حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص۔ ۳۸)

؎۳ الملفوظ، حصہ سوم، مطبوعہ لاہور، ص۔ ۱۲

فاضل بریلوی کی احتیاط تکفیر کا عملی طور پر اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی بعض عبارات پر سخت گرفت کی اور اس سلسلے میں یہ رسالہ تصنیف فرمایا :-

" سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح " (۱۳۰۷ھ)

لیکن بالآخر یہی تحریر فرمایا :-

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں، یہی صواب ہے۔[1]

اسی طرح ایک رسالہ " الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیۃ " کے نام سے تصنیف فرمایا۔ اس میں مولوی اسمٰعیل موصوف اور ان کے متبعین کے افکار و خیالات کا رد فرمایا ہے۔ لیکن آخر میں یہی تحریر فرمایا :-

ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (یعنی کافر کہنے) سے کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مناسب ہے۔[2]

ایک اور رسالہ اسی موضوع پر اس نام سے تصنیف فرمایا :-

" سل السیوف الہندیۃ علی کفریات با با النجدیۃ " (۱۳۱۲ھ)

اس میں اور مذکورہ بالا دونوں رسائل میں ایسے شرعی دلائل پیش کئے ہیں جو ثبوت کفر کے لئے کافی ہیں لیکن بایں ہمہ تحریر فرماتے ہیں :-

لزوم و التزام میں فرق ہے، اقوال کا کلمۂ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات، ہم احتیاط برتیں گے، سکوت کریں گے جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔[3]

---

[1] احمد رضا خان : سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح، مطبوعہ مطبع انوار احمدی، لکھنؤ، ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء

[2] احمد رضا خان : الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیۃ، مطبوعہ مطبع تحفۂ حنفیہ عظیم آباد ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء

[3] احمد رضا خان : سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابا النجدیہ، مطبوعہ عظیم آباد، ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء

ایک رسالے "ازالۃ العار لحجر الکرائم عن کلاب النار" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں، ان میں سے جو کسی ضروریات دین کا منکر نہیں نہ ضروریاتِ دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اسے کافر نہیں کہتے[1]

مخالفین کی طرف سے فاضل بریلوی پر جو تکفیر مسلم کا الزام لگایا گیا۔ اس پر آپ نے بڑے دلچسپ انداز سے اس طرح تبصرہ فرمایا ہے:۔

ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہل سنت کے فتوائے تکفیر کا کیا اعتبار یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں، ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں، اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہدیا، مولوی اسحاق صاحب کو کہہ دیا، مولوی عبدالحیٔ صاحب کو کہدیا ____ پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے وہ اور بڑھاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا، شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا، حاجی امداد اللہ صاحب کو کہدیا اور مولانا شاہ فضل الرحمان صاحب کو کہدیا یا پھر جو پورے ہی حد حیا سے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں عیاذ باللہ عیاذاً باللہ، حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کہدیا ____ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہدیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے کے بعض بزرگواروں نے مولینا مولوی شاہ محمد حسین الہ آبادی مرحوم و مغفور سے جاکر جڑ دی کہ معاذ اللہ، معاذ اللہ، معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ

---

[1] احمد رضا خان: ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار، مطبوعہ عظیم آباد ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء

کو کافر کہدیا، مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے انہوں نے آیۂ کریمہ "ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا" پر عمل فرمایا خط لکھ کر دریافت کیا جس پر یہاں سے رسالہ

"انجاء البری عن وسواس المفتری"

لکھ کر ارسال ہوا۔[1]

فاضل بریلوی نے چیدہ چیدہ واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن ان کے مخالفین ان حدود سے تجاوز کر گئے ہیں چنانچہ مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی نے لکھا ہے :۔

یاد رہے مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنے اور اپنے معتقدوں کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابوجہل و ابولہب سے بھی بڑھ کر اکفر سمجھتے تھے۔[2]

ایک اور فاضل جناب رئیس احمد ندوی نے فاضل بریلوی کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھا ہے :۔

مولینا احمد رضا بریلوی نے مولانا عبدالباری فرنگی کے خلاف ۲۷ وجوہ پر مشتمل کفر کا فتویٰ دیا جس میں ایک وجہ یہ تھی کہ ان کا نام عبدالباری تھا اور لوگ انہیں باری میاں کہتے ہیں۔ اگر ان کا نام عبداللہ ہوتا تو لوگ انہیں اللہ میاں کہتے لہذا (مولینا عبدالباری) کافر۔[3]

---

[1] احمد رضا خاں : حسام الحرمین ، مطبوعہ لاہور، ص ۴۲

[2] عبدالرزاق ملیح آبادی : ذکر آزاد ، ص ۱۲۱

[3] رئیس احمد ندوی : آزادیٔ ہند، ص ۔ ۱۸۹ (بحوالہ سوانح اعلیٰ حضرت مؤلفہ علامہ بدرالدین، ص ۲۴۷)

نوٹ :۔ اس میں شک نہیں کہ جب خلافت کمیٹی اور اس کے لیڈروں کی حمایت میں مولانا عبدالباری نے قولاً و تحریراً خلاف شرع باتیں کہیں تو فاضل بریلوی نے بذریعہ مراسلت ان کو آگاہ فرمایا۔ چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

(بقیہ حاشیہ ص ۴۸ پر)

مختلف واقعات کے مطالعہ اور تحقیق سے پتا چلتا ہے کہ فاضل بریلوی بیٹھے بٹھائے خواہ مخواہ کسی کو کافر نہ کہتے تھے۔ وجوہ کفر ہوتے ہوئے بھی مراسلت کے ذریعہ تحقیق فرماتے اور اتمام حجت کے طور پر مراسلت فرماتے، مخاطب راہ راست پر آگیا تو فبہا ورنہ پھر شرعی ذمہ داریاں پوری فرماتے۔ ایک عالم کی تصانیف کی بعض تحریرات شرعی طور پر سخت قابل اعتراض تھیں چنانچہ حکم تکفیر سے پہلے ان کو بار بار متوجہ اور متنبہ کیا اور آخر میں تحریر فرمایا:-

یہ اخیر دعوت ہے اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمد للہ میں فرض ہدایت ادا کر چکا آئندہ کسی کے غرغرے پر التفات نہ ہوگا، منوا دینا میرا کام نہیں، اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے۔ واللہ یہدی من یشآء الی صراط مستقیم[1]

فاضل بریلوی کو جن کتابوں کی عبارات[2] پر اعتراض تھا، انتباہ کے باوجود ان کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ "مولوی عبدالباری صاحب سے میرا کچھ مکاتبہ ہو رہا ہے، باذنہٖ تعالیٰ اس کا نتیجہ حسب مراد ہوا تو ان کو بلاؤں گا یا بعونہٖ تعالیٰ تحریر ہی کافی ہوگی۔"

(ظفر الدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت (۱۹۳۸ء) مطبوعہ کراچی ج۔ ۱ ص۔ ۲۰۲)

اس مراسلت و مکاتبت کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا اور مولانا نے تحریری طور پر اپنے کفریہ کلمات سے توبہ کی۔ جو اخبار ہمدم (۲۰ مئی ۱۹۲۰ء) میں شائع کر دی گئی۔ مسعود

[1] محمد صابر قادری: مجدد اسلام، مطبوعہ کانپور، ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء، ص ۔ ۱۸۶

[2] ان عبارات پر علماء حرمین نے بھی تعجب کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ مولینا یوسف خیاط مکی نے ایک جگہ لکھا ہے:-

الحق فی غایۃ الغرابۃ (حسام الحرمین، ص ۔ ۱۸۶)

"جو بہت ہی اچنبے میں ڈالنے والی ہیں۔"

فی الحقیقت جو خالی الذہن مسلمان ان عبارات کو پڑھتا ہے، سخت حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور یہ سوچنے لگتا ہے کہ آخر ایسی عبارات لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی، نہ لکھی جاتیں تو کیا نقصان ہوتا بلکہ فائدہ ہی تھا اور وہ بھی دینی فائدہ۔ مسعود

مصنفین نے کوئی توجہ نہیں دی بلکہ من وعن شائع کراتے رہے، دس بیس برس گزر جانے اور اتمام حجت کے بعد فاضل بریلوی نے قلم اٹھایا اور ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں المعتمد المستند سامنے آئی۔ احتیاط تکفیر اور اتمام حجت کے بعد تکفیر کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں،

> اٹھتر وجہ سے بحکم فقہائے کرام لزوم کفر کا ثبوت دے کر یہی لکھ چکا تھا کہ ہزار ہزار بار حاش للہ، میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا ـــــــ جب کیا ان سے کوئی ملاپ تھا، اب رنجش ہوگئی؟ جب ان سے جائداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوگئی؟ ـــــــ حاش للہ، مسلمانوں کا علاقہ محبت و عداوت صرف محبت خدا و رسول ہے[1]

فاضل بریلوی کی اسی صداقت شعاری وحق گوئی اور حزم و احتیاط کو دیکھتے ہوئے مدینہ منورہ کے ایک عالم حضرت شیخ عبدالقادر توفیق شلبی طرابلسی حنفی (مدرس حرم طیبہ) تحریر فرماتے ہیں :-

> لم تسلکه ساداتنا العلماء الا بنور الاثبات، والاعتماد علی قواطع براهین الائمة الاثبات، لا بمجرد تخمین واخبار، هزنقبين يوماً تشخص فيه الابصار۔[2]

> ہمارے سردار علماء مولینا احمد رضا خاں نے اس وقت تکفیر کی راہ چلی جب کہ نور ثبوت پایا اور ائمہ مجتہدین کی قطعی حجتوں پر اعتماد فرمایا نہ محض اندازے اور خبر کی بنیاد پر، اس دن کا خوف کرتے ہوئے جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ مخالفین علماء کرام نے فاضل بریلوی کی معقول باتوں کی

---

[1] حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص ۴۹ [2] ایضاً، ص ۲۵۵

طرف بالکل توجہ نہیں کی اور اس پر مستزاد یہ کہ ان کے متبعین اس خاموشی کو مستحسن خیال فرماتے ہوئے قرآن کریم کی یہ آیت منطبق فرماتے ہیں واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلامًا "جب جاہل ان سے خطاب کرتے ہیں تو وہ سلام کہہ کر آگے نکل جاتے ہیں"۔ لیکن یہاں متکلم کوئی جاہل نہ تھا بلکہ وہ شخصیت تھی جس کی فقاہت اور علمیت کے دوست اور دشمن سب معترف ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں فوری توجہ کی ضرورت تھی اور فاضل بریلوی کی تنقیدات کی روشنی میں اپنا احتساب کیا جاتا مگر کچھ یوں نظر آتا ہے کہ ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطع نظر عزتِ نفس کا پاس و لحاظ زیادہ رکھا گیا اور اس طرح بات بڑھتی چلی گئی حالاں کہ انسانی اقوال کوئی حدیث و قرآن نہیں جو ان مٹ ہوں بلکہ اُن میں کسی بھی وقت ترمیم کی جا سکتی ہے خصوصًا اس وقت جب کہ اُن میں تنقیص جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پائی جاتی ہو۔

بات ذرا اور آگے بڑھی تو اپنے مخدومین کی ان تحریرات کو نذر آتش کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جن سے فاضل بریلوی کے مسلک کی تائید ہوتی تھی۔ اس عمل سے ایک خاص قسم کی نفسیاتی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے جو اصلاح حال کیلئے ہرگز مناسب نہیں۔

ایک مستند اطلاع کے مطابق خواجہ حسن نظامی جب گنگوہ میں زیر تعلیم تھے تو مولینا رشید احمد گنگوہی نے اپنے مخدوم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور رسالہ "فیصلۂ ھفت مسئلہ" کی کاپیاں نذر آتش کرنے کیلئے خواجہ صاحب کو مرحمت فرمائیں۔ خواجہ صاحب نے پڑھ کر دیکھا تو آنکھیں کھل گئیں۔ استاد کے حکم کے احترام میں آدھی کاپیاں تو جلا دیں اور آدھی محفوظ رکھ لیں۔ جس پر مولوی اشرف علی تھانوی نے دو آم بطور انعام دیئے۔ اس وقت مولوی اشرف علی تھانوی متقدمین کے مسلک پر قائم تھے اور رسالے کے مندرجات سے پوری طرح متفق اور کاربند تھے۔ یہ پورا واقعہ خواجہ صاحب نے ماہنامہ منادی دہلی، جلد ۹ ۳ شمارہ ۱۲ ص ۲۲ پر تفصیل سے بیان کیا ہے۔

۴۔ فاضل بریلوی پر ایک الزام یہ ہے کہ وہ محرمات و منکرات شرعیہ کی ترویج فرماتے ہیں بلکہ آج کل عرفِ عام میں بریلوی اس کو کہا جاتا ہے جو ان امور کا مرتکب ہو مثلاً میت کے گھر جا کر فاتحہ کے نام پر پکنے والے کھانے خوب کھائے، نہ ملے تو لڑ مرے، اونچی اونچی قبریں بنائے عرس کے بہانے میلے لگائے اور میلوں ٹھیلوں کو خوب خوب رونق دے، قبروں پر عورتوں کے گروہ در گروہ لے جائے، قبروں کے آگے مرد و عورت دونوں کو دل کھول کر سجدہ کروائے وغیرہ وغیرہ لیکن جب فاضل بریلوی کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو ان غیر شرعی امور کا ان سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا بلکہ ایسی تحریرات نظر آتی ہیں جن میں ان کا رد فرمایا ہے اور ان امور سے مسلمانوں کو روکا ہے مثلاً میت کے گھر شادیوں کی طرح احباب اور دوستوں کے اجتماعات اور دعوتوں کے متعلق ایک استفسار کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :۔

اے مسلمان یہ پوچھنا ہے کہ جائز ہے یا کیا ؟ یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں، سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔[1]

دوسری جگہ فرماتے ہیں :۔

میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔[2]

میت کی طرف سے کھانا تیار کرنے میں اس حزم و احتیاط کی تلقین فرماتے ہیں :۔

اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے بشرطیکہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں تو سب وارث موجود و بالغ و راضی ہوں۔[3]

اسی طرح اونچی اور شاندار قبروں کی تعمیر کے متعلق ایک استفسار کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :۔

---

[1] احمد رضا خاں : جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام الموت (۱۳۲۰ھ) مطبوعہ لاہور، ص ۲
[2] ایضاً ، ص ۳ [3] ایضاً ، ص ۴

خلاف سنت ہے، میرے والد ماجد، میری والدہ ماجدہ، میرے بھائی کی قبریں دیکھئے ایک بالشت سے اونچی نہ ہوں گی۔[1]

لیکن اس خیال کے ساتھ ساتھ اس کے قائل نہیں کہ بنے ہوئے مقابر کو منہدم کر دیا جائے آپ کی نظر میں انہدام مقابر غیر معقول اور ناشائستہ حرکت ہے۔ جماعتی تعصبات سے بالاتر ہو کر دیکھا جائے تو یہ حرکت ایسی ہی معلوم ہوتی ہے۔ سرزمین حجاز میں تحریک وہابیت کے زیر اثر جو مقابر منہدم کئے گئے اسے ہر معقول شخص نے نامعقول حرکت قرار دیا۔

عرس کے جواز میں اگرچہ فاضل بریلوی نے فتویٰ دیا ہے لیکن اس کو شرعی حدود و قیود سے اتنا مقید کر دیا ہے کہ اس کے جواز میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی اور اس کی مخالفت میں کوئی معقولیت نہیں معلوم ہوتی۔ عرس کے بارے میں ایک استفسار کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

عرس متعارف مذکور فی السوال کہ ہجوم زناں و تماشائے مرداں، آثار شرکیہ وارتکاب معاصی، نظارۂ اجنبیہ ولہو و لعب وطوائفان رقاصاں وآلات مزامیر وغیرہ سے خالی ہو بلاشبہ جائز و درست ہے۔[2]

---

[1] احمد رضا خاں: الملفوظ، حصہ سوم، مطبوعہ لاہور، ص ۱۰۲

[2] احمد رضا خاں: مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)، مطبوعہ لاہور

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

فی الواقع عرس اولیاء کرام کہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو بیشک جائز و مستحسن ہے اور رقص، فواحش، مزامیر محرمہ کا، جس طرح جہاں میں شائع قبیح و مستہجن ہے، اس پر اصرار فسق و جہالت۔[1]

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اعراس میں بالعموم افعال شرکیہ کا ارتکاب اس کثرت سے ہونے لگا کہ عرس کے نام سے بعض حضرات کو چڑسی ہو گئی اور جب انہوں نے اپنے بزرگوں کا عرس کرنا چاہا تو اس عرس کو سالانہ فاتحہ یا سالانہ اجتماع، جیسے ناموں سے یاد فرما کر آرزو ئے دل پوری کی، بہرحال فاضل بریلوی کے نزدیک اس قسم کے اعراس قطعاً ناجائز ہیں جن میں امور شرکیہ و محرمہ کا ارتکاب کیا جائے۔

عام طور پر بریلوی حضرات کو مخالفین "قبر پرست" کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔ اس شرک صریح کو حضرات اہل سنت و جماعت کی طرف منسوب کرنا سراسر زیادتی ہے۔ بہت کم لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ فاضل بریلوی نے نہ صرف یہ کہ قبر پرستی اور قبروں کے آگے سجدہ ریزی کی ممانعت فرمائی بلکہ اسکے رد میں رسائل بھی تصنیف فرمائے سجدۂ تعظیمی کی حرمت کے بارے میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

مسلمان ! اے مسلمان ! شریعت مصطفوی کے تابع فرمان ! جان اور

---

[1] احمد رضا خاں : مواهب ارواح القدس لکشف حکم العرس (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) مطبوعہ لاہور

نوٹ :۔ عورتیں عام طور قبروں پر بہت جاتی ہیں، عرس کے موقع پر تو ان کی بہار ہے۔ بہت کم ہیں جو استفاضۂ روحانی کے لئے جاتی ہیں۔ نمائش بینوں کی کثرت ہوتی ہے۔ ایسی عورتوں کے لئے فاضل بریلوی فرماتے ہیں :۔

"اور جو عورتیں قوالی رنڈیوں کی اور قوالی مردوں کی سننے کو جاتی ہیں ان کو زیارت القبور کو جانا حرام ہے۔"

(جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور (۱۳۲۹ھ) مطبوعہ لاہور، ص ۱۲)

یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عز جلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین وکفر مبین اور سجدہ تحیت حرام وگناہ کبیرہ بالیقین۔ اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین، ایک جماعت فقہا سے تکفیر منقول اور عند التحقیق وہ کفر صوری پہ محمول ——— ہاں مثل صنم، صلیب وشمس وقمر کے لیے سجدے مطلقاً اکفار ——— ان کے سوائے مثل پیر ومزار کے لئے ہرگز ہرگز نہ جائز ومباح ——— بلکہ حرام ہے اور کبیرہ وفحشاء [1]

مندرجہ بالا حقائق سے قارئین کرام پر یہ واضح ہوگیا ہوگا کہ فاضل بریلوی پر جو الزامات لگائے گئے ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں، وہ یا تو غلط فہمی پر مبنی ہیں یا تنگ نظری پر۔ غلط فہمی کا ازالہ مطالعہ ومشاہدے سے ہو سکتا ہے اور تلاش حق میں اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے، ہاں تنگ نظری کا علاج بہت مشکل ہے وہ مولیٰ تعالیٰ کی ہدایت پر منحصر ہے۔

۴۔ فاضل بریلوی پر ایک الزام یہ بھی تھا کہ وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند تعالیٰ کے مساوی سمجھتے تھے۔ اس الزام کا سب سے بڑا سبب تو مسئلہ علم غیب کے متعلق فاضل بریلوی کی فکر انگیز تصریحات ہیں جس کا ذکر ہم نے مناسب مقام پر کر دیا۔ فاضل بریلوی کی تصانیف سے چند اقتباسات یہاں بھی پیش کئے جاتے ہیں تاکہ فی الوقت اس الزام کی حقیقت منکشف ہو جائے۔

(۱) علم الٰہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی۔ وہ واجب، یہ ممکن۔ وہ قدیم، یہ حادث۔ وہ نامخلوق، یہ مخلوق۔ وہ نامقدور، یہ مقدور۔

---

[1] احمد رضا خاں: الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ (۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء) مطبوعہ لاہور، ص ۷

وہ ضروری البقاء، یہ جائز الفناء۔ وہ ممتنع التغیر، یہ ممکن التبدل [1]

(۲) ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں، نہ غیر کے لئے علم بالذات جانیں اور عطائے الٰہی سے بھی، بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع ——— اس سے بڑھ کر جس امر کا اعتقاد میری طرف کوئی نسبت کرے، مفتری کذاب ہے اور اللہ کے یہاں اس کا حساب [2]

(۳) علم غیب کا خاصہ حضرت عزت ہونا بیشک حق ہے اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے:۔

قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ۔

(ترجمہ) تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں"۔

اور اس سے مراد وہی علم ذاتی و علم محیط ہے کہ وہی باری عزوجل کے لئے ثابت ہے اور اس سے مخصوص ہے ——— علم عطائی کہ دوسرے کا دیا ہوا ہو، علم غیر محیط کہ بعض اشیاء سے مطلع، بعض سے ناواقف ہو، اللہ عزوجل کے لئے ہو ہی نہیں سکتا۔ اس سے مخصوص ہونا تو درکنار ——— دوسرا درجہ ہے اور اللہ عزوجل کی عطا سے علوم غیب غیر محیط کا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملنا بھی قطعاً حق ہے اور کیوں نہ ہو رب عزوجل فرماتا ہے:۔

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشآء [3]

دوسرا بڑا سبب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے فاضل بریلوی کی والہانہ محبت و

---

[1] احمد رضا خاں: انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفی (۱۳۱۸ھ) مطبوعہ لاہور، ص ۸

[2] ": خالص الاعتقاد (۱۳۲۸ھ) مطبوعہ لاہور، ص ۳۳

[3] ": خالص الاعتقاد، ص ۳۳ و ۳۴

عشق ہے، اس مقامِ عشق پر عقل محض کی بات کرنے والا آداب محبت سے بیگانہ ہے بلکہ سرے سے محبت ہی سے نا آشنا ہے۔ مجازی محبت میں عقل گم ہو جاتی ہے۔ یہ تو حقیقی اور سچی محبت ہے۔ یہاں عقل و شعور کا کہاں گزر؟ فاضل بریلوی قوت عشق کے سہارے قدم بڑھاتے ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کرتے ہیں تو آداب محبت پیش نظر ہوتے ہیں۔

اجلّ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق خاطر دیکھنا ہو تو وصال شریف کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی والہانہ کیفیت کا اندازہ لگاؤ، خبر وصال کیا ملی، ایک بجلی سی گری، جذب و مستی میں جو کچھ کہا اس کو سنو۔!

ایک طرف فاضل بریلوی پر اس افراط کا الزام کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے مساوی سمجھتے تھے اور دوسری طرف یہ عالم کہ اس نور مجسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے مساوی ٹھہرا دیا اور اس تفریط کا احساس تک نہ ہوا، یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔

اس الزام افراط اور کیفیت تفریط کا مولینا محمد انوار اللہ قادری چشتی حیدر آبادی نے بڑے دلنشیں انداز سے تجزیہ فرمایا ہے[۱]۔ وہ فرماتے ہیں:۔

---

[۱] فضیلت جنگ بہادر، صدر المہام امور مذہبی سرکار عالی دکن مولانا محمد انوار اللہ قادری نے فضائل محمدی (المعروف بہ انوار احمدی) کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ اس کتاب کا مسودہ جب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے فرطِ مسرت سے فرمایا:۔

جاء بالنور فوق نوس ۔۔۔ المصنف کاسمہ انوار
ارجو ان تنفع دلائلہ ۔۔۔ تطمئن القلوب بالاذکار

اس کے ساتھ ہی عربی میں تقریظ تحریر فرمائی جس کے یہ کلمات قابل توجہ ہیں:۔

انی سمعت ھذا الکتاب من اولہ الی آخرہ مبحث الادب دوجدتہ موافقاً للسنۃ السنیۃ فسمیتہ بالانوار الاحمدیہ وانما ھذا مذھبی وعلیہ مدار مشربی۔ (فضائل محمدی۔ مطبوعہ کراچی، ص ۳)

افسوس ہے کہ چند روز سے پھر وہی مساوات کا خیال آخری زمانے کے بعض مسلمانوں کے سروں میں سمایا اور گویا یہ فکر شروع ہوئی کہ وہ سب باتیں تازہ ہو جائیں۔ کبھی " انما انا بشر مثلکم " میں خوض ہوتا ہے، کبھی کہا جاتا ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت نے بھائی کہا ہے تو اس لئے حضرت بڑے بھائی ہیں، اب اس خیال نے یہاں تک پہنچا دیا کہ وہ آیات و احادیث منتخب کی جاتی ہیں جن سے ان کے زعم میں منقصت شان ہو اور وہ احادیث جن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ تواضع کچھ فرمایا ہے اپنی دانست میں ان کو کسر شان کے باب میں قرار دے کر شائع کی جاتی ہیں۔

ہم نے مانا کہ نقلاً و عقلاً ہر طرح سے اس مسئلے میں زور لگایا جائے گا لیکن یہ دیکھنا چاہیے کہ انتہا اسکی کہاں ہوگی۔ ہم بہ یقین سمجھتے ہیں کہ آخر یہ حضرات بھی مسلمان ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کو اس سے تو ہرگز کم نہ بیان کریں گے کہ جس قدر کفار سمجھتے تھے یعنی بشر مثلنا مگر معلوم نہیں کہ اس سعی کا کیا نتیجہ ہوگا؟

اتنی بات تو کافروں سے پوچھنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اس میں تو قرآن کی ضرورت ہے، نہ حدیث کی۔ اب اسکے ساتھ یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ ہم لوگ جو آیات و احادیث سے استدلال کر کے بیان عظمت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبالغہ کرتے ہیں، انتہا اس کی کہاں ہوگی؟

یہ بات ہر جاہل سے جاہل جانتا ہے کہ حضرت مخلوق اور بشر ہیں اور حق تعالیٰ خالق ہے اب انتہا اس مبالغے کی یہی ہوگی کہ حضرت کا مرتبہ قریب مرتبۂ مسجودیت کے سمجھا جائیگا وہ بھی اس وجہ سے کہ ایک عالم آپ کو سجدہ کیا کرتا تھا اور صحابہ بھی سجدہ کرنے کے لئے مستعد ہو گئے تھے غرض اس مبالغے کی حد وہ ہوگی جو صحابہ کی حسن عقیدت تھی۔ اب ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ جس راہ کو صحابہ مدت العمر طے کیا کئے اور جس مقام پر عمر بھر سر لگائے رہے جہاں سے انہیں قیتیابی

ہوئی' اس مقام کو چھوڑ دیں اور اس راہ میں رجعت القہقری کر کے وہ راستہ چلیں جو کفار کی حد اعتقاد کو یعنی ان انتم الا بشر مثلنا کو پہنچا دے جہاں سے کفار بڑھ نہیں سکتے۔ ؎ [1]

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بترکستان ست

جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ خدا اور رسول علیہ السلام کو مساوی درجہ دیتے ہیں اور شرک کے مرتکب ہیں، ان کی محبت کا حال سنئے اور دیکھئے کہ وہ محبت کے کیسے رمز شناس ہیں۔ مال و دولت اور اہل و عیال کے ساتھ لوگوں کی محبت انہیں کیلئے ہوتی ہے، خدا کیلئے ان سے کون محبت کرتا ہے مگر اس رمز شناس محبت کا یہ عالم ہے کہ وہ مال و دولت اور اہل و عیال سے محض اللہ کیلئے محبت کرتا ہے، اس میں کوئی ریا نہیں کہ جو کچھ کہا خلوت میں کہا جہاں انسان کو یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ اس کے خیالات کسی وقت منظر عام پر لائے جائیں گے۔

ایک استفسار کے جواب میں فاضل بریلوی فرماتے ہیں :-

الحمد للہ کہ میں نے مال من حیث ھو مال سے کبھی محبت نہ رکھی، صرف انفاق فی سبیل اللہ کے لئے اس سے محبت ہے اسی طرح اولاد من حیث ھو اولاد سے بھی محبت نہیں صرف اس سبب سے کہ صلۂ رحم عمل نیک ہے، اس کا سبب اولاد ہے اور یہ میری اختیاری بات نہیں میری طبیعت کا تقاضا ہے [2]

اقبال نے کیا خوب کہا ہے :-

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

---

[1] محمد انوار اللہ : فضائل محمدی، مطبوعہ کراچی، ص ۱۸۲ - ۱۸۴

[2] احمد رضا خاں : الملفوظ، حصہ چہارم، مطبوعہ لاہور، ص ۷۶

اب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق خاطر ملاحظہ فرمائیں۔ ایک سوال کیا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھا کر خلاف کرنے سے کفارہ لازم آئے گا؟ جواب مرحمت فرمایا "نہیں" — پھر عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھانا جائز ہے؟ ارشاد فرمایا "نہیں" — پھر عرض کیا گیا کیا بے ادبی ہے؟ فرمایا "ہاں"[1]

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تو بہت عالی ہے جن ذوات عالیہ کو آپ سے نسبی نسبت ہے ان کا وہ ادب و احترام ہے کہ با بدو شاید۔ اس استفسار کے جواب میں کہ کیا سید کے لڑکے کو استاد تادیباً مار سکتا ہے — فرماتے ہیں:-

قاضی جو حدود الٰہیہ قائم کرنے پر مجبور ہے اس کے سامنے اگر کسی سید پر حد ثابت ہوئی تو باوجودیکہ اس پر حد لگانا فرض ہے اور وہ حد لگائے گا لیکن اس کو حکم ہے کہ سزا دینے کی نیت نہ کرے بلکہ دل میں یہ نیت رکھے کہ شہزادے کے پیر میں کیچڑ لگ گئی ہے اسے صاف کر رہا ہوں۔[2]

یہ تو تھا نسبتوں کے ساتھ ادب کا حال اب اس دربار فیض بار میں ادب و احترام کا حال سنئے — زمانہ قدیم میں ذرائع حمل و نقل مسدود تھے اور راستے پُرخطر، اس لئے جو حضرات حج کے لئے جاتے ان کو بعض حضرات زیارت مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے باز رکھنے کی کوشش کرتے، ایسا وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں کھوٹ ہو — فاضل بریلوی اس راہ سے گزر چکے تھے اس لئے حجاج کو خطاب فرماتے ہیں:-

زیارت اقدس قریب الواجب ہے۔ بہت لوگ دوست بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں "راہ میں خطرہ ہے" "وہاں بیماری ہے" — خبردار! کسی کی نہ سنو اور ہرگز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو، جان ایک دن جانی ضرور ہے

---

[1] احمد رضا خاں: الملفوظ، حصہ سوم، مطبوعہ لاہور، ص ۲۵

[2] ایضاً : " " " لاہور، ص ۷۱

اس سے کیا بہتر ہے کہ ان کی راہ میں جائے اور تجربہ ہے کہ جو ان کا دامن تھام
لیتا ہے اسے اپنے سایے میں آرام پہنچاتے ہیں، کیل کا کھٹکا نہیں ہوتا۔
والحمدللہ [1]

غالباً اسی جذبہ کے تحت حسنؔ بریلوی نے فرمایا تھا ؎

آستانہ پہ ترے سر ہو اجل آئی ہو
اور اے جانِ جہاں تو بھی تماشائی ہو

آپ نے دیکھا کہ عاشقِ صادق کو کشاں کشاں کیسے دامنِ محبوب سے لپٹا رہے ہیں
لیکن جب وہ قریب جاتا ہے اور فرطِ محبت سے لپٹنا چاہتا ہے' اچانک آواز دیتے ہیں :۔

خبردار ! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلافِ ادب ہے'
بلکہ چار ہاتھ فاصلے سے زیادہ قریب نہ ہو جاؤ' یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو
اپنے حضور بلایا' اپنے مواجہ اقدس میں جگہ بخشی' ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری
طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے' والحمدللہ [2]

محبت کا اندازہ سطحی آرزوؤں سے نہیں ہوتا بلکہ ٹھوس تمناؤں سے ہوتا ہے' آجکل زائرین کا
حال یہ ہے کہ حاضری کے وقت بھی وطن کی یاد ستاتی رہتی ہے' بہت کم ہیں کہ اس دیار میں مرنے کی
تمنا لیکر جاتے ہیں' یہ دعا بھی نہیں کرتے کہیں قبول نہ ہو جائے، لیکن اس عاشقِ صادق کا حال کیا پوچھتے
ہو جو یہ فرما رہا ہے :۔

وقتِ مرگ قریب ہے اور میرا دل ہند تو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا
ہے اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں

---

[1] احمد رضا خاں : انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ ۔ مطبوعہ لاہور، ص ۶۶
[2] ایضاً : " " " " " " ص ۷۰

خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادر ہے۔ [1]

وہ محبت رسول علیہ السلام میں فنا ہے۔ دوسروں کی ناپختہ محبت دیکھ دیکھ کر کڑھتا ہے۔ ایک طرف محبوب کی عنایتوں کو دیکھتا ہے تو دوسری طرف چاہنے والوں کی بے اعتنائیوں کو دیکھتا ہے اور بچشم اشکبار و سینہ فگار پکار اٹھتا ہے، اس کی پکار ادب کا ایک شہ پارہ ہے جس میں جلال قرآنی جھلمل جھلمل کر رہا ہے ــــ سنیئے :-

آہ! آہ! آہ! اے اسلام کیا ہوئی تیری عزت؟ تیرے نام لیواؤں کی نگاہ سے کدھر گئی؟ ــــ کیا ہوئی تیری حلاوت؟ ــــ انا للہ وانا الیہ راجعون!

اے اپنی جان پر ظلم کرنے والو! اے بھولے نادان مجرمو! کچھ خبر بھی ہے؟ ارے وہ اللہ قہار ہے جس نے تمہیں پیدا کیا جس نے تمہیں آنکھ، کان، دل، ہاتھ، پاؤں ــــــ لاکھوں نعمتیں دیں، جس کی طرف تمہیں پھر کر جانا اور ایک اکیلے، تنہا، بے یار و بے وکیل اس کے دربار میں کھڑے ہو کر روبکاری ہونا ہے ــــ اس کی عظمت، اس کی محبت، ایسی ہلکی ٹھہری کہ فلاں فلاں کو اس پر ترجیح دے لی؟ ــــــــ ارے اس کی عظمت، اس کے احسان، اس کے پیارے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے احسانات اگر یاد کرو تو وہ واللہ العظیم، باپ، استاد، پیر، آقا، حاکم، بادشاہ وغیرہ وغیرہ تمام جہان کے احسانات جمع ہو کر ان کے احسانوں کے کروڑویں حصے کو نہ پہنچ سکیں ــــ ارے وہ، وہ ہیں کہ پیدا ہوتے ہی اپنے رب کی وحدانیت، اپنی رسالت کی شہادت ادا فرما کر سب میں پہلی جو یاد آئی وہ تمہاری ہی یاد تھی ــــ دیکھو وہ آمنہ خاتون کی آنکھوں کا نور، نہیں نہیں، وہ اللہ رب العرش کے عرش کا تارا، اللہ نور السمٰوٰت والارض کا نور، شکم پاک مادر سے جدا ہوتے ہی سجدے میں گرا ہے اور نرم و نازک، حزیں آواز سے کہہ رہا ہے :-

---

[1] ظفر الدین : سوانح اعلیٰ حضرت، جلد اوّل، مطبوعہ کراچی، ص ۳۱۶
(مکتوب گرامی بنام مولوی عرفان علی، محررہ ۱۰ ماہ مبارک رمضان ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۳ء)

ربِّ امتی امتی!

اے میرے رب! میری امت، میری امت!

کیا کبھی کسی باپ، استاد، پیر، آقا، حاکم، بادشاہ نے بیٹے، شاگرد، مرید، غلام، نوکر، رعیت کا ایسا خیال کیا؟ ـــ ایسا درد رکھا؟ حاشا للہ!

ارے وہ، وہ ہیں کہ اس پیارے حبیب رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو جب قبر انور میں اتارا ہے لب ہائے مبارک جنبش میں ہیں فضل یا قثم بن عباس رضی اللہ عنہم نے کان لگا کر سنا ہے، آہستہ آہستہ عرض کر رہے ہیں:۔

ربِّ امتی امتی!

اے رب میرے! میری امت، میری امت!

سبحان اللہ! پیدا ہوئے تو تمہاری یاد، دنیا سے تشریف لے گئے تو تمہاری یاد!

کیا کبھی کسی باپ، استاد، پیر، آقا، حاکم، بادشاہ نے بیٹے، شاگرد، مرید، غلام، نوکر، رعیت کا ایسا خیال کیا؟ ایسا درد رکھا؟ استغفر اللہ!

ارے وہ، وہ ہیں کہ تم چادر تان کر، شام سے خراٹے لیتے صبح کی خبر لاتے ہو، تمہارے درد ہو، کرب ہو، بے چینی ہو، کروٹیں بدل رہے ہو ـــ ماں، باپ، بھائی، بیٹا، بی بی، اقربا، دوست، آشنا، دو چار راتیں کچھ جاگے ہوئے، آخر تھک تھک جا پڑے اور جو نہ اٹھے وہ بیٹھے بیٹھے اونگھ رہے ہیں، نیند کے جھونکے آ رہے ہیں ـــ اور وہ پیارا بے گناہ، بے خطا ہے کہ تمہارے لئے راتوں جاگا کیا، تم سوتے اور وہ زار زار رو رہا ہے، روتے روتے صبح کر دی ہے کہ:۔

ربِّ امتی امتی!

اے میرے رب! میری امت، میری امت!

کیا کبھی کسی باپ، استاد، پیر، آقا، حاکم، بادشاہ نے بیٹے، شاگرد، مرید، غلام، نوکر، رعیت کا ایسا خیال کیا، ایسا درد رکھا؟ ـــ حاشا للہ!

ارے ہاں ہاں، درد، بیماری، مرض یا مصیبت میں ماں باپ کی محبت کا کیا جانچنا کہ ان میں تمہاری خطا نہ ماں باپ پوچھا۔ یوں آزماؤ کہ ماں باپ بے شمار نعمتوں سے ہمیں نوازیں اور تم نعمت کے بدلے سرکشی کرو، نافرمانی ٹھانو، سو سو کہیں اور ایک نہ مانو، ماں سے برے باپ سے بڑے، رات دن بُرے، ہر وقت برے ——— دیکھو تو ماں باپ کہاں تک تمہیں کلیجے سے لگاتے ہیں؟ ——— مگر وہ پیارا پیارا، وہ مجسم رحمت، وہ نعمتوں والا، وہ ہر تن راحت ہے کہ تمہاری لاکھ لاکھ نافرمانیاں دیکھے، کروڑ کروڑ گنہگاریاں پائے اس پر بھی تمہاری محبت سے باز نہ آئے، دل تنگ نہ ہو، ترک نہ فرمائے ——— سنو وہ کیا فرما رہا ہے دیکھو تو ——— وہ فرماتا ہے:۔

هَلُمَّ اِلَیَّ ، هَلُمَّ اِلَیَّ

(ارے میری طرف آؤ، ارے میری طرف آؤ)

مجھے چھوڑ کر کہاں جاتے ہو؟ ——— دیکھو وہ فرماتا ہے "تم پروانے کی طرح آگ پر گرے پڑتے ہو اور میں تمہارا بند کمر پکڑے روک رہا ہوں" ——— کیا کبھی کسی باپ، استاد، پیر، آقا، حاکم، بادشاہ نے بیٹے، شاگرد، مرید، غلام، نوکر، رعیت کا ایسا خیال کیا؟ ——— ایسا درد رکھا؟ ——— استغفر اللہ!

ارے دنیا کی ساعت تیر ہے۔ آنکھ بند کئے سویرا ہے، قیامت بہت جلد آنے والی ہے، جاننا ہے قیامت کیا ہے؟ ——— يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَانٌ يُّغْنِيْهِ ——— جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی، ماں باپ، جورو، بیٹوں سب سے، ہر ایک اس دن اپنے ہی حال میں غلطاں و پیچاں ہوگا کہ دوسرے کا خیال بھی نہ لاسکے گا ——— اس دن جانیں کہ فلاں فلاں تیرے کام آسکیں؟ حاشا للہ! ——— واللہ العظیم اس دن وہی پیارا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کام آئے گا اور اس کے سوا باقی انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم

کو تو مجال عرض ہوگی نہیں ۔ سب نفسی نفسی فرمائیں گے پھر اور کسی کی کیا حقیقت ہے ؟ ہاں وہ پیارا ، وہ بیکسوں کا سہارا ، وہ بے یاروں کا یار ، وہ شفاعت کی آنکھ کا تارا ، وہ محبوب محشر آرا ، وہ رؤف رحیم ہمارا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرمائے گا کہ :۔

انا لھا ، انا لھا ۔

میں ہوں شفاعت کے لئے ، میں ہوں شفاعت کے لئے ۔

_____ للہ انصاف ! ان کے احسانوں میں جہان میں کسی کے احسانوں کو کچھ نسبت ہوسکتی ہے ؟ پھر کیسا سخت کفران ہے کہ جو ان کی شان میں بدگوئی کرے ، تمہارے دل میں اس کی وقعت ، اس کی محبت ، اس کا لحاظ ، اس کا پاس نام کو بھی باقی رہے ع

ببیں کہ از کہ بریدی و باکہ پیوستی

الٰہی کلمہ گویوں کو سچا اسلام عطا کر ، صدقہ اپنے حبیب کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجاہت کا : لہ

نوٹ :۔ فاضل بریلوی کی تیغ تکفیر کے مقتول بھی آپ کی محبت اور عشق رسول کے دل سے قائل تھے اور سمجھتے تھے کہ مخالفت کا اصل سبب ناموس رسول علیہ السلام کی حفاظت ہے ۔ چنانچہ مولانا اشرف علی تھانوی کہتے ہیں :۔

"میرے دل میں احمد رضا کے لئے بیحد احترام ہے ، وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشق رسول کی بنا پر کہتا ہے ، کسی اور غرض سے تو نہیں کہتا"۔

(اختر شاہجہاں پوری ، اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء)

لہ حسام الحرمین ، (خلاصہ فوائد فتویٰ) ، مطبوعہ لاہور ، ص ۔ ۷۴ ۔ ۷۸

حیات مبارک

فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نسباً پٹھان، مسلکاً حنفی، مشرباً قادری اور مولداً بریلوی تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ (م ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) اور جد امجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ (م ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء) بلند پایہ عالم اور صاحب دل تھے[۱] فاضل بریلوی نے اپنے نعتیہ دیوان میں ان دونوں بزرگوں کا اس طرح ذکر فرمایا ہے ؎

احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا[۲]

فاضل بریلوی کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی (یو۔پی) میں ہوئی[۳] خود فاضل بریلوی نے اس آیۂ کریمہ سے اپنا سنہ ولادت نکالا ہے۔

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ[۴]

(ترجمہ) وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنی طرف سے روح کے ذریعے ان کی مدد فرمائی۔

فاضل بریلوی کا اسم گرامی "محمد" رکھا گیا اور تاریخی نام "المختار" (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء) لیکن جد امجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ نے "احمد رضا" تجویز فرمایا، بعد میں فاضل بریلوی

---

[۱] رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند (ترجمہ اردو) مطبوعہ کراچی (۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) ص ۵۸، ۱۹۳، ۵۳۱

[۲] احمد رضا خاں: حدائق بخشش (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) حصہ دوم، مطبوعہ کراچی، ص ۵۸

[۳] رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند، ص ۹۸

[۴] بدر الدین احمد: سوانح اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لاہور، ص ۸۵

خود اس اسم شریف کے ساتھ "عبد المصطفیٰ" کا اضافہ فرمایا، چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہیں :۔

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے [1]

فاضل بریلوی نے اپنی فطری ذکاوت کی بنا پر ۱۳ سال ۱۰ مہینے اور ۵ دن میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی، ایک جگہ خود تحریر فرماتے ہیں :۔

و ذالک لمنتصف شعبان ۱۲۸۶ھ الف ومأتین وست وثمانین
و انا اذ ذاک ابن ثلثة عشر عاما وعشرة اشهر وخمسة ایام
و فی هذا التاریخ فرضت علیّ الصلوة و توجهت الی الاحکام [2]

(ترجمہ) وسط شعبان ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی اور اس وقت میں ۱۳ سال ۱۰ ماہ اور ۵ دن کا ایک نو عمر لڑکا تھا اور اسی تاریخ کو مجھ پر نماز فرض ہوئی اور میں احکام شرعی کی طرف متوجہ ہوا۔

علوم عربیہ سے فراغت کے بعد ہی آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ افتاء کی ذمہ داریاں بھی آپ کو تفویض کر دیں اور اس چھوٹی سی عمر میں فتوی نویسی کا آغاز فرمایا مولانا ظفرالدین بہاری کے نام ایک مکتوب میں خود تحریر فرماتے ہیں :۔

بحمدہ تعالیٰ فقیر نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا اور ۷ دن اور زندگی بالخیر ہے تو دس شعبان ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء کو اس فقیر کو

---

[1] احمد رضا خاں : حدائق بخشش ، حصہ اوّل ، مطبوعہ کراچی ص ۸۰

[2] احمد رضا خاں : الاجازة الرضویه مکة البهیة ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء

فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ پورے پچاس سال ہوں گے، اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کر سکتا ہے۔ [1]

○

فاضل بریلوی نے علوم درسیہ کے علاوہ دیگر علوم و فنون کی بھی تحصیل کی اور بعض علوم و فنون میں تو خود آپ کی طبع سلیم نے رہنمائی کی۔ ایسے تمام علوم و فنون کی تعداد ۴۵ ہے جس کی تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ علم قرآن	۲۔ علم حدیث [2]	۳۔ اصول حدیث	۴۔ فقہ (جملہ مذاہب)	۵۔ اصول فقہ	
۶۔ جدل	۷۔ تفسیر	۸۔ عقائد	۹۔ کلام	۱۰۔ نحو	۱۱۔ صرف
۱۲۔ معانی	۱۳۔ بیان	۱۴۔ بدیع	۱۵۔ منطق	۱۶۔ مناظرہ	۱۷۔ فلسفہ
۱۸۔ تکسیر	۱۹۔ ہیأۃ	۲۰۔ حساب	۲۱۔ ہندسہ [3]	۲۲۔ قرأۃ	۲۳۔ تجوید
۲۴۔ تصوف	۲۵۔ سلوک	۲۶۔ اخلاق	۲۷۔ اسماء الرجال	۲۸۔ سیر	۲۹۔ تاریخ
۳۰۔ لغت	۳۱۔ ادب [4]	۳۲۔ ارثماطیقی	۳۳۔ جبر و مقابلہ	۳۴۔ حساب سینی	۳۵۔ لوگارثمات

---

[1] ظفر الدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبوعہ کراچی، ص ۲۸۰۔ مکتوب بنام مولانا ظفر الدین بہاری محررہ ۷ رشعبان ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء)

[2] فاضل بریلوی نے سند حدیث مسلسل تین واسطوں سے حاصل کی جس کا موصوف نے الاجازۃ الرضویہ میں تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے (ص ۵۸ تا ۶۲) دو واسطے قابل ذکر ہیں، ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اور دوسرا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہے۔

[3] ان ۲۱ علوم و فنون کے متعلق فاضل بریلوی نے یہ صراحت کی ہے:۔

فھذہ احدی وعشرون علماً اخذت جلھا بل کلھا عن امام العلماء خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد۔ (الاجازات المتینہ، ص ۳۲)

یہ ۲۱ علوم میں نے اپنے والد ماجد (مولانا نقی علی خان) سے حاصل کئے (ترجمہ و تلخیص)

[4] نمبر شمار ۲۲ سے ۳۱ تک کے علوم و فنون کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ ان اساتذہ سے حاصل کئے:۔

(۱) شاہ آل رسول مارہروی (م ۱۲۹۶ھ، ۱۸۷۹ء) (۲) مولانا محمد نقی علی خان (م ۱۲۹۷ھ، ۱۸۷۹ء)
(۳) شیخ احمد بن زین دحلان مکی (م ۱۳۰۴ھ، ۱۸۸۶ء) (۴) شیخ عبدالرحمٰن مکی (م ۱۳۰۱ھ، ۱۸۸۳ء)
(۵) شیخ حسین بن صالح (م ۱۳۰۲ھ، ۱۸۸۴ء) (۶) شاہ ابوالحسین احمد النوری (م ۱۳۲۴ھ، ۱۹۰۶ء)

۳۶۔ توقیت ۳۷۔ مناظرومرایا ۳۸۔ اکر ۳۹۔ زیجات ۴۰۔ مثلث کروی
۴۱۔ مثلث مسطح ۴۲۔ ہیأۃ جدیدہ ۴۳۔ مربعات ۴۴۔ جفر ۴۵۔ زائرجہ [1]

مندرجہ بالا علوم کے علاوہ علم آلفرائض، عروض وقوافی، نجوم، اوفاق، فن تاریخ (اعداد) نظم ونثر فارسی، نثر ونظم ہندی، خط نسخ اور خط نستعلیق وغیرہ میں بھی کمال حاصل کیا۔ اس طرح فاضل بریلوی نے جن علوم وفنون پر دسترس حاصل کی، ان کی تعداد ۷۰ سے متجاوز ہوجاتی ہے۔ ہمارے خیال میں عالم اسلام میں مشکل ہی سے کوئی ایسا عالم نظر آئے گا جو اس قدر علوم وفنون پر دستگاہ رکھتا ہو۔

پھر یہی نہیں کہ فاضل بریلوی نے ان علوم کی تحصیل کی بلکہ ہر ایک علم وفن میں اپنی کوئی نہ کوئی یادگار چھوڑی، خود تحریر فرماتے ہیں:۔

ولی فی کلھا او جلھا تحریرات وتعلیقات من زمن طلبی الی ھذا الحین[2] (۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء)

ہم تصانیف کے ذیل میں مختصراً اس پر روشنی ڈالیں گے۔

○

جن علوم وفنون کا اوپر ذکر کیا گیا ان میں سے بعض کو فاضل بریلوی نے خود ترک فرما دیا اور بعض کو اپنایا۔ اس ترک وقبول پر موصوف نے خود روشنی ڈالی ہے، چناں چہ فرماتے ہیں:۔

---

[1] حامد رضا خاں: الاجازۃ المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ (۱۳۲۴ھ)، ص ۳۵، ۳۹

نوٹ:۔ فاضل بریلوی کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں نے قیام حرمین شریفین کے زمانے (۱۳۲۴ھ) میں فاضل بریلوی کی سندات اجازت (جو علمائے حرمین کو عنایت فرمائیں)، علمائے عرب کے مکتوبات (جو فاضل بریلوی کو ارسال کئے گئے) اس کے علاوہ دیگر تفصیلات کو الاجازت المتینہ میں جمع کردیا ہے۔ یہ مجموعہ سوانحی حیثیت سے بہت اہم ہے۔

[2] حامد رضا خاں: الاجازۃ المتینہ، ص ۳۶ (قلمی)

فمنذ ذالك تركت الفلسفة الاولیٰ لانی لم ارفیها الازخرفة ورأیت ظلمتها تاتی بالرین وتجلب الشین وتسلب الدین فخفت منها علی الدین خوف الدین اعقل من ثقل الدین واشتغالی بالهیأة والهندسة والزیج واللوغارثمات وفنون الریاضی لیس لیکون فیه ارتیاضی بل انما التوجه ترویحًا للقلب علی جهة التفکه نعم ربما افصدها لعلم التوقیت و تحدید الاوقات نفعًا للمسلمین فی الصوم والصلٰوة ۔

اما فنو نی التی انا بها ولها و رزقت لحبها شغفا ولها فاحد ثلثة ——— حمایة جانب سید المرسلین صلوات اللّٰه تعالیٰ وسلامه علیه وعلیهم اجمعین من اطالة لسان کل وهابی مهین بکلام مُهین وهذا و هو حسبی ان یتقبل ربی وهذا هو ظنی رحمة ربی وقد قال انا عند ظن عبدی بی، ثم نکایة بقیة المبتدعین ممن یدعی الدین وما هم الا المفسدین، ثم الافتاء بقدر الطاقة علی المذهب الحنفی المتین المبین [1]

(ترجمہ و تلخیص) میں نے اس وقت سے فلسفہ اولیٰ کو ترک کیا میں نے محسوس کیا کہ اس میں

---

[1] احمد رضا خان: الاجازة الرضویة لمبجل المکة البهیة، (قلمی)، ص ۳۷، ۳۸

نوٹ: الاجازة الرضویہ الخ الاجازات المتینة (مرتبہ مولانا حامد رضا خاں) میں شامل دوسری سند کا تاریخی نام ہے جو شیخ اسماعیل خلیل وغیرہم کو فاضل بریلوی نے عنایت فرمائی تھی۔ الاجازات المتینة کا ایک قلمی نسخہ مرتبہ محمد صدیق اکبر صاحب جو جناب مفتی اعجاز ولی صاحب (لاہور) کے نسخہ پر مبنی ہے، جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی عنایت سے ملا ہے جس کے لئے ان کا شکرگزار ہوں۔ مسعود

سوائے طمع کاری کے کچھ نہیں۔ اس کی ظلمت اور زنگ ایسا چھاتا ہے کہ دین سلب کر لیتا ہے اور اس ظلمت کی وجہ سے قیامت کا خوف ہلکا ہو جاتا ہے اس لئے میں نے اپنی دینی ذمہ داریوں پر غور کیا ——— اور ہیئت، ہندسہ، نجوم، لوگارثمات اور فنون ریاضی سے میرا شغف اس لئے نہیں کہ اس میں مجھے مزید مشق حاصل ہو بلکہ یہ توجہ تو محض تفریح طبع کیلئے ہے اس کے علاوہ اس سے وقت کی تعیین اور تعدیل میں مدد ملتی ہے جس سے مسلمانوں کو نماز روزے میں فائدہ پہنچتا ہے۔

مجھے تین کاموں سے دلچسپی ہے اور ان کی لگن مجھے عطا کی گئی ہے تفصیل یہ ہے:۔

(۱) سید المرسلین صلوۃ اللہ تعالیٰ وسلام علیہ وعلیہم اجمعین کی حمایت کرنا کیونکہ ہر ذلیل وہابی آپ کی شان میں توہین آمیز کلام سے زبان درازی کر رہا ہے۔
——— میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرا رب اسے قبول فرمائے گا اور رب کی رحمت کے بارے میں میرا یہی ظن ہے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے:۔

میں اپنے بندے سے اس کے حسن ظن
کے مطابق معاملہ فرماتا ہوں۔

(۲) ان کے علاوہ دیگر بدعتیوں کی بیخکنی جو دین کے دعویدار ہیں حالانکہ وہ مفسد محض ہیں۔

(۳) حسب استطاعت اور واضح مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی۔

○

فاضل بریلوی ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں اپنے والد ماجد مولانا محمد نقی علی خاں علیہ الرحمہ کے ہمراہ حضرت شاہ آل رسول علیہ الرحمہ (م ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہو کر اجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے ——— فاضل بریلوی نے اپنے دیوان میں اپنے مرشد طریقت کی شان میں ایک منقبت لکھی ہے جس کا مطلع ہے:۔

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آل رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول[1]

فاضل بریلوی کو جن سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت حاصل تھی اس کی تفصیل خود موصوف نے اس طرح لکھی ہے :۔

(۱) قادریہ برکاتیہ جدیدہ (۲) قادریہ آبائیہ قدیمہ (۳) قادریہ اصدلیہ (۴) قادریہ رزاقیہ
(۵) قادریہ منوریہ (۶) چشتیہ نظامیہ قدیمہ (۷) چشتیہ محبوبیہ جدیدہ (۸) سہروردیہ واحدیۃ
(۹) سہروردیہ فضلیہ (۱۰) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ (۱۱) نقشبندیہ علائیہ علویہ (۱۲) بدیعیہ
(۱۳) علویہ منامیہ[2] وغیرہ وغیرہ

مندرجہ بالا سلاسل میں اجازت کے علاوہ فاضل بریلوی کو مصافحات اربعہ کی سندات بھی ملیں جس کی تفصیل موصوف نے اس طرح تحریر فرمائی ہے :۔

(۱) مصافحۃ الجنیّہ (۲) مصافحۃ الخضریہ
(۳) مصافحۃ المعمریّہ (۴) مصافحۃ المنامیّہ[3]

ان مصافحات و اجازات کے علاوہ مختلف اذکار، اشغال و اعمال وغیرہ کی بھی آپ کو اجازت حاصل تھی مثلاً خواص القرآن، اسمائے الٰہیہ، دلائل الخیرات، حصن حصین، حزب البحر، حزب البر، حزب النصر، حرز الامیرین، حرز الیمانی، دعائے مغنی، دعائے حیدری، دعائے عزرائیلی، دعائے سریانی، قصیدہ غوثیہ، صلوۃ الاسرار، قصیدہ بردہ وغیرہ وغیرہ۔

○

۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں فاضل بریلوی اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کی معیت

---

[1] احمد رضا خاں : حدائق بخشش، حصہ دوم، ص ۲۵
[2] حامد رضا خاں : الاجازات المتینہ، ص ۴۰ و ۴۱
[3] ایضاً : " " ، ص ۴۲

میں زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے۔ اس سفر مبارک میں مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ روانگی کے وقت ایک نظم تحریر فرمائی جو واردات و کیفیات قلبیہ کی آئینہ دار ہے اور جس کے حرف حرف سے بوئے محبت پھوٹ رہی ہے۔ اس نظم کا مطلع ہے:

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے، کعبہ کا کعبہ دیکھو[1]

اس سفر مقدس میں حرمین شریفین کے اکابر علما مثلاً مفتی شافعیہ سید احمد دحلان (م ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء) اور مفتی حنفیہ شیخ عبدالرحمٰن سراج (م ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء) وغیرہم سے حدیث، تفسیر، فقہ اور اصول فقہ میں سندیں حاصل کیں۔ اور اسی سفر مبارک میں حرم شریف میں نماز مغرب کے بعد ایک روز امام شافعیہ شیخ حسین بن صالح (م ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۴ء) بغیر کسی سابقہ تعارف کے آگے بڑھ کر فاضل بریلوی کا ہاتھ پکڑتے ہیں اور اپنے ساتھ گھر لے جاتے ہیں، فرطِ محبت سے دیر تک آپ کی نورانی پیشانی دیکھتے رہتے ہیں اور جوشِ عقیدت میں فرماتے ہیں:۔

انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین[2]

بیشک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور محسوس کر رہا ہوں۔

شیخ حسین بن صالح موصوف نے فاضل بریلوی کو صحاح ستہ کی سند اور سلسلۂ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے عنایت فرمائی، اور آپ کا نام ضیاء الدین احمد رکھا۔

○

۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں فاضل بریلوی دوسری بار حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کیلئے

---

[1] احمد رضا خاں: حدائق بخشش، حصہ اوّل، ص ۵۷

[2] رحمان علی: تذکرۂ علمائے ہند ص ۹۹

نوٹ: مولانا رحمان علی نے اس سفر حج کے واقعات و حالات کو تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا۔ ہم نے یہ تمام تفصیلات اس کتاب میں مناسب جگہ درج کر دی ہیں۔ م

تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر ایک نظم لکھی جو ان کے نعتیہ دیوان میں شامل ہے اور جس کا مطلع ہے :-

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے [1]

اس سفر مبارک میں علمائے حجاز نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی جس کا بخوبی اندازہ حسام الحرمین (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) الدولۃ المکیہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء) اور کفل الفقیہ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) وغیرہ کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ چونکہ یہ ہماری کتاب کا موضوع ہے اس لئے ہم نے اصل کتاب میں اس پہلو پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ یہاں مختصراً کچھ عرض کرتے ہیں۔

مکہ معظمہ میں فاضل بریلوی کی جو قدر و منزلت ہوئی اس کا آنکھوں دیکھا حال شیخ اسماعیل خلیل علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اہل مکہ جوق در جوق آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے، بہت سے حضرات نے آپ سے التجا کی کہ ان کو سند اجازت مرحمت فرمائی جائے چنانچہ ان کے اصرار کی وجہ سے ایسا ہی کیا گیا۔

مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ اس سفر میں فاضل بریلوی کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے الاجازات المتینہ کے مقدمے میں لکھا ہے کہ اجازت طلبی کے لئے سب سے پہلے مولانا سید عبدالحیی مکی (م ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء) تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ ایک جوان صالح شیخ حسین جمال بن عبدالرحیم بھی تھے۔ دونوں حضرات کو سندات اجازت مرحمت فرمائیں۔ ان کے بعد مولانا شیخ صالح کمال (م ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) اور بعض دوسرے اہل علم آئے اور اجازت سے مشرف ہوئے۔ پھر مولانا سید اسماعیل خلیل (م ۱۳۳۱ھ/۱۹۲۰ء) تشریف لائے چنانچہ موصوف کو اور ان کے بھائی سید مصطفیٰ خلیل (م ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) کو اجازت سے نوازا گیا۔ ان کے بعد شیخ احمد خضراوی تشریف لائے پھر اور لوگ بھی آنے لگے سب کو اجازت سے مشرف فرمایا۔ بعض حضرات رہ گئے تو ان سے وعدہ فرمایا کہ وطن عزیز واپسی کے بعد سندات

---

[1] احمد رضا خاں : حدائق بخشش، حصہ اول ص ۹۲

ارسال کردی جائیں گی۔ قیام مکہ ہی کے زمانے میں شیخ عبدالقادر کردی (م ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء) اور ان کے صاحبزادے شیخ فرید (م بعد ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء) اور سید محمد عمر وغیرہم کو بھی اجازت سے مشرف فرمایا۔ اس کے بعد فاضل بریلوی دربار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لیگئے یہاں جس اکرام و اعزاز سے نوازا گیا اس کا آنکھوں دیکھا حال حضرت مولانا عبدالکریم مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ــــــــــ کی زبانی سنئے۔ وہ اپنے ذاتی تاثرات کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :-

انّی مقیم بالمدینۃ الامینۃ منذ سنین ویاتیھا من الھند الوف من الغلمین ۔ فیھم علماء وصلحاء و اتقیاء ورأیتھم یدورون فی سکک البلد لا یلتفت الیھم من اھلہ احد و اری العلماء الکبار العظماء الیک مھرعین و باجلالک مسرعین ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم [1]۔

(ترجمہ تلخیص) میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں، ہندوستان سے ہزاروں صاحب علم آتے ہیں ان میں علماء، صلحاء، اتقیاء، سب ہی ہوتے ہیں، میں نے دیکھا کہ وہ شہر کے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں اور کوئی بھی ان کو مڑ کر نہیں دیکھتا، لیکن فاضل بریلوی (کی شان عجیب ہے) یہاں کے علماء اور بزرگ سب ہی ان کی طرف جوق در جوق چلے آرہے ہیں اور ان کی تعظیم میں بعجلت کوشاں ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

مدینہ طیبہ میں بھی فاضل بریلوی سے بہت سے علماء نے اجازت حاصل کی، بہت سوں کو زبانی اجازت مرحمت فرمائی، اور بعض حضرات سے وعدہ کیا کہ وطن عزیز واپسی کے بعد سندات ارسال کردی جائیں گی مثلاً شیخ عمر بن حمدان المحرسی، سید مامون البری، شیخ الدلائل شیخ محمد سعید

[1] حامد رضا خاں : الاجازۃ المتینہ ، ص ۔ ۷

وغیرہم چنانچہ جب وطن واپسی کے بعد سندات کی ترسیل میں تاخیر ہوئی تو ان حضرات نے یاددہانی کرائی سید اسماعیل خلیل (م سنہ ۱۳۳۱ھ/ سنہ ۱۹۲۰ء) اسی قسم کے ایک وعدے کی یاددہانی اپنے مکتوب محررہ ۱۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۵ھ/ سنہ ۱۹۰۷ء میں اس طرح کراتے ہیں :-

ووعدتم الحقير و اخاه بارسال الاجازة بمروياتكم فلم تات "فكان اقرب الناس اليكم ابعدهم اوكنا نسيًا منسيًا" [1]

(ترجمہ) آپ نے حقیر اور اس کے بھائی سے اپنی مرویات کی اجازت بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا، لیکن ابھی تک اجازت موصول نہیں ہوئی جو آپ سے زیادہ قریب تھا وہ بہت دور ہوگیا "یا ہمیں بالکل ہی بھلا دیا گیا ہے؟

اسی طرح سید مامون البری مدنی اپنے مکتوب محررہ محرم الحرام سنہ ۱۳۲۶ھ/ سنہ ۱۹۰۸ء میں اس طرح یاددہانی کراتے ہیں :-

وقد وقع منكم الوعد عند وصولكم الى المدينة الطيبة بان تمنحوا من فضلكم الاجازة فى علوم الحديث والتفسير وغيرها للفقير والفقير منتظر انجاز ذالك الوعد وكتابته وارساله الخير خير ما وعد [2]

(تلخیص) مدینہ منورہ کے زمانۂ قیام میں آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ علوم حدیث اور تفسیر وغیرہ میں حقیر کو سند اجازت تحریر فرما کر ارسال کریں گے، فقیر ایفائے وعدہ کا منتظر ہے۔

○

وطن عزیز واپسی کے بعد فاضل بریلوی کی خدمت میں علمائے عرب نے جو خطوط ارسال

---

[1] حامد رضا خاں : الاجازۃ المتینہ، ص ۹ و ۱۰

[2] ایضاً : ” ، ص ۱۳ و ۱۴

فرمائے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں محبت و عظمت راسخ ہو چکی تھی۔ چنانچہ سید اسماعیل خلیل حافظ کتب الحرام اپنے ایک مکتوب محررہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں فاضل بریلوی کے مکتوب گرامی موصول ہونے پر اپنی مسرت و انبساط کا اس طرح اظہار فرماتے ہیں :-

وصلنا عزیز مشرفکم علی طراز نُقار علماء المدینۃ المنورۃ علی صاحبھا افضل الصلوٰۃ والسلام فقرأناہ والسرور والحبور منزا یدات وتلوناہ والدموع والزافرات منتابعات۔ فما علمنا ھل ذالک لشدۃ الاشتیاق ام لعدم حصول الوصال والتلاق [1]

(ترجمہ و تلخیص) ہمیں آپ کا گرامی نامہ ملا، اس کو پڑھا تو خوشی پر خوشی میسر آئی اور آگے پڑھا تو آنسو بہنے لگے اور آہوں سے ہچکیاں بندھ گئیں۔ نہ معلوم یہ کیفیت شدت اشتیاق کی وجہ سے پیدا ہوئی یا وصل و ملاقات سے حرماں نصیبی کی وجہ سے!

اسی طرح ایک مکتوب محررہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء کا اس طرح آغاز فرماتے ہیں :-

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ شیخ الاسلام بلامدافع، وحید العصر بلامنازع، شیخنا واستاذنا وملاذنا وقدوتنا وعمدتنا یومنا وصادنا المولوی احمد رضا خان سلمہ اللہ الحنّان المنّان [2]

(ترجمہ و تلخیص) تمام تعریفیں اس خدا کیلئے ہیں جو یکتا ہے اور درود و سلام اس مقدس ہستی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں، بے بدل شیخ الاسلام، بلا تردید یکتائے روزگار ـــــ ہمارے محبوب شیخ اور آقا، ہمارے پسندیدہ قائد اور دین و دنیا میں ہمارا سہارا مولوی احمد رضا خاں ـــــ خدائے حنّان و منّان انہیں سلامت رکھے!

---

[1] حامد رضا خاں: الاجازات المتینہ، ص ۱۱ [2] حامد رضا خاں: الاجازۃ المتینہ، ص ۹

اسی طرح مولانا سید مامون البری المدنی علیہ الرحمہ اپنے مکتوب محررہ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء کا اس طرح آغاز فرماتے ہیں، اس تحریر کے حرف حرف سے جوشِ عقیدت و محبت نمایاں ہے :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ

الی الاستاذ العلامۃ البادع والملاذ الفھامۃ اللامع، صاحب القلم السیار والکلم الفائق لطفھا نعیم الاسحار" ذا الکمالات العالیۃ التی لا تتصور لحصرھا برسم وحد، فھوا لحقیق بان یقال انہ فی عصرہ اوحد، کیف وفضلہ اشھر من نار علی علم، والمشیر علی عالی ھممہ عند الامم ———— اعنی بہ حضرۃ الجناب المکرم المحترم وحید الاوان الشیخ سیدی احمد رضا خان ابقی اللہ عزہ وجلالہ عن الزوال مامونا وعن آفات الدھر مصئونا آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم[1]

(ترجمہ) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ

بنام نامی استاذ العلامہ، جو شیریں بیاں، خوش فکر، روشن ضمیر اور صاحب تقریر و تحریر ہیں، ان کی حلاوتِ بیان شب خیز واعظین کی تاثیر رکھتی ہے ۔ ان کی تحریریں بلند کمالات کی آئینہ دار ہیں، بادی النظر میں ہم ان کے کمالات عالیہ کے حقائق کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ حقیقت میں یوں کہنا چاہیے، کہ موصوف اپنے زمانے میں یکتا ہیں اور ان کا علم و فضل مشہور رہے اور وہ اقوام کے نزدیک اپنی عالی ہمتی کی وجہ سے معروف ہیں۔ (کون؟) اس سے میرا اشارہ حضرت جناب مکرم و محترم یکتائے روزگار، سیدی احمد رضا خاں کی طرف

---

[1] حامد رضا خان : الاجازۃ المتینہ، ص ۱۳

ہے۔ اللہ عزوجل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل انہیں زوال ونکبت اور آفات زمانہ سے بچائے رکھے (آمین)

فاضل بریلوی کی علمیت وفقاہت اور روحانی عظمت سے عرب وعجم کے بیشتر علماء متاثر تھے۔ ہم نے ان تمام تاثرات کو آیندہ اوراق میں قلم بند کیا ہے۔

O

فاضل بریلوی نے ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء یوم جمعۃ المبارک دوپہر دو بج کر ۳۸ منٹ پر بریلی میں وصال فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ — مولانا حسنین رضا خاں جنہوں نے اس الوداعی سفر کا رُوح پرور نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ تحریر فرماتے ہیں کہ فاضل بریلوی نے

وصیت نامہ تحریر کرایا پھر اس پر خود عمل کرایا۔ وصال شریف کے تمام کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ارشاد ہوتے رہے، جب ۲ بجنے میں ۴ منٹ باقی تھے وقت پوچھا، عرض کیا گیا۔ اس وقت ۱ بج کر ۵۶ منٹ ہو رہے ہیں۔ فرمایا "گھڑی رکھ دو" — یکایک ارشاد فرمایا "تصاویر ہٹا دو" — حاضرین کے دل میں خیال گزرا کہ یہاں تصاویر کا کیا کام، یہ خطرہ گزرتا تھا کہ خود ارشاد فرمایا "یہی کارڈ، لفافہ، روپیہ، پیسہ" —— پھر ذرا وقفے سے برادر معظم حضرت مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب سے ارشاد فرمایا "وضو کر آؤ، قرآن عظیم لاؤ" — ابھی وہ تشریف نہ لائے تھے کہ برادرم مولانا مصطفےٰ رضا خاں سے پھر ارشاد فرمایا "اب بیٹھے کیا کر رہے ہو، سورہ یٰسٓ شریف اور سورہ رعد شریف تلاوت کرو" —

اب آپ کی عمر شریف سے چند منٹ رہ گئے ہیں، حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں، ایسے حضور قلب اور تیقظ سے سنیں کہ جس آیت میں اشتباہ ہوا یا سننے میں پوری نہ آئی یا سبقت زبان سے زیر وزبر میں اس وقت فرق ہوا، خود تلاوت فرما کر بتا دی ——————

سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے تمام و کمال بلکہ معمول شریف سے زائد پڑھیں پھر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پورا پڑھا جب اس کی طاقت نہ رہی اور سینے پر دم آیا ' ادھر ہونٹوں کی حرکت ذکر پاس انفاس کا ختم ہوتا تھا کہ چہرہ مبارک پر ایک لمعہ نور کا چمکا جس میں جنبش تھی جس طرح آئینے میں لمعان خورشید جنبش کرتا ہے اس کے غائب ہوتے ہی وہ جان نور جسم اطہر حضور سے پرواز کر گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ —

خود اسی زمانے میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا " جنہیں ایک جھلک دکھا دیتے ہیں وہ شوق دیدار میں ایسے جاتے ہیں کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا "[1]

مولانا عبدالعزیز محدث مراد آبادی (استاذ دار العلوم اشرفیہ اعظم گڑھ) درگاہ اجمیر شریف کے سجادہ نشین دیوان سید آل رسول صاحب کے عم محترم علیہ الرحمہ (جو ایک بلند پایہ بزرگ تھے) کی زبانی ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جس سے فاضل بریلوی کی ساعت وصال کی حقیقی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے ' راوی معتبر ہے اور بات خواب کی ہے ، اس لئے تنگ دلی یا تعصب سے کسی کا جھٹلانا نامناسب اور غیر معقول ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت قلبی سے نوازا ہے وہ اس واقعہ سے ضرور روشنی حاصل کریں گے ۔

فاضل موصوف فرماتے ہیں : ۔

ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء میں ایک شامی بزرگ دہلی تشریف لائے ان کی آمد کی خبر پاکر ' ان سے ملاقات کی ' بڑی شان و شوکت کے بزرگ تھے ' طبیعت میں بڑا ہی استغنا تھا ، مسلمان جس طرح عربوں کی خدمت کیا کرتے تھے ' ان کی بھی خدمت کرنا چاہتے تھے ' نذرانہ پیش کرتے تھے مگر وہ قبول نہیں

---

[1] بدرالدین احمد : سوانح اعلیٰ حضرت ' مطبوعہ لاہور ' ص ۳۶۱ و ۳۶۲

کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بفضلہ تعالیٰ میں فارغ البال ہوں مجھے ضرورت نہیں، ان کے اس استغناء اور طویل سفر سے تعجب ہوا، عرض کیا "حضرت! یہاں تشریف لانے کا سبب کیا ہے؟" ــ فرمایا "مقصد تو بڑا زریں تھا لیکن حاصل نہ ہوا جس کا افسوس ہے۔"

"واقعہ یہ ہے کہ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو میری قسمت بیدار ہوئی خواب میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زیارت نصیب ہوئی، دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاضرِ دربار ہیں، لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے، قرینے سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی کا انتظار ہے، میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا "فداک ابی وامی! کس کا انتظار ہے؟" ــــــ ارشاد فرمایا "احمد رضا کا انتظار ہے۔" میں نے عرض کیا "احمد رضا کون ہیں؟" ــــــ فرمایا "ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔" بیداری کے بعد میں نے تحقیق کی، معلوم ہوا مولانا احمد رضا خاں صاحب بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور بقیدِ حیات ہیں۔ مجھے مولانا کی ملاقات کا شوق ہوا، میں ہندوستان آیا، بریلی پہنچا، معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا اور وہی ۲۵ صفر ان کی تاریخ وصال تھی، میں نے یہ طویل سفر صرف ان کی ملاقات کے لئے ہی کیا لیکن افسوس کہ ملاقات نہ ہو سکی۔[1]

از درِ دوست چہ گویم بچہ عنواں رفتم
ہمہ شوق آمدہ بودم، ہمہ حرماں رفتم

شہر بریلی محلہ سوداگران میں دارالعلوم منظر اسلام کے شمالی جانب ایک پُرشکوہ عمارت

---

[1] بدر الدین احمد: سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۳۶۶ تا ۳۶۸ (بحوالہ ماہنامہ پاسبان، الٰہ آباد (شمارہ مارچ و اپریل ۱۹۶۲ء، ص ۴)

میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ کا عرس ہر سال ۲۴ اور ۲۵ صفر کو ہوا کرتا ہے اور اکناف ہند کے علماء و مشائخ اس میں شریک ہوتے ہیں۔

○

فاضل بریلوی کی باقیات صالحات میں ان کی تعداد تصانیف[1] قابل ذکر ہیں ۔ ایک اندازے کے مطابق یہ تصانیف و تعلیقات پچاس مختلف علوم و فنون پر ایک ہزار کے قریب ہیں[2]۔ مولانا رحمان علی نے اپنی تالیف تذکرۂ علمائے ہند میں (جو ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء میں لکھنی شروع کی)، فاضل بریلوی کی پچاس تصانیف کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے :-

تصانیف وے تا ایں زماں ہفتاد و پنج مجلد رسیدہ اند[3]

اس وقت فاضل بریلوی کی عمر شریف تقریباً ۳۱ سال ہو گی اور چودہ برس کی عمر میں فتوے نویسی کا آغاز فرما کر علمی دنیا میں قدم رکھا، اس طرح یہ ۷۵ تصانیف تقریباً ۱۸ سال کی کاوش کا نتیجہ ہیں، اس کے بعد ۳۵ سال حیات رہے جب ابتدا کا یہ عالم ہے تو انتہا کیسی شاندار ہو گی۔

۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں جب کہ آپ دوسری بار زیارت حرمین شریفین اور حج کے لئے تشریف لے گئے ہیں اپنی تصانیف کی تعداد دو سو (۲۰۰) تحریر فرمائی ہے اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۵۱ سال ہو گی اس قدر تصانیف کے علاوہ فاضل بریلوی نے مختلف علوم و فنون کی تقریباً اسی کتابوں[4]

---

[1] یوسف الیان سرکیس نے معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ میں "الشیخ احمد رضا" کے ذیل میں مندرجہ ذیل دو کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ غالباً یہ بھی فاضل بریلوی کی تصانیف ہیں :

(ا) ھدیۃ المعلمین الی ما یجب فی الدین (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء)

(ب) العراقیات ۔ (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء)

(معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ، مطبوعہ مصر ۔ ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء جلد اول ص ۹۳۹)

[2] ضمیمہ المعتقد المنتقد (مع المعتمد المستند) مطبوعہ لاہور (از مفتی محمد اعجاز ولی خاں) ص ۔ ۲۴۶

[3] رحمان علی نذکرۂ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء، ص ۔ ۱۸

(ب) نظامی بدایونی : قاموس المشاہیر، جلد اول، ص ۶۶

[4] راقم نے ان کا شمار ڈیڑھ سو تک پیش کیا ہے۔ (اختر)

پر تعلیقات و حواشی تحریر فرمائے اور اس سارے علمی سرمایہ کے علاوہ آپ کا فقہی شاہکار فتاویٰ رضویہ ہے جس کا پورا نام "العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ" ہے ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء تک فاضل بریلوی نے اس کی سات مجلدات کا ذکر فرمایا ہے جو بعد میں بارہ مجلدات تک پہنچ گئیں اور جن میں پانچ شائع بھی ہو گئیں۔ ہر ایک جلد جہازی سائز کے ہزار سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے۔ تاریخ الفتاویٰ میں یہ مجموعہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔

فاضل بریلوی نے اس کے چند اوراق بطور نمونہ مکہ معظمہ کے فاضل سید اسمٰعیل خلیل حافظ کتب الحرام کو ارسال فرمائے تھے۔ موصوف نے اپنے مکتوب محررہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء میں ان اوراق فتاویٰ پر اس طرح تبصرہ فرمایا ہے:-

تفضل علینا سیدنا بعدۃ اوراق من فتاویہ انموذجۃ نرجو اللہ عزشانہ ان یسھل ویقارب لکم الاوقات لاتمامھا فی اقرب حین فانھا حریۃ بان یعتنیٰ بھا جعلھا اللہ تعالیٰ لکم ذخرا لیوم المعاد و واللہ اقول والحق اقول انہ لو راٰھا ابو حنیفۃ النعمان لاُقرت عینہ و یجعل مولفھا من جملۃ الاصحاب[ا]

(ترجمہ) ہمارے آقا نے فتاویٰ پر مشتمل ہمیں نمونے کے طور پر چند اوراق عنایت فرمائے ہیں۔ ہمیں اللہ عزشانہٗ سے امید ہے کہ وہ ان کی تکمیل کے لئے آپ کے اوقات میں آسانی اور جلدی کے مواقع عطا فرمائے گا۔ چوں کہ وہ خالص علمیت پر مبنی ہیں۔ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو آخرت میں سرخروئی عطا فرمائیگا اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں ان فتووں کو اگر ابوحنیفہ نعمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی اور اس کے مؤلف کو اپنے (اجلہ) تلامذہ میں شامل فرماتے۔

ا؎ حامد رضا خاں : الاجازات المتینۃ، ص - ۹

○

دوسرا علمی شاہکار قرآن کریم کا اردو ترجمہ ہے جو "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں منظر عام پر آیا۔ فاضل بریلوی کے خلیفہ اور جلیل القدر عالم مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے خزائن العرفان کے نام سے اس پر تفسیری حواشی تحریر فرمائے[1]۔ قرآن کریم کے اردو میں بیشمار ترجمے ہوئے ہیں گو اولیت شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کے ترجمہ موضح قرآن (۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء) کو حاصل ہے لیکن نگاہ عشق و مستی سے اگر دیکھا جائے تو فاضل بریلوی کا ترجمہ قرآن امتیازی حیثیت رکھتا ہے اور اپنی مثال آپ ہے۔

فاضل بریلوی کی تصانیف اور تعلیقات ...... کے متعلق تفصیلات مختلف کتابوں سے حاصل کی جاسکتی ہیں[2]۔ ان کی تصانیف کا تعارف بجائے خود ایک تحقیقی مقالے کا محتاج ہے۔

○

فاضل بریلوی متبحر عالم اور بلند پایہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ سخن فہمی و سخن سنجی اور سخن گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ نے نعت گوئی کو مسلک شعری کے طور پر اپنایا اور اس

---

[1] مولوی سرفراز گکھڑوی نے ان حواشی پر چند اعتراضات وارد کئے ہیں جن کا مسکت جواب مولانا غلام رسول سعیدی نے توضیح البیان لخزائن العرفان کے نام سے تحریر کیا ہے۔

[2] تفصیلات کے لئے ان ماخذ کی طرف رجوع کیا جائے:۔

(ا) رحمان علی : تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۶ و ۱۷

(ب) قاموس الکتب اردو، جلد اول۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء ص ۱، ۱۴۱، ۲۱۸، ۳۸۲، ۷۶۳، ۸۸۳، ۹۱۰، ۹۲۳، ۹۲۴، ۱۰۶۳

(ج) بدرالدین احمد : سوانح اعلیٰحضرت، ص ۳۶۹ تا ۳۸۱

(د) ظفرالدین بہاری : المجمل المعدد لتالیفات المجدد، ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء

نوٹ: یہ رسالہ مرکزی مجلس رضا لاہور کی طرف سے ۱۹۷۴ء میں شائع ہوگیا ہے۔

میدان میں خوب خوب دادِ سخن دی تھی۔ آپ کی نعتیں جذباتِ قلبیہ کا بے سروپا اظہار نہیں بلکہ آدابِ عشق و محبت کی آئینہ دار ہیں، اس حیثیت سے اردو ادب میں آپ نعت گو شعراء کے سرتاج ہیں ؎

یہی کہتی ہے بلبل باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبعِ رضا کی قسم

فاضل بریلوی کی وسعتِ علمی کے سامنے شعر گوئی کوئی حیثیت نہیں رکھتی لیکن یہاں اس پہلو پر مجملاً اس لئے روشنی ڈالی گئی کہ شعر گوئی میں نعت گوئی اپنا ایک مخصوص مقام رکھتی ہے اور وہ ایک عالم کے شایانِ شان بھی ہے بشرطیکہ حدودِ ادب کے اندر رہ کر کی جائے۔ فاضل بریلوی کا کمالِ نعت گوئی دیکھنا ہو تو یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں جس کا راوی ایک صاحبِ نسبت بزرگ ہے:۔

پشاور سے راقم کے ایک کرم فرما محترم تاج محمد صدیقی القادری دام عنایتہٗ نے اپنے مرشدِ طریقت حضرت حافظ سید احمد شاہ صاحب قادری علیہ الرحمہ کے حوالے سے یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ جب وہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مسجدِ نبوی کے باہر ایک مجلس جمی ہے، سب روضۂ مبارک کی طرف متوجہ بیٹھے ہیں۔ نواب رام پور بھی ہیں، ایک نعت خواں فاضل بریلوی کی یہ نعت پڑھ رہا ہے جس کا مطلع ہے ؎

حاجیو! آؤ، شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو

ایک کیف و سرور کا عالم ہے، مجلس پر رقت طاری ہے۔

علماءِ مدینہ فاضل بریلوی کی قادر الکلامی کو دیکھ کر بیساختہ پکار اٹھے:۔

کان صاحب المشاھدۃ وصاحب مقام الفنا فی الرسول صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم

۱؎ ماخوذ از مکتوب محررہ ۲۴ نومبر ۱۹۷۵ء، پشاور

۱؎ ملک شبیر محمد خاں اعوان کا ایک مقالہ بعنوان "مولانا احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری" مرکزی مجلس رضا نے ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۳ء میں لاہور سے شائع کر دیا ہے ——— ماہنامہ فاران (کراچی) ستمبر ۱۹۷۳ء میں (ص ۴۴ تا ۴۸) اس مقالے پر تبصرہ (باندازِ تنقیص و تنقید) پڑھ کر افسوس ہوا، صرف خامیوں پر نظر رکھنا اور خوبیوں کو نظر انداز کر دینا اہلِ دانش کو زیب نہیں دیتا۔ مسعود

اولادِ امجاد

فاضل بریلوی کے یہاں دو صاحب زادے اور پانچ صاحبزادیاں تولد ہوئیں (حیات اعلیٰ حضرت، ص ۱۸) دونوں صاحبزادگان اپنے وقت کے عالم جلیل ہوئے۔ بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں بریلی میں پیدا ہوئے، محمد نام اور عرف حامد رضا تجویز کیا گیا، کتب معقول و منقول والد ماجد سے پڑھیں۔ ۱۹ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے، عربی ادب پر بڑا عبور حاصل تھا چنانچہ رسالہ الاجازۃ المتینۃ کا عربی مقدمہ اس حقیقت پر شاہد ہے۔ اس کے علاوہ رسالہ الدولۃ المکیہ اور الفیوضات المکیہ کا کامیاب اردو ترجمہ کیا ہے۔ ۷۰ برس کی طویل عمر پائی، ۲۳ سال والد ماجد کے جانشین رہے برسہا برس دارالعلوم منظر اسلام میں درس حدیث دیا، علم و فضل میں اپنے والد ماجد کا آئینہ تھے فاضل بریلوی آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں "حامد منی، انا من حامد"

مولانا حامد رضا خاں صاحب تصنیف بزرگ تھے، مسئلہ ختم نبوت پر رسالہ الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی، مسئلہ اذان پر سد الفرار طبع ہو چکے ہیں رسالہ ملا جلال کا حاشیہ قلمی صورت میں محفوظ ہے، نعتیہ دیوان اور مجموعہ فتاویٰ حال ہی میں شائع ہو چکے ہیں۔

مولانا حامد رضا خاں نے ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء کو عین حالت نماز میں وصال فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

دوسرے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء کو پیدا ہوئے ان کا نام محمد رکھا گیا اور عرفی نام مصطفیٰ رضا تجویز کیا گیا۔ ابتدا میں برادر بزرگ سے تعلیم حاصل کی۔ پھر مولانا شاہ رحیم الٰہی منگلوری سے خاص طور پر مستفید ہوئے [1]۔ اس کے بعد والد ماجد سے علوم دینیہ کی تکمیل کی۔

---

[1] محمود احمد قادری: "تذکرہ علماء اہل سنت" مطبوعہ اسلام آباد۔ بھوانی پور (مظفر پور)، ص ۲۲۳

مولانا مصطفےٰ رضا خاں نے اشاعت و تبلیغ اسلام اور تحریک پاکستان کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا چنانچہ ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء میں شردھانند کی فتنۂ ارتداد کا مقابلہ کیا اور تبلیغی مشن میں مقیم رہے۔ ۱۳۶۵ھ/ اپریل ۱۹۴۶ء میں تحریک پاکستان کی حمایت کے سلسلے میں آل انڈیا سنی کانفرنس (جمہوریت اسلامیہ مرکزیہ) کے اجلاس میں شریک ہوئے اور اسلامی حکومت کے لائحہ عمل کی تشکیل کے لئے جو کمیٹی بنائی گئی تھی اس کے ایک اہم رکن تھے [1]

مولانا مصطفےٰ رضا خاں بفضلہ تعالیٰ بقید حیات ہیں اور بریلی میں بیعت وارشاد اور فتویٰ نویسی کے فرائض بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ الفتاوی المصطفویہ آپ کی علمی یادگار ہے۔

○

فاضل بریلوی کے بیشمار خلفا تھے جو پاک و ہند اور حرمین شریفین میں پھیلے ہوئے تھے ——

الاجازات المتینہ کے مطالعہ سے حرمین شریفین میں آپ کے خلفا کی تعداد کا ایک سرسری اندازہ ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی نے سات مختلف سندیں تحریر فرمائیں جو صاحب اجازت کے نام اور مرتبے کے لحاظ سے معمولی ترمیم و اضافہ کے ساتھ عنایت کی گئیں۔

(ا) پہلی سند شیخ محمد عبدالحیٔ ابن الشیخ الکبیر السید عبدالکبیر الکتانی الحسنی کو عنایت فرمائی۔

(ب) دوسری سند شیخ اسماعیل خلیل کے لئے مرحمت فرمائی۔ پھر معمولی ترمیم و اضافے کے ساتھ ان حضرات کو مرحمت فرمائی۔

(۲) شیخ مصطفےٰ خلیل	(۳) شیخ مامون البری المدنی	(۴) شیخ اسعد الدھان
(۵) شیخ عبدالرحمان	(۶) شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ	(۷) شیخ علی بن حسین
(۸) شیخ جمال بن محمد الامیر	(۹) شیخ عبداللہ بن ابی الخیر	(۱۰) شیخ عبداللہ دحلان
(۱۱) شیخ بکر رفیع	(۱۲) شیخ ابی حسین مرزوقی	(۱۳) شیخ حسن العجمی

[1] غلام معین الدین نعیمی: حیات صدر الافاضل، مطبوعہ لاہور، ص ۱۸۰ و ۱۹۰

(۱۴) شیخ الدلائل سید محمد سعید (۱۵) شیخ عمر المحروسی (۱۶) شیخ عمر بن حمدان

(ج) تیسری سند شیخ احمد خضراوی المکی کو عنایت فرمائی

(د) چوتھی سند ضروری ترمیم و اضافے کے ساتھ ان حضرات کو عنایت فرمائی۔

(۱۸) شیخ ابوالحسن محمد المرزوقی (۱۹) شیخ حسین المالکی (۲۰) شیخ علی بن حسین

(۲۱) شیخ محمد جمال (۲۲) شیخ صالح کمال (۲۳) شیخ عبداللہ میرداد

(۲۴) شیخ احمد ابی الخیر میرداد (۲۵) سید سالم بن عید روس (۲۶) سید علوی بن حسن

(۲۷) سید ابوبکر بن سالم (۲۸) شیخ محمد بن عثمان دحلان (۲۹) شیخ محمد یوسف۔

(ھ) پانچویں سند شیخ عبدالقادر کردی کو عنایت فرمائی

(و) چھٹی سند شیخ محمد بن سید ابی بکر الرشیدی کو مرحمت فرمائی۔

(ز) ساتویں سند شیخ محمد سعید بن سید محمد المغربی کو عنایت فرمائی۔

یہ وہ علماء حرمین ہیں جن کو تحریری اجازت نامے عنایت فرمائے، بہت سے حضرات کو زبانی اجازت مرحمت فرمائی کہ ان کی تعداد کا علم نہیں۔

○

حرمین شریفین کے علاوہ پاک و ہند میں بھی فاضل بریلوی کے بکثرت خلفاء ہیں جن حضرات کے اسمائے گرامی معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں:۔

(۱) مولانا حامد رضا خاں (۲) مولانا مصطفےٰ رضا خاں (۳) مولانا محمد ظفر الدین بہاری

(۴) مولانا سید دیدار علی شاہ (۵) مولانا امجد علی اعظمی (۶) مولانا نعیم الدین مراد آبادی

(۷) مولانا احمد اشرف اشرفی جیلانی (۸) مولانا احمد مختار صدیقی (۹) مولانا عبدالاحد قادری

(۱۰) مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (۱۱) مولانا محمد رحیم بخش آروی (۱۲) مولینا لعل محمد خاں مدراسی

(۱۳) مولانا عمر بن ابوبکر (۱۴) مولانا ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی (۱۵) مولینا محمد شفیع بیسلپوری

(۱۶) مولانا محمد حسنین رضا خاں (۱۷) مولینا محمد شریف کوٹلی لوہاراں (۱۸) مولانا امام الدین کوٹلی لوہاراں

(١٩) مولینا مفتی غلام جان ہزاروی (٢٠) مولانا احمد حسین امروہوی (٢١) مولینا عبدالسلام جبل پوری
(٢٢) مولانا برہان الحق محمد عبدالباقی جبل پوری (٢٣) سید فتح علی شاہ [1]
(٢٤) مولینا ابوالبرکات سید احمد قادری (٢٥) مولانا عمرالدین ہزاروی
(٢٦) مولانا شاہ محمد حبیب اللہ قادری (والد ماجد مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری)
(٢٧) مولانا میر مومن علی مومن جنیدی (٢٨) پروفیسر سید سلیمان اشرف
(٢٩) قاری محمد بشیرالدین جبل پوری

فاضل بریلوی کے تلامذہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے۔ بیشتر تلامذہ پاک و ہند میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور ملک کے طول و عرض میں پھیل کر فاضل بریلوی کے پیغام کو دور دور پہنچایا۔ تحریک پاکستان میں بھی آپ کے تلامذہ نے مثبت اور اہم کردار ادا کیا ہے۔ کسی فاضل کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔ فاضل بریلوی کے جن تلامذہ کے اسماء گرامی معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں:۔

(١) مولانا حسن رضا خاں (٢) مولینا محمد رضا خاں (٣) مولینا حامد رضا خاں
(٤) مولینا سید احمد اشرف کچھوچھوی (٥) مولینا سید محمد جیلانی کچھوچھوی (٦) مولینا ظفرالدین بہاری
(٧) مولینا عبدالواحد پیلی بھیتی (٨) مولینا حسنین رضا خاں (٩) مولینا سلطان احمد خاں
(١٠) مولینا سید امیر احمد (١١) مولینا حافظ یقین الدین (١٢) مولینا حافظ عبدالکریم
(١٣) مولینا سید نور احمد چاٹگامی (١٤) مولینا منور حسین (١٥) مولینا واعظ الدین
(١٦) مولینا عبدالرشید عظیم آبادی (١٧) مولینا شاہ غلام محمد بہاری (١٨) مولینا حکیم عزیز غوث
(١٩) مولینا نواب مرزا وغیرہ وغیرہ

---

[1] یہاں تک تمام تفصیلات مولانا بدرالدین احمد کی تالیف سوانح اعلیٰ حضرت (ص - ٣٠٦) سے ماخوذ ہیں۔ مسعود

فاضل بریلوی قدس سرہٗ

علماء حجاز کی نظر میں

حرمین شریفین میں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ جب آپ پہلی بار ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں حج بیت اللہ تشریف لے گئے تو اس قدر و منزلت کا آغاز ہو چکا تھا جس کی تفصیل مولانا رحمان علی نے تذکرہ علمائے ہند میں[1] اور مولینا محمد ادریس نگرامی نے تذکرۂ علمائے حال میں[2] بیان کی ہے۔ مولینا رحمان علی تحریر فرماتے ہیں :۔

۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ وہاں کے اکابر علماء یعنی سید احمد دحلان (مفتی شافعیہ) اور عبدالرحمن سراج (مفتی حنفیہ) سے حدیث، فقہ، اصول، تفسیر اور دوسرے علوم کی سند حاصل کی۔ ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم علیہ السلام میں ادا کی، نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بغیر کسی سابقہ تعارف کے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے گھر لے گئے دیر تک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا :۔

انی لا اجد نور اللہ من ھذا الجبین

بیشک میں اس پیشانی سے اللہ کا نور پاتا ہوں،

---

[1] مولینا رحمان علی (۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء تا ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) نے تذکرہ علمائے ہند نامی کتاب ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷-۸ء میں لکھنی شروع کی، غالباً ۱۳۰۷-۸ھ/۱۸۹۰-۹۱ء میں پایۂ تکمیل تک پہنچی اور اس کا پہلا اڈیشن ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔

[2] محمد ادریس نگرامی تطبیب الاخوان بذکر علمائے الزمان (ملقب بہ تذکرہ علمائے حال) مؤلفہ ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء مطبوعہ ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۷ء ص ۔ ۱۰ ۔ ۱۱

اس کے بعد صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا :-

تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔

سند مذکور میں امام بخاری علیہ الرحمۃ تک گیارہ واسطے ہیں، مکہ معظمہ میں شیخ جلیل موصوف کے ایماء سے رسالہ جوھرۂ مضیّہ کی شرح 'جو مناسک حج میں شافعی مذہب کے مطابق ہے' دو دن میں کی، یہ رسالہ شیخ حسین بن صالح کی تصنیف ہے مولوی احمد رضا خان اس کا نام

النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوھرۃ المضیّہ

رکھ کر شیخ کی خدمت میں لے گئے، شیخ نے ان کے حق میں تحسین و آفریں فرمائی [1]

ماہنامہ اعلیٰ حضرت (بریلی) کے ایک خصوصی شمارے میں فاضل بریلوی کے سفر حجاز کے واقعات و حالات کو ذرا مفصل بیان کیا گیا ہے۔ رسالہ مذکور میں مولوی شاہ محمود جان قادری نے ذکر رضا (منظوم) کے حاشیے میں شرح جوہرۂ مضیہ کا اس طرح تعارف کرایا ہے :-

فاضل بریلوی نے پہلے ابیات کا ترجمہ فرمایا۔ پھر شرح میں پہلے مطلب پھر اختلاف مذاہب شافعیہ و حنفیہ اور بیان مذہب حنفیہ میں اختیار راجح و ترک مرجوح وغیرہ کے ساتھ متصف فرمایا اور بروز دوشنبہ، ذی الحجہ سال مذکور (۱۲۹۶ھ ۱۸۷۸ء) کو ختم فرماکر ۔

النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوھرۃ المضیہ

سے ملقب فرمایا

پھر اس پر بعض تعلیقات و حواشی تحریر فرمائے جن میں فوائد لطیفہ و توضیح مسائل و تخریج احادیث وغیرہ کی گئی ہے، یہ تعلیق بھی ایک رسالہ ہو گئی جس کا

---

[1] رحمان علی : تذکرہ علمائے ہند، ص ۹۸ - ۹۹

نام ـــــــ الطرة الرضیه علی النیرة الوضیه
رکھا گیا، یہ کتاب قابلِ دید اور مسائلِ حج میں بے نظیر ہے، مطبع انوار احمدی لکھنؤ میں ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء میں طبع ہوئی۔ [1]

○

ان بیانات سے ایک طرف تو فاضل بریلوی کی علمی اور روحانی برتری اور تفوق کا اندازہ ہوتا ہے اور دوسری طرف عربی زبان پر مہارت تامہ کا پتہ چلتا ہے، ایسی مہارت جس پر خود اہلِ عرب رشک کریں، یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے، فاضل بریلوی کے خلیفہ اجل حضرت مولانا شیخ ضیاء الدین مدنی مدظلہ العالی نے علامہ حافظ محمد احسان الحق (گوجرانوالہ) سے بیان فرمایا :۔

ایک مرتبہ مصر کے فاضل ترین علماء کرام کے اجتماع میں میں نے اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کا مندرجہ ذیل قصیدہ عربیہ پڑھا تو انہوں نے بیک زبان کہا کہ یہ قصیدہ کسی فصیح اللسان، عربی النسل عالم دین کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ میں نے بتایا کہ اس قصیدے کے لکھنے والے مولانا احمد رضا بریلوی ہیں جو عربی نہیں بلکہ عجمی ہیں، علماء مصر حیرت کے سمندر میں ڈوب گئے کہ وہ عجمی ہو کر عربی میں اتنے ماہر ہیں۔ قصیدہ یہ ہے :۔

الحمد للمتوحد | بجلالہ المتفرد
وصلوتہ دوماً علی | خیر الانام محمد

---

[1] شاہ محمود جان : ذکر رضا، مطبوعہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت (بریلی) ۱۳۸۲ھ / جون ۱۹۶۲ء مجدد اعظم نمبر ص ۱۸ (یہ کتاب عنقریب مکتبہ رضویہ لاہور کی طرف سے شائع کی جا رہی ہے)۔

نوٹ : اس رسالے کے صفحہ ۲۶ پر مولینا حبیب الاسلام صاحب نسیم اعظمی نے تعارف کے عنوان سے علمائے حرمین شریفین کے اعزازی کلمات کو مختصراً پیش کیا ہے۔ مسعود

والآل والاصحاب هم — مادامَ عند شدائد

فالی العذابِ توسّلی — بکتابہ وباحمد

وبمن اتیٰ بکلامہ — وبمن هدیٰ وبمن هُدی

وبطیبة وبمن حوت — وبمنبر وبمسجد

وبکل من وجد الرضا — من عند ربٍّ واحد [1]

○

پہلی بار زیارت حرمین شریف کے موقع پر فاضل بریلوی کی جو عزت افزائی ہوئی اس کا مختصر حال اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں جب دوسری بار تشریف لے گئے تو وہ اعزاز و اکرام ہوا کہ اہل پاک و ہند کو جس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ انشاء اللہ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔ پہلی بار سفر حج کے بعد علمائے حرمین کے سامنے فاضل بریلوی کے بعض فتوے پیش کیے گئے جس سے ان کے دلوں پر آپ کی فضیلت علمی اور تحقیق و استدلال کا سکہ بیٹھ گیا، تعارف تو پہلے ہی ہو چکا تھا۔ من جملہ ان فتاوی کے فتاویٰ موسومہ

"الحام السنة لاهل الفتنة"

تھا جس کا موضوع ندوہ کے علماء کی تردید تھا[2]۔ ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء میں یہ رسالہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا اور اس پر ان کی تصدیقات حاصل کر کے ۱۳۱۷ھ میں یہ تصدیقات

"فتاوی الحرمین برجف ندوة المین"

---

[1] احمد رضا خاں: حدائق بخشش حصہ سوم، مطبوعہ بدایوں ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء ص ۲

نوٹ: قصیدہ عربیہ طویل ہے یہاں بخوف طوالت چند اشعار پیش کیے گئے ہیں۔ مسعود

[2] علماء ندوہ صلح کل کے داعی تھے اور ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے تھے خواہ اسکے عقائد کچھ ہی کیوں نہ ہوں گویا وہ اجمال کے قائل تھے تفصیل سے سروکار نہ رکھتے تھے، ممکن ہے کہ اس زمانے کے سیاسی حالات نے ان کو یہ لائحہ عمل اختیار کرنے پر مجبور کیا ہو۔ فاضل بریلوی ان کے واضح فکری اور علمی تحریک کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے اور اسکے سخت مخالف تھے

(باقی صفحہ ۹۷ پر دیکھیے)

کے نام سے شائع ہوئیں۔ یہ ساری تفصیل حکیم عبدالحیٔ لکھنوی نے نزھۃ الخواطر (جلد ہشتم) میں دی ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں :-

انعقدت حفلة "مدرسة فیض عام" سنة احدی عشرة و ثلاث مائة والف فی کانفور، وحضرها اکثر العلماء النابھین وھی الحفلة التی تاسست فیھا ندوة العلماء، ومن اکبر اغراضھا توحید کلمة المسلمین واصلاح ذات البین بین علماء الطوائف واصلاح التعلیم الدینی، و حضرھا المفتی احمد رضا المترجم وخرج منھا وقد قرر محاربة ھذہ الجمعیة، فاصدر صحیفة اسماھا

"التحفة الحنفیة"

لمعارضة ندوة العلماء والف نحوماً ۃ رسالة و کتاب فی الرد علیھا، واخذ فتاوی العلماء فی انحاء الھند و توقیعاتھم فی تکفیر علماء الندوة، و جمعھا فی کتاب سماہ۔

الجام السنة لاھل الفتنة

واخذ علی ذالک توثیق علماء الحرمین ونشر فی مجموعة سماھا

"فتاوی الحرمین برجف ندوة المین"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۶) علماء دیوبند بھی اس تحریک اور اس کے بانی کو مشکوک نظروں سے دیکھتے تھے، چنانچہ مفتی کفایت اللہ صاحب نے اپنے فتوے (مطبوعہ تحفہ ہندیہ پریس دہلی ۱۳۳۲ھ) میں دارالندوہ کے روح رواں مولوی شبلی نعمانی پر سخت تنقید کی ہے اور ان کو معتزلہ اور ملاحدہ میں شمار کیا ہے، اسی طرح مولانا انور شاہ کشمیری نے بھی مقدمہ مشکلات القرآن (ص ۳۲) میں مولوی شبلی کے لئے بہت سخت جملے استعمال کئے ہیں (بحوالہ سوانح اعلیٰحضرت، ص ۵۵-۵۶)

فی سنۃ سبع عشرۃ وثلاث مأۃ الف[1]

(ترجمہ) ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۳ء) میں کانپور "مدرسہ فیض عام" میں ایک اجتماع منعقد ہوا، اس میں بہت سے علماء کرام تشریف لائے، یہ وہی اجتماع ہے جس میں ندوۃ العلماء کی بنیاد ڈالی گئی جس کے اغراض و مقاصد یہ تھے کہ مسلمانوں کو متحد کیا جائے، ان کی اصلاح کی جائے، علماء کے مختلف طبقوں کو قریب لایا جائے، دینی تعلیم کی اصلاح کی جائے، اس ادارے میں مفتی احمد رضا خاں بھی آئے لیکن پھر علیحدہ ہوگئے اور اس جمعیت سے آمادۂ پیکار ہوگئے۔ چنانچہ انہوں نے "ندوۃ العلماء" کی مخالفت میں ایک رسالہ "التحفۃ الحنفیہ" جاری کیا، اس کے علاوہ علماء ندوہ کے خلاف (۱۰۰) سو رسالے لکھے اور ہندوستان کے علماء سے انکی تکفیر کے فتوے لیے، اس پر تقریظیں حاصل کیں اور ان سب کو یکجا کر کے کتابی شکل دی اور اس کا نام "الجام السنہ لاھل الفتنہ" رکھا اور پھر اس پر علمائے حرمین کی توثیقات حاصل کیں اور ان سب کو ایک مجموعے کی شکل میں ۱۳۱۷ھ/(۱۸۹۹ء) میں شائع کیا۔ اس مجموعے کا نام تھا:-

فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین

○

فاضل بریلوی کے پہلے سفر حج کے دوران علماء حرمین کافی متاثر ہوچکے تھے، پھر جب علماء کے سامنے آپ کے فتوے پیش کئے گئے تو ان کو آپ کے تبحر علمی اور قوت استدلال کا اندازہ ہوا اور آپ کی عظمت کا سکہ ان کے دلوں پر بیٹھ گیا۔ چنانچہ جب دوسری بار سفر حج پر تشریف

---

[1] عبدالحی لکھنوی: نزھۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر (الجزء الثامن) مطبع مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء، ص ۴۰

لے گئے، تو غیر معمولی اعزاز و اکرام سے نوازا گیا۔ غالباً مخالفین کو اس کا پہلے سے اندازہ تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنا کام شروع کیا۔ اسی زمانے میں مولانا خلیل احمد انبیٹھی بھی وہاں تشریف لے گئے۔ فاضل بریلوی کے زمانۂ قیام میں موصوف کا وہاں جانا معنی خیز معلوم ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی نے ان کی موجودگی کا اس طرح ذکر کیا ہے :۔

> اور یہ تمہیں یاد رہے کہ یہ کتاب براھین قاطعہ جو خلیل احمد انبیٹھی کی طرف منسوب ہے جو اس سال حج کعبہ کو آیا اور ابھی یہاں موجود ہے اور اس پر اس کے استاد رشید احمد گنگوہی نے تقریظ لکھی اور اس کے ایک ایک حرف کو صحیح بتایا، ہمارے سردار علماء حرمین شریفین اس کا رد فرما چکے ہیں [1]

غالباً مولوی خلیل احمد کے ایماء پر براھین قاطعہ کا سہارا لے کر جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو ابلیس لعین کے علم سے کم تر بتایا ہے۔ مسئلہ علم غیب کے بارے میں ایک بحث چھیڑی گئی اور حکومت وقت کو بھی اس میں ملوث کیا گیا۔ مگر فاضل بریلوی نے اس کا مسکت جواب دیا اور اس فاضلانہ، عارفانہ اور محققانہ جواب کو " الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیۃ" (۱۳۲۳ھ) کے تاریخی نام سے معنون کیا اور پھر اس پر علمائے حجاز کی تصدیقات حاصل کر کے ان تصدیقات کو الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ (۱۳۲۶ھ) کے نام سے شائع کیا گیا۔ ان تصدیقات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائے عرب فاضل بریلوی کی شخصیت و علمیت سے

---

[1] مولینا احمد رضا خاں : الدولۃ المکیۃ، ص - ۲۹۷

بیحد متاثر تھے۔ الدولۃ المکیۃ کے تفصیلی تعارف کے بعد ہم ان تصدیقات کے اقتباسات پیش کریں گے تاکہ قارئین کرام خود پڑھ کر فاضل بریلوی کی ہمہ گیر مقبولیت و محبوبیت کا اچھی طرح اندازہ کر سکیں۔

پہلا باب

الدّولۃ المکیّۃ بالمادۃ الغیبیّۃ

الدولۃ المکیہ دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصے میں جو نسبتاً ضخیم ہے مسئلہ علم غیب[1] پر فاضلانہ اور محققانہ بحث فرمائی ہے بعض مباحث جن کا تعلق علم ریاضی و علم منطق و فلسفہ سے ہے، عامۃ الناس بلکہ اب تو خواص کے فہم سے بھی بالاتر ہوں گے۔

دوسرے حصے میں دوسرے چار سوالات کے جوابات پیش کئے گئے ہیں جن کا تعلق مولانا شاہ سلامت اللہ کی کتاب اعلام الاذکیاء (مطبوعہ ہند) کے آخر میں واقع ایک عبارت سے ہے اور ایک سوال کا تعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے خطبہ مدارج النبوۃ سے ہے۔ یہ کتاب ۲۶ اور ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو دو نشستوں میں صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں تصنیف فرمائی جیسا کہ اس کتاب کے آخر میں خود صراحت فرمائی ہے۔

الدولۃ المکیہ کے دیباچے میں فاضل بریلوی نے وہ تمام تفصیلات دی ہیں جو اس کتاب کی تدوین و ترتیب کے محرکات میں شامل ہیں۔ اور جو اہمیت سے خالی نہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

---

[1] فاضل بریلوی نے مسئلہ علم غیب پر کئی رسائل تصنیف فرمائے منجملہ ان کے سات رسائل یہ ہیں:۔

(ل) ازاحۃ الغیب ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء (ھ) مالی الحبیب بعلوم الغیب ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء

(ب) الجلاء الکامل ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء (و) اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان وما یکون

(ج) ابراء المجنون ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء)

(د) حبل الوراۃ (ز) انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفی (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء)

میرے پاس علم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بعض ہندیوں کی طرف سے پیر کے دن عصر کے وقت ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو ایک سوال آیا اور میرے گمان میں ان بعض وہابیہ کا اٹھایا ہوا ہے جنہوں نے دل کھول کر اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دی اور ہندوستان میں اس کی کتابیں شائع کیں، یہ اس لئے کہ یہاں اگر کسی سنی کو کسی مسئلے کی حاجت ہو علماء سے دریافت کرنے کی تو یہ اللہ کا امان والا شہر ہے، بحمد اللہ علم و علماء سے بھرا ہوا ہے[1]

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:-

اور انہوں نے جانا کہ میں مکہ معظمہ میں اپنی کتابوں سے جدا ہوں اور بیت اللہ کی زیارت میں مشغول اور اپنے مولیٰ و محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر کی جانب جانے کی جلدی ہے، تو انہوں نے یہ سوال اٹھایا اس طمع پر کہ یہ جلدی اور اس دھیان میں دل کا لگا ہونا اور کتابیں پاس نہ ہونا، مجھے اظہار جواب سے روک دے گا تو اس میں ان کو عید و خوشی ہو جائیگی ــــــــ اور نہ جانا کہ یہ دین متین امان میں ہے اور جو کوئی اس کی مدد کرے منصور و محفوظ ہے[2]

مولینا شیخ اسمٰعیل بن خلیل (مکہ مکرمہ) نے بھی اپنی تقریظ میں ان واقعات کا مفصل ذکر کیا ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں :-

شیخنا العلامۃ المجدد شیخ الاساتذہ علی الاطلاق المولوی شیخ احمد رضا خاں جب

---

[1] مولانا احمد رضا خاں: الدولۃ المکیہ، مطبوعہ کراچی ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء ص ۱۶۸ - ۱۶۹

نوٹ: فاضل بریلوی نے مخالفین کی تردید میں بکثرت تصانیف تحریر فرمائیں جس کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں:-

میں نے دو سو سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں (یعنی مخالفین کے رد میں) اور ان کے بڑوں کو دو چار دفعہ نہیں بلکہ بکثرت دعوت مناظرہ دی توان میں سے کسی نے لوٹ کر جواب نہ دیا۔ (الدولۃ المکیہ، ص ۱۶۹) مسعود

[2] مولینا احمد رضا خاں: الدولۃ المکیہ، ص ۱۷۱

۱۳۲۳ھ میں حج بیت اللہ شریف کیلئے تشریف لائے بعض فاسقوں کی مدد سے چند بدنصیبوں نے اس وقت کے شریف مکہ کے یہاں ضرر پہنچانے میں کوشش کی اور ان کے ساتھ مکر کرنا چاہا۔ چنانچہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انکے پاس سوال بھیجا اور گمان کیا کہ وہ جواب نہ دے سکیں گے کہ سفر کی تیاری میں ہیں اور یہاں ان کے پاس کوئی کتاب بھی نہیں تو مولینا نے اللہ ان کی تائید کرے اس سوال پر وہ جواب لکھا جس سے ہر مسلمان کی آنکھ ٹھنڈی کی اور ہر کافر و فاسق و گمراہ بے نور کو ذلیل و خوار کیا۔ [1] (ترجمہ)

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں :۔

"ہمارے شیخ مذکور حضرت احمد رضا خاں جب تحریر جواب سے فارغ ہوئے شریف مکہ نے شیخ صالح کمال (سابق مفتی مکہ) کو حکم دیا کہ رسالہ ان کے دربار میں برملا پڑھیں، چنانچہ رسالہ پڑھا گیا، سرکش گروہ کے افراد وہاں موجود تھے سن سن کر حیرت زدہ رہ گئے اور ذلیل و خوار ہوئے۔ اس وقت شریف مکہ پر ظاہر ہو گیا کہ مولینا احمد رضا خاں حق پر ہیں اور مخالفین گمراہ ہیں ——— یہاں تک کہ بعض ثقہ لوگوں نے مجھے خبر دی کہ شریف مکہ کے ایک ملازم نے درخواست کی کہ حق شیخ پر ایک گونہ اہانت جاری کرنے کی اجازت دیں تو شریف مکہ نے انکار کر دیا اور فرمایا :۔

کیف یکون اجرا، مثل ھذا الامر والعلما کلھم قاطبۃ فائمون دفتائلون بقولہ وانا کلنا مرجعنا الیھم والاستفادۃ منھم [2]

---

[1] الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ (تالیف ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء) مطبوعہ کراچی ص ۶

[2] ایضاً " " " ص ۱۴

(ترجمہ) "ایسے امر کا اجرا کیوں کر ہو سکتا ہے حالاں کہ تمام علما اس کی مدد پر قائم ہیں اور وہی کہہ رہے ہیں جو وہ کہتا ہے اور ہم سب کا رجوع علما ہی کی طرف ہے اور انہیں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔" (ترجمہ از مولینا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ)

اس کے بعد فاضل بریلوی کو جو مقبولیت حاصل ہوئی اس کو شیخ ممدوح بڑے مؤثر انداز میں یوں بیان فرماتے ہیں:۔

فاعز اللہ مولینا الشیخ احمد المذکور علی رغم انوفهم و اکتنفه العلماء والطلبة فمن سائل مستفید و من مقدم سوالا للاستفسار علی القول السدید و من طالب اجازة و من منتظر اشارة هذا حاله وهو بمکة۔[1]

(ترجمہ) "علماء اور طلبہ علم نے چاروں طرف سے انہیں گھیر لیا تو کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لئے کوئی سوال کرتا اور کوئی قول صحیح دریافت کرنے کے لئے کوئی مسئلہ پیش کرتا ہے اور کوئی اجازت مانگتا ہے اور کوئی اشارہ کا انتظار کرتا ہے، یہ ان کا حال تھا جب مکہ میں تھے۔"[2]

یہ ایک جلیل القدر مکی عالم کا بیان ہے جس کو تعصب کی نگاہ سے دیکھنا مناسب نہیں

ع — چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا

○

---

[1] الفیوضات الملکیہ لمحب الدولة المکیہ (تالیف ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) مطبوعہ کراچی، ص ۱۴

[2] حرمین شریفین میں فاضل بریلوی کی یہ مقبولیت حیرت انگیز ہے، حرمین تو بجائے خود مسلمانان عالم کے لیے مرکز نگاہ ہیں، وہاں کسی کی طرف نگاہوں کا پھر جانا اس بات کی علامت ہے کہ وہ نگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبول ہے۔ اسی مقبولیت نے اس کو مقام محبوبیت تک پہنچایا ہے۔ آیہ کریمہ یحببکم اللہ میں اسی طرف تو اشارہ ہے۔ مسعود

فاضل بریلوی کے صاحب زادے حضرت مولینا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ بھی رفیقِ سفر تھے۔ موصوف نے فاضل بریلوی کے رسالے کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراھم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) کے دیباچے میں کچھ روشنی ڈالی ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں :-

سال گزشتہ سے پہلے سال دوسری بار زیارت حرمین شریفین اور حج کے لئے متوجہ ہو گئے۔[1] مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں خوب خوب عزت و توقیر کی گئی۔ وہاں علماء و فضلا اور مشاہیر رتبے اعزاز و اکرام سے ملے، دست بوسی کی، حدیث مسلسل بالاولیۃ سنی، حدیث کی کتابوں صحاح و سنن و مسانید و معاجیم اور چاروں مصافحوں کی اجازت لی، یہاں تک کہ ان کے لئے تمام بیعت کی اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں منسلک ہوئے اور یہ تمام باتیں چھوٹی اور بڑی سب ان عمائد، علماء اور اکابر کے اصرار سے ہوئیں۔ دراصل رسالہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (۱۳۲۳ھ) نے حرمین شریفین میں آپ کا غلغلہ برپا کر دیا۔ یہ کتاب مجموعی طور پر ساڑھے آٹھ گھنٹوں میں تالیف فرمائی۔ اس رسالے سے وہاں کے علماء کو محسوس ہوا کہ مصنف مشاہیر علوم معقول و منقول میں بلند درجہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ سے استفسارات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔[2]

مولینا حکیم عبدالحئی لکھنوی نے بھی سرزمین حجاز میں آپ کی تالیفات اور سرعت تحریر کا ذکر کیا۔ وہ لکھتے ہیں :-

وسافر الی الحرمین الشریفین عدۃ مرات وذاکر علماء الحجاز

---

[1] فاضل بریلوی کے سوانح نگار مولانا بدرالدین احمد رضوی قادری نے اپنی تالیف سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی" کے صفحات ۲۷۱ تا ۲۹۰ میں شرح و بسط کے ساتھ فاضل بریلوی کے سفر حجاز اور متعلقہ حالات و واقعات کا ذکر کیا ہے۔ تفصیل مطلوب ہو تو قارئین کرام اس طرف رجوع فرمائیں۔

[2] مولانا احمد رضا خاں : کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) مقدمہ از مولانا حامد رضا خاں بریلوی، ص ۴-۶

فی بعض المسائل الفقهیّة والکلامیّة والف بعض الرسائل اثناء اقامته بالحرمین واجاب عن بعض المسائل التی عرضت علی علماء الحرمین وا تعجبوا بغزارة علمه وسعة الطلاعه علی المتون الفقهیّة والمسائل الخلافیّة وسرعة تحریره وذکائه [۱]

(ترجمہ) کئی بار حرمین شریفین کا سفر کیا اور علماء حجاز سے بعض مسائل فقہیہ اور کلامیہ میں مذاکرہ بھی کیا۔ حرمین شریفین کے قیام کے زمانے میں بعض رسائل بھی لکھے اور علماء حرمین نے بعض سوالات کئے تو ان کے جوابات بھی تحریر کئے متون فقہیہ اور اختلافی مسائل پر ان کی ہمہ گیر معلومات، سرعت تحریر اور ذہانت کو دیکھ کر سب کے سب حیران و ششدر رہ گئے [۲]

---

[۱] حرمین شریفین کے زمانۂ قیام میں فاضل بریلوی نے یہ رسائل تصنیف فرمائے:۔

(۱) النیرة الوضیة فی شرح الجوهرة المضیة (۱۲۹۵ھ)

(۲) الدولة المکیة بالمادة الغیبیة (۱۳۲۳ھ)

(۳) کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم (۱۳۲۳ھ)

(۴) الاجازة الرضویة لمبجل مکة البهیة (۱۳۲۴ھ)

[۲] عبدالحئی لکھنوی: نزهة الخواطر (الجزء الثامن)، ص ۳۹

نوٹ: فاضل بریلوی کی اس سرعت تحریر و تصنیف و تالیف اور وسعت علم کو دیکھ کر خطیب مسجد حرام (مکہ معظمہ) شیخ محمد صالح علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا:۔

ورأس المؤلفین فی زمانه (الفیوضات الملکیہ، ص ۳۵)

وامام المصنفین بحکم اقرانه (ایضاً)

(ترجمہ) اپنے زمانے میں تمام مؤلفوں کا سردار ہے اور خود اپنے معاصرین کی شہادت سے سب مصنفوں کا امام ہے۔

فاضل بریلوی کے متعلق عوام و خواص کو یہ باور کرایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو "علم کلی" تصور فرماتے ہیں اور اس طرح شرک کے مرتکب ہیں۔ چنانچہ مولانا عبدالحئی لکھنوی جیسا فاضل انسان اپنی تصنیف نزہتہ الخواطر میں تحریر کرتا ہے :۔

وکان یعتقد بان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یعلم الغیب علما کلیاً [۱]

شیخ سید اسمٰعیل بن خلیل مکی نے اس تہمت کی سختی سے تردید فرمائی چنانچہ الدولتہ المکیہ پر تقریظ لکھتے ہوئے وہ تحریر فرماتے ہیں :۔

بلکہ ایک اور نے اپنی تحریر میں یہ جھوٹ باندھا اور بہتان لگایا کہ حضرت احمد رضا نے اپنے رسالے میں جو اس سوال کے جواب میں لکھا یہ حکم لگایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیر متناہی بالفعل سے متعلق ہے اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مثل علم الٰہی کے ہے' ان دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ حاشا اللہ ہمارے شیخ مذکور نے ان میں سے کوئی بات کہی ہو اور کیسے یقین کیا جا سکتا ہے جب کہ رسالہ خود ہمارے ہاتھ میں ہے [۲]

○

ہمارا موضوع تو صرف یہ دکھانا ہے کہ حرمین شریفین میں فاضل بریلوی کو کیسے اعزاز و اکرام سے نوازا گیا تھا لیکن چونکہ ان تمام محامد و محاسن کا تعلق ان تقاریظ سے ہے جو مسئلہ غیب یا علمائے دیوبند کی بعض دوسری تحریرات کے رد میں فاضل بریلوی کے رسائل پر علمائے حرمین شریفین نے تحریر فرمائیں۔ اس لئے مناسب سمجھا کہ ان رسائل کے مندرجات کا مختصر تعارف کرا دیا جائے تاکہ مخالف یہ کہہ کر فارغ نہ ہو جائے کہ ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ان کا موضوع تو ہمارے اسلاف کی تحقیر و تذلیل ہے یا یہ

---

[۱] عبدالحئی لکھنوی : نزہتہ الخواطر (الجزء الثامن) ص ۴۰

[۲] الدولتہ المکیہ (۱۳۲۶ھ) ص ۸

تاثر دینے کی کوشش کرے کہ علمائے عرب نے فاضل بریلوی کی تعریف و توصیف میں جو کچھ لکھا محض غلط فہمی کی بنا پر لکھا ہے[1] بلکہ وہ ٹھنڈے دل سے تعصب سے بالاتر رہ کر مسئلے کی تحقیق کی طرف متوجہ ہو اور پھر علمائے حرمین کی تصدیقات کو غور و فکر کے ساتھ پڑھے اور یہ سوچے کہ دیار بعید میں جو علم و حکمت کا گہوارہ ہے ایک عجمی عالم کی اتنی قدر و منزلت کیوں کی گئی اور علماء کی ایک کثیر جماعت اس کی تعریف میں رطب اللسان ہے اور پھر اگر خدا توفیق دے تو اس مرد کامل کی طرف سے اپنی بدگمانیوں کو دور کر کے مراط مستقیم اختیار کرے۔

○

جیسا کہ عرض کیا گیا الدولۃ المکیہ کے حصہ اول کا موضوع مسئلہ علم غیب ہے، فاضل بریلوی پر یہ تہمت تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم الٰہی کے مماثل قرار دیتے ہیں مگر کتاب مذکور کے مندرجات سے اس خیال خام کی پرزور تردید ہوتی ہے، ہم قارئین کرام کی تطہیر و تزئین قلب و نظر کے لئے بعض ضروری اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

—— (۱) ——

جو غیر خدا سے علم غیب کی مطلقاً ایسی نفی کرے کہ کسی طرح ثابت ہی نہ مانے وہ ان آیتوں سے کفر کر رہا ہے جو ثابت فرماتی ہیں اور جو مطلقاً اس طرح ثابت کرے کہ کسی وجہ سے نفی مانے ہی نہیں، وہ ان آیتوں سے کفر کرتا ہے جو نفی

---

[1] چنانچہ مولانا خلیل احمد انبیٹھی نے حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ کے جواب میں المہند علی المفند تحریر فرمائی جو ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی (علمائے اہل سنت کی طرف سے اس کا رد "زادا لمہند" کے نام سے شائع ہوا) اسی طرح مولینا حسین احمد مدنی نے رسالہ الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب تحریر فرمایا جو دیوبند سے ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء سے شائع ہوا۔ دونوں رسائل میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ فاضل بریلوی نے جو کہا غلط ہے اور اس پر علمائے عرب نے جو تصدیقات تحریر فرمائیں محض غلط فہمی کی بنا پر ہیں۔ راقم نے اس قسم کے رسائل کا اس کتاب کے آخر میں اسنند راک کے تحت جائزہ لیا ہے۔ تفصیلات وہاں ملاحظہ کریں۔ مسعود

فرماتی ہیں اور مسلمان سب پر ایمان لاتا ہے اور وہ مختلف راہوں میں نہیں پڑتا[1]

پہلی تقسیم تو یہ ہے کہ علم یا تو ذاتی ہے، جب کہ نفس ذات عالم سے صادر ہو، اس کے غیر کو اس میں کچھ دخل نہ ہو، یوں کہ غیر کی عطا سے ہو نہ یوں کہ غیر اس میں کسی طرح سبب پڑے ——— اور یا عطائی ہے جب کہ غیر کی عطا سے ہو۔

پہلی قسم[1] مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس کے غیر کیلئے محال ہے اور جو اس میں سے کوئی حصہ جہاں بھر میں کسی کے لئے ثابت کرے اگرچہ ایک ذرّے سے کم سے کم تر، وہ یقیناً مشرک ہے۔

اور **دوسری قسم**[2] مولیٰ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ خاص ہے، اللہ کے لئے ممکن نہیں اور جو اس کا کوئی علم اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت کرے وہ کافر ہے اور ایسی چیز لایا جو شرک اکبر سے بھی زیادہ خبیث و شنیع ہے اس لئے مشرک تو وہ ہے جو اللہ کے برابر دوسرے کو جانے اور اس نے غیر خدا کو خدا سے برتر سمجھا کہ اس نے اپنے علم و خیر کا فیض خدا کو پہنچا دیا[2]

(۲)

جمیع معلومات الٰہیہ کو پوری تفصیل کے ساتھ کسی مخلوق کا محیط ہو جانا عقلاً و شرعاً دونوں طرح محال ہے بلکہ اگر تمام اولین و آخرین سب کے علوم جمع کر دیئے جائیں تو ان کے مجموعے کو علوم الٰہیہ سے اصلاً کوئی نسبت نہ ہوگی، یہاں تک کہ وہ نسبت بھی نہیں ہو سکتی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے، اس واسطے کہ بوند کا یہ حصہ بھی محدود ہے اور دریا کے ذخائر بھی متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے ضرور کوئی نسبت ہوتی ہے اسلئے

---

[1] مولینا احمد رضا خاں: الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ (۱۳۲۳ھ) مطبوعہ کراچی، ص ۱۷۵
[2] ایضاً ، " " ، " " ، ص ۱۷۷ - ۱۸۱

کہ ہم بوند کے اس حصے کے برابر یکے بعد دیگرے ان سمندروں میں سے پانی پیتے جائیں تو ضرور ان سمندروں پر ایک دن وہ آئے گا کہ ختم و فنا ہو جائیں گے کہ آخر متناہی ہیں لیکن غیر متناہی ہیں سے کتنے ہی بڑے متناہی حصے کی امثال لیتے چلے جاؤ تو حاصل ہمیشہ متناہی ہوگا اور اس میں ہمیشہ غیر متناہی باقی رہے گا تو کبھی کوئی نسبت حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ ہے ہمارا ایمان اللہ عزوجل پر[1]

(۳)

اللہ سبحانہ نے غیب پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے اور ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے تو جو غیب کو جانتا نہیں اس کی تصدیق کیوں کر کرے گا؟ اور جو تصدیق نہ کرے گا اس پر ایمان کیوں کر لائے گا؟ تو ثابت ہوا کہ علم جو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے لائق ہے وہ نہیں مگر علم ذاتی ——— تو جن آیتوں میں غیر خدا سے نفی فرمائی ان میں ضرور ہے کہ یہی دونوں معنی (علم ذاتی اور علم مطلق تفصیلی جو تمام معلومات الٰہیہ کو حقیقی طور پر محیط ہو) مراد ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ علم جسے بندوں کے لئے ثابت کر سکتے ہیں وہ علم عطائی ہے ——— بیشک اللہ سبحانہ نے علم سے اپنے بندوں کی مدح فرمائی ہے کہ فرماتا ہے :-

ملائکہ نے ابراہیم کو ایک علم والے لڑکے کی خوش خبری دی

اور فرمایا :-

ہم نے خضر کو علم لدنی عطا کیا

اور فرمایا :-

اے نبی اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے[2]

---

[1] مولانا احمد رضا خاں : الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ (۱۳۲۳ھ) مطبوعہ کراچی ، ص ۱۹۷

[2] ایضاً ” ” ” ” ” ” ، ص ۲۰۷

(۴)

وہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غیبوں کے مطلق علم کی نفی کرتا ہے[۱]، اگرچہ خدا کی عطا سے ہو، تو ایسا شخص اس چیز کی نفی کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ثابت فرمائی ہے اور اس کا یہ قول اس کے ایمان کی نفی کرتا ہے اور اس کے زیاں کار ہونے کے لئے کافی ہے[۲]

تمام و کمال جملہ مخلوقات کے مجموعۂ علوم کی ہمارے رب العالمین کے علوم سے برابری کا شبہ اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل میں اس کا خطرہ بھی گزرے کیا اندھوں کو یہ نہیں سوجھتا کہ اللہ کا علم[۱] ذاتی ہے اور خلق کا علم عطائی[۲]۔ اور اللہ[۲] کا علم اس کی ذات کے لئے واجب ہے اور خلق کا علم اس کے لئے ممکن، اللہ[۳] سبحانہٗ تعالیٰ کا علم ازلی سرمدی، قدیم حقیقی ہے اور مخلوق کا علم حادث اس لئے کہ تمام مخلوقات حادث ہے اور صفت موصوف سے پہلے نہیں ہو سکتی، اور اللہ[۴] سبحانہٗ کا علم مخلوق نہیں اور خلق کا علم مخلوق ہے۔ اللہ[۵] تعالیٰ کا علم کسی کے زیر قدرت نہیں اور خلق کا علم اللہ کی قدرت میں اور اس کے زیر دست ہے۔ علم[۶] الٰہی کا ہمیشہ رہنا واجب اور علم مخلوق کی فنا ممکن، علم الٰہی کسی طرح بدل نہیں سکتا اور علم خلق میں تغیر روا[۳]

---

[۱] ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں دہلی سے فاضل بریلوی کے پاس ایک استفتاء آیا تھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ اپنے خاتمہ کا حال جانتے تھے اور نہ امت کے خاتمہ کا جیسا کہ بعض علماء وہابیہ نے تحریر کیا ہے۔ اس کے جواب میں رسالہ "انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفی" لکھا گیا۔

[۲] ایضاً۔ الدولۃ المکیہ، ص ۳۰۹

[۳] ایضاً، "، ص ۲۱۳

(۵)

ایک بادشاہ جبّار تمام و کمال دنیا کا مالک ہوا اور ہر چھوٹا بڑا خزانہ سب اسی کی ملک میں تھا اور اس کے کچھ نواب سردار تھے جنہیں ایک ایک ضلع کے خزانے پر اس نے مسلط کیا تاکہ محتاجوں کی اعانت کریں اور مسکینوں کو خیرات دیں اور سب پر ایک نائب اعظم کو سردار کیا جس کے اوپر سب سے زیادہ عزت والے بادشاہ کے سوا کوئی نہیں تو بادشاہ نے اپنے تمام خزانے اس کے دستِ اختیار میں دے دیئے اور خاص اپنی ذات کے سوا سب معاملات اس کے سپرد کر دیئے تو وہ نائب اعظم سب نوابوں اور سرداروں پر تقسیم کرتا ہے اور وہ درجہ بدرجہ اپنے ماتحتوں پر بانٹتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ تقسیم فقیروں تک پہنچتی ہے تو ہر ایک کو اس کا نصیب ملتا ہے اور ان محتاجوں میں ایک بدبخت مطرود، گندہ مردود ہے جو بادشاہ اور اس کے نوابوں سے جھگڑتا ہے تو نہ ان کی عقیدت رکھے اور نہ ان کی تعظیم کرے نہ انہیں اپنے سے کچھ بڑھ کر سمجھے اور وہ نان شبینہ کا محتاج ہے، فقیر آفت زدہ مسکین، مفلس، اسے امیروں کی تقسیم سے صرف ایک پیسہ پہنچا، کھوٹا اور وہ کہتا ہے کہ میں اور نائب اعظم دونوں مال و ملک میں برابر ہیں اس لئے کہ اگر تمام اموال کی ملک مراد لی جائے تو وہ خلیفہ کو بھی حاصل نہیں اور اگر بعض کی ملک مراد ہے تو اس میں خلیفہ کی خصوصیت کیا ہے کہ بعض کا میں بھی مالک ہوں۔ کیا یہ کالا کھوٹا پیسہ میری ملک میں نہیں؟ تو اس بدبخت بڑے ناشکرے محتاج مغرور، بد کنے والے نے نہ تو عطائے خلیفہ کا حق مانا اور نہ منصب خلافت کی تعظیم کی اور ایک کھوٹے پیسے اور معمور خزانوں میں جو شرق سے غرب تک زمین کو بھرے ہوئے ہیں کچھ فرق نہ کیا۔

بلکہ اس بادشاہ جبار ہی کی قدر جیسی چاہیئے نہ پہچانی [۱]

(۶)

اور ہم گروہ اہل حق بحمد اللہ جانتے ہیں کہ روز اوّل سے جو کچھ ہو گزرا اور روز آخر تک جو کچھ آئے گا اس سب کی تفصیل جو ہم نے ذکر کی وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے حضور نہیں مگر ایک تھوڑی چیز اور اس پر دلیل رب العزت کا یہ ارشاد ہے :۔

اس نے بتادیا تمہیں جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے [۲]

---

[۱] احمد رضا خاں : الدولتہ المکیہ ، ص ۲۳۹ – ۲۴۱

نوٹ : مندرجہ بالا عبارت میں فاضل بریلوی نے علمائے دیوبندیہ کی بعض قابل اعتراض عبارات کا تمثیلی انداز میں رد فرمایا ہے مثلاً مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالے حفظ الایمان میں تحریر کیا :۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض ہے یا کل غیب ، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے ۔

(حفظ الایمان مؤلفہ ۸ محرم ۱۳۱۹ھ ، مطبوعہ مکتبہ تھانوی ، کراچی ، ص ۷)

اس ناشائستہ عبارت پر علمی حلقوں میں بڑی ناراضگی کا اظہار کیا گیا چنانچہ مولانا اشرف علی نے اپنی تحریر کی صفائی میں ایک بیان دیا جو مقصود رضا ڈکوی نے ' بسط البنان لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان " کے نام سے ۱۹۱۲ء میں شائع کیا ، مگر علماء کرام اس صفائی سے مطمئن نہیں ہوئے چنانچہ ۱۷ صفر ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۲ء کو حیدرآباد دکن کے ایک عالم نے خط لکھا اور مولانا کو ترمیم کا مشورہ دیا ، مولانا نے اس طرح ترمیم کی :۔

" اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیا علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے "

(تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان ، مطبوعہ کراچی ، ص ۱۳)

[۲] " " : الدولتہ المکیہ ، ص ۲۵۱

(۷)

اگر تو اپنی تمنا پوری ہوئے بغیر نہ مانے تو تجھے کافی ہے صحیح بخاری کی حدیث امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ انہوں نے فرمایا:۔

ایک بار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم پر خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے تو حضور نے ابتدائے آفرینش سے، یہاں تک کہ جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں جائیں گے، سب احوال کی ہمیں خبر دے دی[1]

اور صحیح مسلم کی حدیث عمرو بن اخطب الانصاری رضی اللہ عنہ سے جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صبح سے غروب تک خطبہ فرمانا مذکور ہے اس میں یہ لفظ ہے:۔

تو جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے اس سب کی ہمیں خبر دی، ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا[2]

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے فرمایا کہ:۔

ایک بار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے تو حضور نے وقت قیام سے روز قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا کچھ نہ چھوڑا سب بیان فرما دیا[3]

اور ترمذی کی حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:۔

میں نے رب عزوجل کو دیکھا اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی تو مجھ پر ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا[4]

۱	"	"	، الدولۃ المکیہ ،	ص	۲۵۹
۲	"	"	، "	"	۲۵۹
۳	"	"	، "	"	۲۵۹
۴	"	"	، "	"	۲۶۱

نیز ترمذی کی حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے :۔

میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب جان لیا[1]

اور دوسری روایت میں ہے :۔

جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے سب مجھے معلوم ہو گیا[2]

صحیحین میں سورج گرہن کی حدیث میں ہے :۔

جو کوئی چیز میرے دیکھنے میں نہ آئی تھی وہ سب میں نے اپنے مقام میں دیکھ لی[3]

(۸)

یہ ہے ہمارے رب کا کلام، فیصلے کی بات اور عدالت والا حاکم فرماتا ہے اور اس کا فرمانا حق ہے:

"ہم نے تم پر قرآن اتارا، ہر چیز کا روشن بیان"

اور فرماتا ہے :۔

"قرآن بناوٹ کی بات نہیں بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق اور ہر شے کی تفصیل ہے"

اور فرماتا ہے :۔

"ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی"

قرآن عظیم گواہ ہے اور اس کی گواہی کس قدر اعظم ہے کہ وہ ہر چیز کا تبیان ہے اور تبیان اس روشن اور واضح بیان کو کہتے ہیں جو اصلاً پوشیدگی باقی نہ رکھے کہ زیادت لفظ زیادت معنی پر دلیل ہوتی ہے اور بیان کے لئے ایک بیان کرنے والا چاہیے، وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے اور دوسرا وہ جس کے لئے بیان کیا جائے اور وہ وہ ہیں جن پر قرآن اترا، ہمارے سردار

---

[1] " " الدولة المکیہ ، ص ۲۶۱

[2] " " " " " ، ۲۶۱

[3] " " " " " ، ۲۶۱

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور اہل سنت کے نزدیک "شئے" ہر موجود کو کہتے ہیں تو اس میں جملہ موجودات داخل ہو گئے ——— اور انہیں موجودات میں سے لوح محفوظ کی تحریر ہے تو ضرور ہے کہ قرآن عظیم میں ان تمام چیزوں کا بیان روشن اور تفصیل کامل ہو اور یہ بھی ہم اس حکمت والے قرآن سے پوچھیں کہ لوح میں کیا لکھا ہوا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ——— "ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے"[۱]

(۹)

جب کہ نہیں معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم قرآن عظیم سے مستفاد ہے اور ہر چیز کا روشن بیان اور ہر شئے کی تفصیل ہونا یہ اس کتاب کریم کی صفت ہے نہ کہ اس کی ہر ہر آیت یا ہر ہر سورۃ کی اور قرآن عظیم دفعۃً نہ اترا بلکہ تقریباً تئیس برس میں تھوڑا تھوڑا جب کوئی سورۃ یا آیت اترتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علموں پر اور علوم بڑھاتی یہاں تک کہ جب قرآن عظیم کا نزول پورا ہوا، ہر چیز کا مفصل روشن بیان پورا ہو گیا اور اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نعمت تمام کر دی جیسا کہ قرآن عظیم میں اس کا وعدہ فرمایا تھا[۲]

تعجب و حیرت ہے کہ علم غیب کے متعلق ان واضح ارشادات کے باوجود عوام تو عوام علماء کے ایک طبقے میں یہ خیال راسخ ہو گیا کہ فاضل بریلوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو علم کلی تصور فرماتے تھے جیسا کہ حکیم عبدالحیٔ لکھنوی نے تحریر فرمایا ہے: —

وکان یعتقد بان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یعلم الغیب علما کلیا[۳]

---

[۱] " " : الدولۃ المکیہ، ص ۲۷۵

[۲] " " " " ، ص ۲۹۱

[۳] عبدالحیٔ لکھنوی: نزہۃ الخواطر (الجزء الثامن) ص ۴۰

رسالہ الدولۃ المکیہ جو کہ مکہ مکرمہ میں قلم برداشتہ تحریر فرمایا اور جو فاضل بریلوی کی علمیت، ذہانت، فطانت اور فقاہت پر شاہد عادل ہے جب علمائے حرمین شریفین کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے اپنی تصدیقات اور تقاریظ سے اس کو مزین فرمایا، ایک دو عالم نہیں ایک کثیر جماعت علماء نے تصدیق فرمائی اور ان فضائل و مناقب سے نوازا شاید کسی عجمی عالم کو اس طرح نہ نوازا ہوگا۔

اب ہم اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور ان مفصل و مبسوط تصدیقات و تقاریظ سے بالترتیب چیدہ چیدہ اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے علمائے عرب کی نظر میں فاضل بریلوی کی جلالت شان کا بخوبی اندازہ ہوسکے گا۔[1]

جن علمائے عرب نے رسالہ مذکور کی تصدیق فرمائی اور اپنی تقاریظ سے نوازا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں، ان علماء کے اسماء گرامی اس فہرست میں شامل نہیں جن کی تقاریظ ابھی تک شائع نہ ہوسکیں۔

اسماء گرامی علماء حرمین شریفین و بلاد اسلامیہ

عُلَمَاءِ مَکّہ مُعَظَّمَہ

(۱) سید اسماعیل بن خلیل

(۲) شیخ محمد سعید بن محمد بابصیل، مفتی شافعیہ

(۳) شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن سراج، مفتی حنفیہ

(۴) شیخ محمد عابد، مفتی مالکیہ

(۵) شیخ عبد اللہ بن حمید، مفتی حنابلہ

(۶) شیخ محمد صالح بن شیخ صدیق کمال سابق مفتی حنفیہ

(۷) شیخ احمد ابو الخیر بن عبد اللہ میرداد رئیس الخطباء والائمہ بالمسجد الحرام

---

[1] بہت سی تقاریظ ابھی تک اشاعت پذیر نہ ہوسکیں اور مہتمم مکتبہ رضویہ (کراچی) کے پاس محفوظ ہیں، افسوس ہم ان غیر مطبوعہ تقاریظ سے استفادہ نہ کرسکے۔ مسعود

(۸) شیخ محمد علی بن شیخ صدیق کمال حنفی، مدرس مسجد حرام (۹) شیخ عبداللہ بن محمد صدقہ مدرس مسجد حرام

(۱۰) شیخ عمر بن ابی بکر باجنید مدرس مسجد حرام

(۱۱) شیخ محمد صالح بن محمد بافضل (۱۲) شیخ ابو حسین محمد مرزوقی مدرس مسجد حرام

امام شافعیہ مسجد حرام (۱۳) شیخ محمد علی بن حسین، امام مالکیہ مسجد حرام

(۱۴) شیخ محمد جمال بن محمد امیر بن حسین مفتی مالکیہ (۱۵) شیخ اسعد بن احمد دہان مدرس مسجد حرام

(۱۶) شیخ عبدالرحمٰن بن احمد دہان (۱۷) شیخ محمد بن یوسف خیاط

(۱۸) شیخ علیہ محمود، مدرس حرم شریف (۱۹) شیخ محمد مختار بن عطارد الجاوی مسجد حرام

(۲۰) شیخ محمد بن واسع حسینی ادریسی، مدرس حرم شریف

علماء مدینہ منوّرہ

(۲۱) شیخ عثمان بن عبدالسلام داغستانی مفتی مدینہ منورہ (۲۲) شیخ احمد جزائری ابن سید احمد مدنی، مفتی مالکیہ مدینہ منورہ

(۲۳) شیخ محمد تاج الدین بن محمد مصطفےٰ الیاس حنفی، مفتی مدینہ منوّرہ (۲۴) شیخ حسین بن عبدالقادر طرابلسی مدرس مسجد نبوی

(۲۵) سید احمد علوی بن سید احمد بافقیہ حسین علوی مفتی شافعیہ

(۲۶) شیخ عبداللہ نابلسی حنبلی، مسجد نبوی

(۲۷) شیخ محمد عبدالباری بن سید محمد امین رضوان مسجد نبوی (۲۸) شیخ عباس بن سید محمد رضوان، مسجد نبوی

(۲۹) شیخ احمد بن سید احمد حسینی شیخ مالکیہ مسجد نبوی

(۳۰) شیخ محمد سعید بن محمد الحسنی الادریسی القادری مسجد نبوی (۳۱) سید احمد علی ہندی رام پوری مہاجر مدنی مسجد نبوی

(۳۲) شیخ علی بن احمد

(۳۳) شیخ احمد اسعد گیلانی حسنی وحسینی، حمّا بشریف (۳۴) شیخ غلام محمد برہان الدین بن شیخ نور الحسن،

(۳۵) شیخ عبدالقادر بن سودہ القرشی مسجد نبوی (۳۶) شیخ محمد عبدالوہاب بن محمد یوسف نقشبندی خالدی ضیائی۔ مسجد نبوی

(۳۷) شیخ مصطفےٰ بن نازی بن غرزو مالکی مسجد نبوی

(۳۸) شیخ احمد بن محمد خیر السناری عباسی — (۳۹) شیخ محمد کریم اللہ مہاجر مدنی
(۴۰) شیخ موسیٰ علی شامی ازہری دردیری مدنی — (۴۱) شیخ محمد یعقوب بن شیخ رجب مدرس مسجد نبوی
(۴۲) شیخ الیس الخیاری ، مسجد نبوی — (۴۳) شیخ محمد یٰس بن سعید ، مسجد نبوی
(۴۴) شیخ عبدالرحمٰن و دیدار المصری ، — (۴۵) شیخ حسین بن محمد
مدرس مسجد نبوی — (۴۶) شیخ محمد سعید بن محمد الحسنی الحسینی الاویسی القادری
(۴۷) شیخ محمد توفیق الایوبی الانصاری مجاور مدینہ منورہ (۴۸) شیخ علی الرحمانی ، مدینہ منورہ
(۴۹) شیخ عبدالوہاب مدینہ منورہ

دیگر بلاد اسلامیہ

(۵۰) شیخ ابراہیم عبدالمعلی السقا ، مدرس جامعہ ازہر مصر — (۵۱) شیخ عبدالرحمٰن احمد حنفی مدرس جامعہ ازہر مصر
(۵۲) شیخ محمد الجامع الازہری الدمشقی قسطنطینی
(۵۳) شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی (بیروت) (۵۴) شیخ محمود بن صبغۃ اللہ مدراسی (مہاجر مدنی)
(۵۵) شیخ محمد سعید بن عبدالقادر نقشبندی بغدادی — (۵۶) شیخ عبدالحمید بن محمد ادیب عطار شافعی دمشقی
(۵۷) شیخ محمد یحییٰ المکتبی الحسینی دمشقی — (۵۸) شیخ یوسف عطا مدرس درگاہ قادریہ بغداد شریف
(۵۹) شیخ عثمان قادری ، حیدرآبادی
(۶۰) شیخ محمد امین دمشقی
(۶۱) شیخ حمدان ونیسی ، قسطنطینی الجزائری

اب ہم مندرجہ بالا علماء کرام کی تقاریظ سے جستہ جستہ اقتباسات پیش کرتے ہیں :-

۱

شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی علیہ الرحمہ (بیروت)

(صاحب جواہر البحار، حجۃ اللہ علی العالمین، شواہد الحق، سعادۃ الدارین)

میں نے اس کو (الدولۃ المکیہ) شروع سے آخر تک پڑھا اور تمام دینی کتابوں میں بہت زیادہ نفع بخش اور مفید پایا۔ اس کی دلیلیں بڑی قوی ہیں جو ایک امام کبیر علامۂ اجل کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں، اللہ راضی رہے اس رسالے کے مصنف سے اور اپنی عنایتوں سے ان کو راضی کرے اور انکی تمام پاکیزہ امیدوں کو بر لائے۔[۱]

۲

شیخ العلماء، مفتی شافعیہ محمد سعید بن محمد بابصیل علیہ الرحمہ مکۂ معظمہ

فاضل کامل سیدی احمد رضا خاں کے رسالہ مسمّٰی بہ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ کا مطالعہ کیا، میرے نزدیک اس کا مصنف اور یہ رسالہ تین وجہ سے عظیم تعریف کا مستحق ہے:۔

(۱) وجہ اول یہ کہ جس سمت میں ہے وہاں کے علماء کا سردار ہے اور شریعت کے اصول و فروع سے علوم و مطالب میں محقق و مدقق ہے۔

(۲) وجہ دوم یہ کہ وہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حسن تعظیم و آداب کے ساتھ رہنے کی مکمل کوشش کرتا ہے خصوصاً ان علوم غیب میں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو کرامت کئے۔

(۳) وجہ سوم یہ کہ رسالہ مذکورہ اپنی شان میں عظمت والا ہے حالانکہ اسے زمانۂ حج ۱۳۲۳ھ میں قلیل مدت میں لکھا ہے۔

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:۔

---

[۱] الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ، مطبوعہ کراچی، ص ۷۴

حتیٰ انها وقعت عند علماء الحرمین موقعا جلیلا و قرضوا له علیها واجادوا فیما افاموا به له وهو قلیل من قدره ۔ [۱]

یہاں تک کہ وہ رسالہ علماء حرمین شریفین کی نگاہ میں عظیم وقعت پر واقع ہوا اور ان علماء کرام نے مصنف کے لئے رسالے پر تقریظیں لکھیں اور انہوں نے مصنف کی تائید میں بہت خوب قیام کیا اور یہ بھی مصنف کی قدر سے کم ہے ۔

۳

مفتی حنفیہ شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن سراج علیہ الرحمہ
مکہ معظمہ

اس رسالہ الدولتہ المکیہ کا مصنف وہ کہ جس میں میں نے اپنی نظر کو دوڑایا تو دیکھا کہ اسرار معانی اس میں جھلک رہے ہیں اور بیشک اس کا مصنف کھری بات لایا اور ہدایت ورشد کا راستہ واضح کر دیا۔ ہر جمع کرنے والا مؤلف نہیں ہوتا اور ادھر ادھر سے بہت سی نقلیں لے آنے والا مصنف نہیں ہوتا، یہ تو عطائیں ہیں کہ مولیٰ جسے چاہے دیتا ہے اور اسے اولیٰ بناتا ہے [۲]

۴

مفتی حنابلہ شیخ عبد اللہ بن حمید علیہ الرحمہ
مکّہ معظّمہ

میں نے یہ رسالہ دیکھا جسے ہر سردار نے قبول کے ساتھ لیا، تو میں نے اس کے دلائل یقینیہ کے آفتابوں کو پایا کہ انہوں نے ہر تاریکی دور کر دی اور اس کی

---

[۱] الفیوضات الملکیہ لمحب الدولتہ المکیہ ، ص ۱۶ ـ ۱۸

[۲] ایضاً ، ص ۲۱

ہدایت کے نور اس امت پر چمکے تو اس رسالے پر یہ قول صادق آیا ؎

ولا عیب فیھم غیر ان سیوفھم
بھن فلول من قراع الکتائب

تو اس کے دندان تبسم ریز کا بوسہ دینے وقت میں نے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ایک ہزار دس حمدیں کیں اور اگر اس وقت مجھے وضو ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ شکر میں گرتا کہ اس نے ہم پر اس عالم محقق مدقق سے احسان کیا۔ زمانے کی بقا تک اس کے علم کا درخت بارور ضا ہے۔ [1]

۵

سابق مفتی حنفیہ شیخ محمد صالح بن علامہ شیخ صدیق کمال رحمہما اللہ تعالیٰ

خطیب و امام مسجد حرام، مکہ معظمہ

رسالہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ ان باتوں سے خالی ہے جو اس کے مؤلف پر جھوٹے مفتریوں نے ادعا کیں کہ مؤلف نے علم الٰہی سے علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کا دعویٰ کیا۔۔۔۔۔ کیا اس پر باز نہیں آئے جو رسوائی اور مصیبت انہیں مکہ معظمہ میں اس رسالے کے زمانۂ تصنیف میں پہنچی [2]

۶

رئیس الخطباء والائمۃ والمدرس بالمسجد الحرام شیخ احمد ابوالخیر بن عبد اللہ میرداد علیہ الرحمہ

مکہ معظمہ

میں نے یہ رسالہ تدقیق اور غور کامل کی نگاہ سے دیکھا تو میں نے اسے نہایت حسن تحقیق و استحکام میں پایا، بیشک اس کے بیان سے دل کشادہ ہوئے اور

---

[1] الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ، ص ۲۵

[2] ایضاً، ص ۲۷-۲۹

آسمان تحقیق میں اس کی یقینی دلیلیں بلند ہوئیں اور کیوں نہ ہو کہ وہ اس کی تصنیف ہے جو علامہ عقیل، ذکی، بلند ہمت ہے اور اپنے زمانے کے تمام مؤلفوں کا سردار ہے اور خود اپنے معاصرین کی شہادت سے سب مصنفوں کا امام ہے تو جو اس رسالے کو غور سے دیکھے گا وہ کہنے والے کی اس بات کو جھوٹا جانے گا اور اس قول کی تکذیب کرے گا کہ شیخ نے اپنے رسالے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب بالذات خالق زمین و آسمان کے علم کے برابر کر دیا ہے۔[1]

۷

شیخ عبد اللہ بن صدقہ بن زینی دحلان جیلانی علیہ الرحمہ

مدرس مسجد حرام، مکہ معظمہ

پاکی ہے اسے جس نے اس کے مؤلف کو کمالات و فضائل سے خاص کیا اور اسے اس زمانے کے لئے چھپا رکھا۔[2]

بعض علمائے مدینہ نے اس رسالے کا ایک نسخہ مانگا تھا اس امید پر کہ انہیں حقیقت معلوم ہو۔ ان افتراؤں کی جو بعض گمراہوں نے اس رسالے کی طرف نسبت کر کے ان سے کہے[3] یہاں تک کہ بعض علماء رسالے کے رد کی طرف متوجہ ہوئے لہٰذا اکرم و مکرم جناب سید حسین طرابلسی مدنی (ابن سید علامہ عبد القادر طرابلسی مدنی) نے اس رسالے کو اپنی قلم سے نقل کیا اور یہ اس وقت جب کہ میں استاذ مشارٌ الیہ کے مکان میں فروکش ہوا، آخر جمادی الآخر میں اور میں نے اس نقل کا مقابلہ اصل سے کیا

---

[1] الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ، ص ۳۱

[2] ایضاً ، ص ۳۶

[3] ناقل تقریظ نگار کا اشارہ مولانا حسین احمد مدنی وغیرہم کی طرف ہے جو اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے۔

جس پر مدینہ منورہ کے دو مفتیان مرحوم کی تقریظیں لکھی تھیں۔ ایک علامہ شیخ عثمان داغستانی دوسرے شیخ محمد تاج الدین الیاس[1]

۱۰ رجب المرجب ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء

۸

شیخ محمد صالح بن شیخ محمد بافضل علیہ الرحمہ امام شافعیہ فی المسجد الحرام مکۃ معظمۃ

فباللہ ھی من جنۃ علم قطوفھا دانیۃ، لاتسمع فیھا لاغیۃ[2]

خدا کی قسم رسالہ کیا ہے علم کی بہشت ہے جس کے خوشے نزدیک ہیں تو اس میں کوئی لغویات نہ سنے گا۔

فلعمری ان ھذا لھو التالیف الذی یفتخر بہ العالمون۔[3]

مجھے اپنی جان کی قسم بیشک یہی وہ تصنیف ہے جس پر علماء فخر کریں۔

۹

شیخ اسعد بن احمد دھان علیہ الرحمہ مسجد حرام۔ مکہ معظمہ

"میں نے اس رسالے الدولۃ المکیہ میں اپنی نظر کو جولان دیا جو امام معظم اور ایسے بلند ہمت کی تصنیف ہے جسے کمال میں تفضیل ہے، گراں بہا حامل کے بیچ کا جوہر وہ فاضل کہ دانشمندی کی روایت داہنے سے لیتا ہے میرے سردار

---

[1] الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ، ص ۳۹

[2] ایضاً ، ص ۴۴

[3] ایضاً ، ص ۴۶

اور میرے استاد اور میرے پیشوا حضرت احمد رضا خاں"

نوٹ: چوں کہ بلیغ عربی عبارت کا ترجمہ بلیغ اردو میں بہت مشکل ہے اس لیئے یہ ترجمہ ذرا گنجلک معلوم ہوتا ہے۔ عربی کی اصل عبارت یہ ہے:۔

فقد سرحت نظری فی الرسالة المسماة بالدولة المکیة لمؤلفها الامام المبجل والھمام الذی ھو بالکمال مفضل واسطة العقد الثمین الفاضل الذی یتلقی روایة الدرایة بالیمین سیّدی وشیخی وقدوتی الشیخ احمد رضا خان[1]

۱۰

شیخ سید محمد بن واسع حسینی ادریسی علیہ الرحمہ
مدینہ طیبہ

میں نے مطالعہ کیا کتاب مستطاب الدولة المکیہ کا جس کے مصنف فخر ہندوستان حضرت عالم علامہ شیخ احمد رضا خاں صاحب ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوں (۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۱ء) تو یہ رسالہ مجھے بے انتہا پسند آیا۔ پس پاک ہے وہ ذات جو عطا فرماتا ہے حکمت جس کو چاہے اور ارادہ کرے اور کچھ جائے تعجب نہیں کہ اللہ کے بعض بندے زمین میں اصلاح کرنے والے اور فساد کو زائل کرنے والے ہیں[2]

۱۰

شیخ محمد مختار بن عطارد الجاوی علیہ الرحمہ
مکہ معظمہ

بیشک مصنف علّام اس زمانے کے علماء محققین کا بادشاہ ہے اور اس کا کلام

---

[1] ایضاً ، ص ۵۶

[2] ایضاً ، ص ۶۵ - ۶۷

مبارک حق صریح ہے اور گویا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں میں سے
ایک معجزہ ہے جو اس امام کے ہاتھ پر اللہ نے ظاہر فرمایا اور حضرت مولینا
احمد رضا خاں صاحب ہمارے سردار اور ہمارے مولا خاتم المحققین اور سنی علماء
کے پیشوا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بقا سے مسلمانوں کو متمتع رکھے اور ان کی حمایت
فرمائے اور انہیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے [۱] (۲۳ جمادی الاولی ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء)

۱۲

مفتی مالکیہ شیخ احمد الجزائری بن السید احمد المدنی علیہ الرحمہ

مدینہ منورہ

علامۃ الزمان و فرید الاوان و منبع العرفان و ملحظ انظار
سید عدنان، جناب، حضرت مولینا الشیخ احمد رضا خان
اطال اللہ عمرہ ینتفع بہ کل موفق فہیم و یرتدع بہ
کل افاک اثیم۔ [۲]

علامۂ زماں، یکتائے روزگار، سرچشمۂ معرفت، عدنان کے سردار کی نظروں کے مرکز
حضرت مولینا شیخ احمد رضا خاں۔ اللہ ان کی عمر دراز کرے، ہر صاحب توفیق
سمجھدار اس سے نفع حاصل کرے گا اور لرزہ براندام ہوگا اس سے ہر گنہ گار و بدکار۔

۱۳

سید حسین بن علامہ سید عبد القادر طرابلسی علیہ الرحمہ

مدرس مسجد نبوی۔ مدینہ منورہ

امابعد لما ان من اللہ علی عبیدہ بالتشرف باعتاب العلامۃ

---

[۱] ایضاً ، ص ۷۳

[۲] ایضاً ، ص ۷۵–۷۶

النحریر والفهامة الشهیر حامی الملة المحمدیة الطاهرة و
مجدد المائة الحاضرة استاذی وقدوتی مولانا الشیخ
احمد رضا خاں [1]

بعد حمد و نعت کے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اس چھوٹے سے بندے پر یہ احسان
فرمایا کہ میں ان کے آستانے سے شرف یاب ہوا جو علامہ ماہر کامل اور فہامہ مشہور ہیں۔
حامی ملت محمدیہ طاہرہ، مجدد مائۃ حاضرہ، میرے استاد اور میرے پیشوا حضرت
مولینا احمد رضا خاں۔

۱۴

مفتی شافعیہ شیخ سید احمد علوی بن سید احمد بافقیہ حسینی علوی علیہ الرحمہ
مدینہ منورہ

افضل الفضلاء انبل النبلاء، فخر السلف، قدوۃ الخلف الشیخ
احمد رضا خاں البریلوی عامله الله بلطفه الخفی [2]

فاضلوں سے افضل، سب عاقلوں سے زیادہ دانشمند، اگلوں کا فخر، پچھلوں کا پیشوا،
حضرت احمد رضا خاں بریلوی، اللہ اپنے پوشیدہ لطف سے اسکے ساتھ معاملہ کرے۔
رسالہ الدولۃ المکیہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

وانها لجديرة بان تكتب بالتبر بدل المداد والحبر۔
اور وہ بیشک اس لائق ہے کہ سیاہی اور روشنائی کے بدلے سونے سے لکھی جائے

۱۵

شیخ حمدان ونیسی قسطنطینی الجزائری علیہ الرحمہ

فانی لما اطلعت علی الرسالة المسماة بالدولة المکیة

---

[1] ایضاً، ص ۸۲
[2] ایضاً، ص ۹۲

لاوحد جهابذة الهند العلامة النحرير الامام الشهير المفسر المحدث الاصولی الفقیہ اللغوی الجدلی المناظری الشیخ احمد رضا خان الهندی دام مجده وعلاه[1]

درحقیقت میں نے رسالہ دولت مکیہ کے مصنف یگانۂ اساتذۂ زمانۂ ہندی علامۂ کامل، ماہرامام، نادر، مفسر، محدث، اصولی، فقیہ، عالم لغت وعلم جدل مہذب مناظراستاد احمد رضا خاں ہندی۔ اللہ تعالیٰ ان کی بزرگی اور برتری دائم رکھے۔

۱۶

شیخ عبد اللہ نابلسی علیہ الرحمہ — مسجد نبوی، مدینہ منورہ

وھولنا درة هذا الزمان وغرة هذا الدهر والاوان، العالم العامل والهمام الفاضل محرر المسائل وعویصات الاحکام ومحکم بروج الادلة بمزید اتقان وزیادة احکام سید الشیوخ والفضلاء الکرام، یتیمة الدهر بلاتوان، قاضی القضاة الشیخ احمد رضا خان متعنی اللہ بحیاته وافاض علی وعلی المسلمین من برکاته[2]

(ترجمہ) وہ نادر روزگار، اس وقت اور زمانے کا نور، عالم باعمل، بلند ہمت فاضل، مسائل اور مشکل احکام کی تنقیح کرنے والا، اور دلائل وبراہین سے ان کو مستحکم سے مستحکم تر کرنے والا، معزز مشائخ اور فضلا کا سردار، بلا تامل وہ زمانے کا گوہر یکتا (کون؟) قاضی القضاۃ شیخ احمد رضا خان۔ خدا ان کی زندگی سے ہم کو متمتع فرمائے اور ہم پر اور سارے مسلمانوں پر ان کا فیض جاری وساری رکھے۔ آمین۔

---

[1] ایضاً، ص ۸۸

[2] ایضاً، ص ۹۵-۹۶

۱۷

شیخ عباس ابن سید محمد رضوان علیہما الرحمہ۔ مسجد نبوی، مدینہ منورہ

الشہم الکامل، العالم العامل، بھجۃ المحافل، من نال المنۃ بنصر السنۃ وقمع البدع وحج من لھا اتیح بلسانہ العضب وبیانہ العذب، ذی الفضل والعرفان المولوی احمد رضا خان [۱]

(ترجمہ) کامل بزرگ، عالم و عامل، مجلس کی رونق، زینت اور مسرت، وہ جس نے سنت کی مدد کرکے نعمت پائی اور بدعتوں کو اکھاڑ پھینکا، جو اپنی زبان کی تیغ براں اور بیان شیریں سے بدمذہبوں پر غالب آیا، صاحب فضیلت و معرفت مولوی احمد رضا خاں۔

۱۸

شیخ احمد اسعد گیلانی حسنی حسینی علیہ الرحمہ
ساکن حما شریف وارد مدینہ منورہ

اور اللہ کے شہر مدینہ طیبہ میں دو صالح، سچے عادل شخصوں سے ملا اور انہیں مشار الیہ (مولانا احمد رضا خاں) سے ملاقات و معرفت ہے تو انہوں نے مجھ سے اچھا خلق اور کمال زہد وصف بیان کیا اور جب ان دونوں نے ان کے حال کی شرح کی اور محبت صادقہ حضور سید الانبیاء اور مودت خالصہ ان کے صاحبزادے سلطان الاولیاء کی بیان کی تو مجھے گنجائش نہ رہی مگر لوجہ اللہ ان کی محبت کی کیوں کہ میرے نزدیک جو محبوب کو محبوب رکھے وہ محبوب ہے اور یہ محبت خالصہ ہے ذات کریم الٰہی کے لیے جو حاصل ہوئی مجھ کو سن کر قبل حصول ملاقات ـــــ اور بلاشک ان دونوں سچے مخبروں یعنی سید احمد علی اور شیخ کریم اللہ مولیٰ تعالیٰ ان دونوں کو صلاح دین و دنیا کی توفیق دے [۲]

---

[۱] ایضاً ، ص - ۱۰۲
[۲] ایضاً ، ص - ۱۱۵

۱۹

شیخ غلام محمد برھان الدین ابن سید نور الحسن علیہ الرحمہ
مدینہ منورہ

مصنف کے مناقب اس کتاب کے نام سے آشکارا ہو گئے کیوں کہ ان میں ملکی قوت قدسیہ اور غیبی تائیدوں اور الہامات الہیہ سے بڑی عظیم دولت حاصل ہوئی کیوں کہ مصنف نے باوجود فقدان سامان ضروری اس کتاب کو تصنیف کیا کیوں نہ ہو کہ انہیں عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانوں سے دولت ابدی حاصل ہوئی۔ اور مصنف نے اس دولت کو لوگوں میں تقسیم فرمایا۔ اپنی کثیر تصانیف کی اشاعت فرما کر اور اللہ تعالیٰ اور رسول کی مرضی تلاش کی ——— پس اے بھائیو! اس دولت کی طرف جلدی کرو اور اس فاضل مصنف کی تصانیف کے مطالعہ میں کوشش کرو اور حضور سید عالم حبیب رب العالمین کی محبت میں اس علامہ کا اتباع اور ان کے نقش قدم پر چلو کہ یہ سیدھے راستے اور صراط مستقیم پر ہیں [1]

۲۰

شیخ عبد القادر بن شیخ سودۃ القرشی علیہ الرحمہ
مسجد نبوی، مدینہ منورہ

اصولی الزمان، وعلامۃ الاوان، المتکلم النظار، والمفسر الذی علیہ المدار، یتیمہ الدھر بلاتوان، قاضی القضاۃ الشیخ احمد رضا خان [2]

(ترجمہ) اصولی زمان، علامۂ دوران، متکلم مناظر، وہ مفسر جس پر مدار کار ہو نادر زمانہ قاضی القضاۃ شیخ احمد رضا خان۔

---

[1] ایضاً، ص ۱۲۵
[2] ایضاً، ص ۱۲۸

۲۱

شیخ عطیہ محمود علیہ الرحمہ مدرس بالحرم الشریف مکہ مکرمہ

لله در مؤلف اهدیٰ لنا — درًّا لقد شرح الصدور صدوره

اهدٰنه للارواح راحة احمد — فسماوطاب لدی الانام سروره

قد صاغ جوهره بمدحٍ فازدهیٰ — وازداد فضلاحیث تم ظهوره

فهوا للباب المستطاب وحقه — بالتبر کتبا ان تصاغ سطوره

لاشک انّ ارض الاله واحمدا — هذا الصنیع المشرقات بدوره

یامن تروم العلم بادر واغتنم — روض العلوم الفائحات زهوره[1]

(۱) کیا ہی خوب ہیں یہ مؤلف جنہوں نے ہمیں دُرِّ بے بہا عطا فرمایا، بلا شبہ اس کی آمد نے ہمارے سینے کشادہ کر دئے۔

(۲) احمد رضا کی عنایت نے اعلیٰ درجہ کا ہدیہ عنایت فرمایا جس کے سرور و کیف سے ارواح مست و سرشار ہو گئیں۔

(۳) اس ہدیہ کے جوہر کو انہوں نے مدحتیں ڈھالا، وہ خوب سے خوب تر ہوا اور جب کہ اس کا ظہور تام ہوا۔

(۴) وہ پاکیزہ و برگزیدہ ہے، سچ تو یہ ہے کہ اس کے سطور آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔

(۵) اور بلا شبہ اللہ و مصطفےٰ (جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اس زمین پر احمد رضا کی تحریروں کے یہ چمکتے دمکتے ماہتاب ہیں۔

(۶) اے علم کے طلب گار! جلدی کر اور انہیں غنیمت جان، یہ بوستانِ علوم ہیں۔ اس گلستان کی کلیوں کی مہک دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔

---

[1] ایضاً، ص۔ ۱۴۰

۲۲

شیخ مصطفیٰ بن نارزی ابن عزوز علیہ الرحمہ۔ مسجد نبوی، مدینہ منورہ

وللہ در ھذا المؤلف الاستاذ الکامل الجامع، الغیث الوابل النافع، لقد افاد واجاد وارشد العباد ونور البلاد وذالک دلیل علی شرفہ وجمیل سیرتہ وطول باعہ واخلاص طویتہ وطیب سریرتہ وغزارۃ علمہ وتحریر اطلاعہ[1]

اللہ ہی کے لئے مصنف استاذ کامل، بارندہ ابر نافع کی خوبی ہے جنہوں نے فائدہ پہنچایا اور بہت خوب اللہ کے بندوں کی رہنمائی کی اور آبادیوں کو منور کیا یہ ان کی عظمت کی دلیل اور سیرت جمیل کی نشانی ہے مہارت، اخلاص نیت اور حسن کمال علم اور پاکیزہ واقفیت کی نشانی ہے۔

۲۳

شیخ موسیٰ علی شامی ازہری احمدی دردیری علیہ الرحمہ

امام الائمۃ، المجدد لھٰذہ الامۃ امر دینھا المؤید لنور قلوبھا ویقینھا الشیخ احمد رضا خاں بلغہ اللہ فی الدارین القبول والرضوان۔[2] یکم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ

---

[1] ایضاً، ص ۱۴۹ — ۱۴۸

[2] ایضاً، ص ۲۶۲

نوٹ: مولانا عبدالحی لکھنوی نے تحریر فرمایا ہے:۔

یغلو کثیر من الناس فی شانہ فیعتقدون انہ کان مجدد المأۃ الرابعۃ عشرۃ

(ترجمہ) اکثر لوگ ان کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ چودھویں صدی کے مجدد تھے۔

(نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم، ص ۴۱)

لیکن شیخ موسیٰ علی شامی، شیخ حسن بن عبدالقادر، اور سید اسماعیل بن خلیل وغیرہ علماء حجاز نے (باقی ص ۱۳۵ کے نیچے)

اماموں کے امام اس امت کے دین کے مجدد اور جو نقیین کے نور اور قلوب کے انوار کی تائید سے آراستہ ہیں یعنی شیخ احمد رضا خاں اور ان کو دونوں جہانوں میں قبول و رضوان عطا فرمائے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۴

آیکو مجدد لکھا ہے۔ اس لئے عامۃ الناس کی طرف اس خیال کو منسوب کرنا علمی خیانت ہے۔

مورخ حکیم عبدالحئی کی نظر میں فاضل بریلوی کے لئے لفظ "مجدد" کا استعمال مبالغہ ہے حالانکہ ان سے معتقدین نے پہل نہیں کی بلکہ علماء حجاز نے اس لقب سے نوازا ہے۔ دوسرے علماء کیلئے جو ان کے متبعین یا معتقدین نے یہ لقب اختیار کیا ہے وہ کیوں مبالغہ نہیں؟۔ مثلاً شارح ابوداؤد شریف اپنی شرح عون المعبود میں تیرھویں صدی ہجری کے مجددین میں ان حضرات کے نام تحریر فرماتے ہیں :۔

(۱) مولانا محمد قاسم نانوتوی (۲) سید نذیر حسین دہلوی (۳) قاضی حسین بن محسن انصاری۔

اس کے بعد لکھتے ہیں :۔ ——— هذا وهو ظنی فی هؤلاء الاكابر الثلاثة

انهم من المجددين على راس المائة الثلاثة عشرة (جلد چہارم ص ۱۸۲)۔

مجدد کا اندازہ اس کی بے داغ سیرت، اصلاحی کارناموں اور ہمہ گیر مقبولیت اور شہرت سے لگایا جاسکتا ہے، اس سے قطع نظر کر لیا جائے تو پھر ہر عالم مجدد نظر آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی وقت میں ایک ہی مقام پر کئی کئی مجدد نظر آتے ہیں۔ اس حدیث پاک کی رو سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہونا چاہیئے ۔ ملا

"ان الله يبعث لهذه الامة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها امر دينها"

(سنن ابی داؤد شریف)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایسے بندے پیدا کرے گا جو اس کے لئے اس کے دین کو نیا اور تازہ کرتے رہیں گے۔

لیکن بعض علماء اس حدیث میں عمومیت کے قائل نظر آتے ہیں یعنی یہ کہ ضروری نہیں کہ ہر صدی کے شروع میں صرف ایک ہی مجدد ہو، ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے عون المعبود میں اس کی صراحت کی ہے۔ (محمد صابر : مجدد اسلام، ص ۱۷۰)

مگر عمومیت کے باوجود نہایت حزم و احتیاط کی ضرورت ہے، ہر کس و ناکس کو مجدد کہنا حدیث پاک کی تحقیر ہے۔ مسعود

۲۴

شیخ یٰسٓ احمد الخیاری علیہ الرحمہ ـــــ مسجد نبوی۔ مدینہ منوّرہ

فالعینتہ قاموساً لتحقیق مسائل شریفۃ، وناموسا لتدقیق لطائف منیفۃ ـــــ کیف لاوھو امام المحدثین وحسام فی رقاب الملحدین، وحید الزمان و فرید الأوان مولانا الکامل السیّد أحمد رضا خان لازال دافلا فی حلل العرفان[1]

یہ کتاب مسائل شریفہ کی تحقیق کے لئے ایک قاموس ہے، بزرگ اور بلند معارف کی تفتیش کے لئے ایک حصار ہے ـــــ کیوں نہ ہو کہ وہ محدثین کے امام ہیں[2]، ملحدین کی گردنوں کے لئے تلوار ہیں، یگانۂ روزگار اور یکتائے زمانہ ہیں یعنی مولانا شیخ کامل بزرگ سردار احمد رضا خاں ہمیشہ لباس معرفت میں جلوہ گر رہیں۔

۲۵

شیخ حسین بن محمد علیہ الرحمہ ـــــ مدینہ منوّرہ

اللہ سے دعا ہے کہ مصنف کتاب شیخ احمد رضا خاں جیسی ہستیاں زیادہ ہوں[3]

(صفر الخیر ۱۳۲۴ھ)

۲۶

شیخ محمد توفیق الایوبی الانصاری علیہ الرحمہ المجاورۃ بالمدینۃ المنورۃ

فاضل مصنف سے میری درخواست ہے کہ اپنی اچھی دعاؤں میں مجھے شامل رکھیں اس لئے کہ ان کی دعائیں قبولیت کی سزاوار ہیں کیوں کہ وہ (اللہ انہیں

---

[1] ایضاً، ص ۷۰

[2] لیکن نہ معلوم مولانا عبدالحی لکھنوی نے یہ کیوں لکھ دیا۔ قلیل البضاعۃ فی الحدیث والتفسیر (نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم، ص ۔ ۴۱)

[3] ایضاً، ص ۸۰

زندہ رکھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخلص محبت رکھنے والے ہیں[۱]

۲۷

شیخ علی بن علی الرحمانی علیہ الرحمہ — حرم شریف، مدینہ منورہ

شیخ موصوف نے اپنی تقریظ کے آخر میں رسالہ الدولتہ المکیہ کی تاریخ کہی ہے جس کے بعض اشعار سے کمال محبت و عقیدت مترشح ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو :-

(۱) اسرت بہ کل القلو ... ب فقلبنا الیوم الاسیر

(۲) فوجدتہ الا سیثنی ... فہو مفقود النظیر

(۳) سبق الاولیٰ سبقوا اوجا ... ء بما شفی اللب الکبیر[۲]

(حرم شریف ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء)

(۱) لوگوں کے دل اس کے گرفتار ہیں اور آج ہمارا دل بھی اسی کا اسیر ہے۔

(۲) اس تالیف کی نظیر نہیں ماسوائے اس کے مثنیٰ (یعنی دوسری نقل مطابق اصل) کے

(۳) اگلوں سے بھی آگے نکل گئے، مصنف نے اس میں شکستہ عقلوں کے لئے سامانِ شفا مہیا کر دیا ہے۔

۲۸

شیخ عثمان قادری علیہ الرحمہ — مدینہ منورہ

وما رأیت مثلہ فی مسئلہ علم الغیب لنبیّنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محکما من النصوص القرآنیہ والاحادیث الصحیحہ واقوال العلماء المجتہدین المتقدمین۔ کیف لا ومصنفہ فرید الدھر ووحید العصر الفاضل الکامل العالم العامل قامع البدعۃ ناصر السنۃ المحقق المدقق الامام الہمام لہذا الزمان المولانا الحاج سیدی محمد احمد رضا خان القادری البریلوی[۳]

---

[۱] ایضاً، ص ۹۴م

[۲] ایضاً، ص ۹۹م [۳] ایضاً ص ۵۲۲

(ترجمہ) مسئلہ علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق میں نے کبھی ایسی کتاب نہیں دیکھی جو آیات قرآنی احادیث صحیحہ مجتہدین و متقدمین کے اقوال سے ایسی محکم ہو کیوں نہ ہو اس کا مصنف یکتائے زمانہ یگانہ روزگار فاضل و کامل عالم و عامل قامع بدعت ناصر سنت محقق و مدقق سردار وقت پیشوائے زمانہ مولانا الحاج سیدی محمد احمد رضا خاں قادری بریلوی ہیں۔

۲۹

شیخ محمد امین سوید دمشقی علیہ الرحمہ — وارد مدینہ منورہ

فقد سرحت نظری فی هذه الرسالة الموسومه بالدولة المكية بالمادة الغيبية لمؤلفها العلامة الكبير والفهامة الشهير الألمعى المحقق اللوذعى المدقق الشيخ احمد رضا خان فوجدتها دوحة جمعت خلاصة مذهب اهل الاسلام [1]

(ترجمہ) میں نے اس رسالے موسوم الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ پر نظر ڈالی جو علامہ کبیر فہامہ شہیر محقق و مدقق شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ہے میں نے اسے ایسا عظیم الشان درخت پایا جو مذہب اہل اسلام کے نچوڑ پر مشتمل ہے۔

۳۰

شیخ عبدالرحمٰن حنفی علیہ الرحمہ — مدرس جامعہ ازہر مصر

ولعمری لقد جمع فیها من الادلة ما به الكفاية ولا ینفع الحسود تطویل العبارة [2]

مجھے اپنی عمر کی قسم مؤلف نے رسالے میں کافی دلائل ذکر فرمائے ہیں اور حاسد کے لئے تو طویل عبارتیں بھی کافی نہیں۔

---

[1] ایضاً ، ص ۵۴۲

[2] ایضاً ، ص ۵۴۱

دوسرا باب

حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

"قارئین کرام رسالہ الدولۃ المکیہ کی تقاریظ کے اقتباسات پڑھتے پڑھتے تھک گئے ہوں گے واقعی یہ تقاریظ تھکا دینے والی ہیں، ابھی تو تقاریظ لکھنے والے معدودے چند علماء و فضلاء کا ذکر کیا ہے بہت سے رہے جاتے ہیں۔ تفصیلات کے لئے الفیوضات الملکیہ کا مطالعہ ضروری ہے۔

اب ہم ایک دوسری تصنیف حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین[1] (۱۳۲۴ھ) کی طرف متوجہ ہوتے ہیں"

فاضل بریلوی نے حضرت شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ[2] کی تصنیف المعتقد المنتقد

---

[1] حسام الحرمین کا سلیس اردو ترجمہ "مبین احکام و تصدیقات اعلام" کے نام سے ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں شائع کیا گیا۔

[2] مولانا شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ ماہ صفر ۱۲۱۳ھ/ ۹-۱۷۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ مروجہ دینی کتابوں کی تکمیل و تحصیل مولوی نور الحق فرنگی محلی سے کی جو بحر العلوم ملا عبد العلی کے شاگرد مولوی انوار الحق کے صاحبزادے تھے، علم طب حکیم بر علی موہانی سے سیکھا اور علم حدیث و تفسیر شیخ المکہ عبد اللہ سراج اور شیخ المدینہ عابد مدنی سے اور علم تصوف اپنے والد ماجد شاہ عین الحق عبد المجید علیہ الرحمہ سے حاصل کیا۔ قادریہ اور چشتیہ سلسلوں میں اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے اور انہیں سے خلافت حاصل کی، کئی بار زیارت حرمین اور حج کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، ایک عرصہ درس و تدریس میں معروف رہے۔ آپ کے تلامذہ میں مشہور علما پیدا ہوئے۔ مولانا محب الرسول عبد القادر بدایونی آپ کے صاحبزادے تھے۔

مولانا فضل رسول علیہ الرحمہ نے ۲ رجادی الثانی ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء کو ۷۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔

تصانیف میں بوارق محمدیہ، تصحیح المسائل، المعتقد المنتقد، سیف الجبار، تلخیص الحق، احقاق الحق، شرح فصوص الحکم، حاشیہ میر زاہد، حاشیہ ملا جلال، طب الغریب اور متفرق رسائل یادگار ہیں۔

(تذکرہ علمائے ہند۔ اردو، ص ۳۸۰ و ۳۸۱، المعتقد المنتقد، مطبوعہ لاہور، ضمیمہ ترجمہ از مفتی محمد اعجاز ولی خان، ص۔ ۲۶۵)

(۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) پر تعلیقات وحواشی کا اضافہ فرمایا اور اس کا نام المعتمد المستند (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) رکھا۔ اسی زمانے میں ان تعلیقات کا خلاصہ علمائے حجاز کی خدمت میں تصدیقات کیلئے پیش کیا، چنانچہ حرمین شریفین کے علماء و فضلاء نے اس کو اپنی تقاریظ اور تصدیقات سے مزین فرمایا خود فاضل بریلوی نے ان تقاریظ و تصدیقات کو مرتب فرما کر حسام الحرمین نام رکھا۔ مفید اضافے کئے اور شائع کیا۔

فاضل بریلوی نے جن اشخاص اور فرقوں کے اقوال و اعمال پر سخت تنقید کی ہے ان کو مندرجہ ذیل پانچ طبقوں میں تقسیم کیا ہے:۔

(ل) الانجاس قادیانی

انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور اپنی نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرنے والے۔

(ب) ارجاس شیطانی

شیطان کی وسعت علم کو نص سے ثابت ماننے والے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم کا انکار کرنے والے۔

(ج) تکذیب رحمانی

خداوند تعالیٰ کو جھوٹ بولنے پر قادر ماننے والے

(د) نبوت ستانی

یہ عقیدہ رکھنے والے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انبیاء کا مبعوث ہونا مستبعد نہیں۔

(ھ) جنون سگانی [1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں سے مماثل قرار دینے والے۔

---

[1] احمد رضا خاں: حسام الحرمین، ص ۴۱-۴۲

مندرجہ بالا طبقات پنجگانہ پر بحث کرتے ہوئے فاضل بریلوی نے ان کی بعض کتابوں سے مفصل حوالے دیئے ہیں۔ چند کتابیں یہ ہیں :۔

(۱) اعجاز احمدی (مرزا غلام احمد قادیانی)

(۲) ازالۃ الاوہام (مرزا غلام احمد قادیانی)

(۳) تحذیر الناس (مولوی محمد قاسم نانوتوی)

(۴) براہین قاطعہ (مولوی خلیل احمد انبیٹھوی)

(۵) حفظ الایمان (مولوی اشرف علی تھانوی)

مندرجہ بالا تفصیلات کو حسام الحرمین کا مختصر تعارف سمجھنا چاہیئے۔ ان افکار و خیالات کی روشنی میں فاضل بریلوی نے اپنا فتویٰ خلاصہ کی صورت میں ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا تھا جس پر الدولۃ المکیہ کی طرح علماء نے دل کھول کر تقاریظ لکھیں اور اپنی تصدیقات سے نوازا۔ ان تصدیقات اور تقاریظ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء حرمین فاضل بریلوی کو کس قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جن علماء کرام نے یہ تقاریظ تحریر فرمائی ہیں ان کے اسماء گرامی تحریر کئے جاتے ہیں :۔

اسماء گرامی علماء حرمین شریفین

علماءِ مکۂ معظمہ

(۱) شیخ محمد سعید بابصیل، مفتی شافعیہ

(۲) شیخ احمد ابوالخیر بن عبداللہ میرداد، خطیب مسجد حرام

(۳) شیخ صالح کمال، مفتی حنفیہ

(۴) شیخ علی بن صدیق کمال حنفی، سابق مفتی مکہ

(۵) شیخ عبدالحق مہاجر مکی

(۶) سید اسماعیل بن خلیل، حافظ کتب الحرام

(۷) سید مرزوقی ابوحسین

(۸) شیخ عمر بن ابی بکر جنید

(۹) شیخ عابد بن حسین، مفتی مالکیہ

(۱۰) شیخ علی بن حسین مالکی، مدرس مسجد حرام

(۱۱) شیخ محمد علی بن حسین مکی (۱۲) شیخ جمال بن محمد بن حسین
(۱۳) شیخ اسعد ابن احمد دہان، مدرس حرم شریف (۱۴) شیخ عبدالرحمٰن دہان
(۱۵) مولانا محمد یوسف افغانی مہاجر مکی، مدرس مدرسہ صولتیہ، حرم شریف (۱۶) مولینا شیخ احمد مکی (خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) مدرس مدرسہ صولتیہ، حرم شریف
(۱۷) شیخ محمد یوسف خیاط (۱۸) شیخ محمد صالح بن محمد بافضل
(۱۹) شیخ عبدالکریم ناجی داغستانی (۲۰) شیخ محمد سعید بن محمد یمانی، مدرس مسجد حرام
(۲۱) شیخ احمد محمد جداوی

علماء مدینہ منورہ

(۲۲) شیخ تاج الدین الیاس بن شیخ مصطفےٰ الیاس، مفتی مدینہ (۲۳) شیخ عثمان بن عبدالسلام داغستانی سابق مفتی مدینہ
(۲۴) سید احمد جزائری، شیخ مالکیہ (۲۵) شیخ خلیل بن ابراہیم خربوتی
(۲۶) شیخ محمد سعید بن سید محمد المغربی شیخ الدلائل. (۲۷) شیخ محمد بن احمد عمری
(۲۸) سید عباس بن سید جلیل محمد رضوان، شیخ الدلائل
(۲۹) شیخ عمر بن حمدان محرسی مالکی اشعری
(۳۰) سید محمد بن محمد حبیب مدنی دیداری (۳۱) شیخ محمد بن موسیٰ خیاری، مدرس حرم طیبہ
(۳۲) سید شریف احمد برزنجی، مفتی شافعیہ (۳۳) شیخ محمد عزیز وزیر مالکی مغربی اندلسی
(۳۴) شیخ عبدالقادر توفیق شلبی طرابلسی حنفی، مدرس حرم طیبہ

○

اب ہم بعض علماء کرام کی تقاریظ کے اقتباسات پیش کرتے ہیں :-

(۱)

شیخ احمد ابوالخیر بن عبداللہ میرداد ۔ رحمۃ اللہ علیہما
خطیب مسجد الحرام، مکہ معظمہ

فهو كنز الدقائق المنتخب من خزائن الذخيرة، وشمس المعارف المشرقة في الظهيرة، كشاف مشكلات العلوم في الباطن والظاهر يحق لكل من وقف على فضله ان يقول كم ترك الاول للآخر [۱]

وانى وان كنت الاخير زمانه　　لآت بما لم تستطعه الاوائل

وليس على الله بمستنكر　　ان يجمع العالم في واحد [۱]

تو وہ باریکیوں کا خزانہ ہے، محفوظ گنجینوں سے چنا ہوا۔ اور معرفت کا آفتاب ہے جو ٹھیک دوپہر کو چمکتا ہے، علوم کی مشکلات ظاہر و باطن کا نہایت کھولنے والا ہے جو اس کے فضل پر آگاہ ہوا اسے سزاوار ہے کہ کہے کہ اگلے پچھلوں کیلئے بہت کچھ چھوڑ گئے۔ ؎

میں اگرچہ اخیر زمانے میں آیا ہوں مگر وہ چیز لایا ہوں جو اگلوں سے ممکن نہ تھی۔

خداوند تعالیٰ سے یہ بات غیر ممکن نہیں کہ وہ ایک شخص میں ایک جہان سمودے۔

(۲)

علامہ شیخ صالح کمال علیہ الرحمہ ـــــ مفتی حنفیہ، مکہ معظمہ

لاسيما العالم العلامة بحر الفضائل وقرة عيون العلماء الاماثل مولانا الشيخ المحقق، بركة الزمان احمد رضا خان البريلوى حفظه الله وابقاه۔ [۲]

بالخصوص اس عالم دین پر (رحمتیں نازل فرما) کہ جو فضائل کا دریا ہے اور علماء عمائد کی

---

[۱] مولانا احمد رضا خان، حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (مرتبہ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) مع ترجمہ اردو مبین احکام و تصدیقات اعلام (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) مطبوعہ لاہور، ص ۱۲۷-۱۲۸

[۲] ایضاً، ص ۱۳۰

آنکھوں کی ٹھنڈک، حضرت مولائے محقق، زمانے کی برکت احمد رضا خاں بریلوی اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے اور سلامت رکھے ۔

(۳)

شیخ سیّد اسمٰعیل بن خلیل علیہ الرحمۃ — حافظ کتب الحرام، مکہ معظمہ

واحمد اللہ تعالیٰ علیٰ ان قیض ھذا العالم العامل والفاضل الکامل صاحب المناقب والمفاخر مظھر کم ترک الاوّل للاٰخر، فرید الدھر، وحید العصر، مولانا الشیخ احمد رضا خان سلمہ اللہ الرب المنان لابطال حججھم الداحضۃ بالاٰیات والاحادیث القاطعۃ، کیف لا وقد شھد لہ علماء مکۃ بذالک ولو لم یکن بالمحل الارفع لما وقع منھم ذالک بل اقول لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقا وصدقا[1]

اور میں اللہ عزوجل کی حمد بجالاتا ہوں کہ اس نے اس عالم با عمل کو مقرر فرمایا جو فاضل کامل ہے، مناقب و مفاخر والا، اس مثل کا مظہر کہ اگلے پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے، یکتائے زمانہ، اپنے وقت کا یگانہ مولانا احمد رضا خاں احسان والا پروردگار اسے سلامت رکھے تاکہ وہ (مخالفین کی) بے ثبات حجتوں کا آیات قرآنیہ اور قطعی احادیث سے ردّ فرماتے رہیں اور وہ ایسا کیوں نہ ہو کہ علماء مکہ اس کے لئے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علمائے مکہ اس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے بلکہ کہتا ہوں کہ اگر

---

[1] ایضاً ، ص ۱۴۱ - ۱۴۲

نوٹ : مولانا حسین احمد مدنی نے فاضل بریلوی کے عقائد کو غلام احمد قادیانی سے تطبیق دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے :-
" البتہ مرزا قادیانی کے عقاید میں بریلوی شریک ہے اس لئے کہ یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ میں اس صدی کا مجدد ہوں "
(الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، مطبوعہ دیوبند، ص ۳۹)
شیخ اسمٰعیل علیہ الرحمۃ کی تقریظ (محولہ متن) کی روشنی میں یہ تحریر سراسر بہتان معلوم ہوتی ہے ۔ مسعود

اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بیشک حق و صحیح ہے۔

(۴)

علامہ ابو حسین محمد مرزوقی علیہ الرحمہ ــــ مکہ معظمہ

بیشک مجھ پر اللہ کا احسان ہوا اور اسی کے لئے حمد و شکر ہے کہ میں حضرت عالم علامہ سے ملا جو زبردست عالم، دریائے عظیم الفہم ہیں جن کی فضیلتیں وافر اور بڑائیاں ظاہر اور بیشک میں نے ان کا اچھا ذکر اور بڑا مرتبہ پہلے ہی سنا تھا اور ان کی بعض تصانیف کے مطالعہ سے مشرف ہوا جن کے نور قندیل سے حق روشن ہوا تو ان کی محبت میرے دل میں جم گئی اور میرے دل و دماغ میں متمکن ہو گئی۔ کبھی کبھی کان، آنکھ سے پہلے گرفتار محبت ہو جایا کرتے ہیں ــــ تو جب اللہ تعالیٰ نے اس ملاقات سے احسان فرمایا تو میں نے وہ کمال ان میں دیکھے جن کا بیان طاقت سے باہر ہے جس کے نور کا ستون اونچا ہے اور معرفتوں کا ایسا دریا جس سے مسائل نہروں کی طرح چھلکتے ہیں۔

بہت سی تعریف و توصیف کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:۔

ورایت نفسی ذا عیّ وحصر، عن البلوغ فی وصفه الی البغية والوطر[1]

اور میں نے اس کی تعریف و توصیف میں خود کو عاجز پایا، دل بھر کر تعریف نہ کر سکا۔ (دل کی آرزو دل ہی میں رہ گئی)

(۵)

مفتی مالکیہ شیخ عابد حسین علیہ الرحمہ ــــ مکہ معظمہ

سید العلماء الاعلام، وفخر الفضلاء الکرام، وسعد الملة والدین احمد السیر، والعدل الرضا فی کل وطر، العالم العامل ذوالاحسان

---

[1] ایضاً، ص ۱۴۶

حضرۃ المولیٰ احمد رضا خان فقام فی ذالک بفرض الکفایۃ [1]

علمائے مشاہیر کا سردار، معزز فاضلوں کا مایہ افتخار، دین اسلام کی سعادت، نہایت محمود سیرت، ہر کام میں پسندیدہ، صاحب عدل، عالم باعمل، صاحب احسان حضرت مولانا احمد رضا خان تو اس نے اس بات میں (یعنی گستاخان رسول علیہ السلام کا رد فرما کر) فرض کفایہ ادا کر دیا (یعنی جو فرض فرداً فرداً سب پر عائد ہوتا تھا آپ نے وہ فرض ادا کر کے سب کو سبکدوش فرما دیا)

—— (۶) ——

شیخ علی بن حسین مالکی علیہ الرحمہ — مدرس مسجد الحرام، مکہ معظمہ

لما من اللہ علیّ باستجلاء نور شمس العرفان، من سماء صفاء ملتزم الاتقان، من صار محمود فعلہ، کشاف آیات فضلہ وکیف لا وھو مرکز دائرۃ المعارف الیوم، ومطلع کواکب سماء العلوم فی دار القوم، عضد الموحدین وعصام المھتدین القاطع بصارم البراھین لسان المضلین الملحدین والرافع منار الایمان حضرۃ المولیٰ احمد رضا خان [2]

جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ احسان فرمایا کہ آفتاب معرفت کا نور اس آسمان صفا سے جسے استوارکاری لازم ہے مجھے اعلانیہ نظر آیا، وہ ذات گرامی (جس کے افعال حمیدہ اس کے آثار فضیلت کے آئینہ دار ہیں اور کیوں نہ ہو وہ تو آج دائرہ علوم کا مرکز ہے اور ملت اسلامیہ کے آسمان علوم کے ستاروں کا مطلع ہے، مسلمانوں کا بازو، مددگار اور راہ یابوں کا نگہبان و محافظ دلائل و براہین کی تیغ براں سے گمراہوں اور بے دینوں کی زبانیں کاٹنے والا، مینارۂ نور ایمان کا بلند کرنے والا حضرت مولانا احمد رضا خاں۔

---

[1] ایضاً / ص ۱۵۴

[2] ایضاً / ص ۱۵۸

﴿ ۷ ﴾

شیخ اسعد بن احمد دھان علیہ الرحمہ مدرّس حرم شریف مکہ معظمہ

نقل اطلعت علی هذه الرسالة الجلیلة التی الّفها نادرة الزمان و نتیجة الأوان، العلامة الذی افتخرت به الاواخر علی الاوائل والفهامة الذی ترک تبیانه سحبان باقل سیدی وسندی الشیخ احمد رضا خان البریلوی[1]

یہ عظمت والا رسالہ میرے علم میں آیا جس کا مصنف نادر روزگار اور خلاصۂ لیل و نہار ہے، وہ علامہ جس کی وجہ سے پچھلے اگلوں پر فخر کرتے ہیں، جلیل فہم والا جس نے اپنے بیانِ روشن سے سحبان فصیح البیان کو بے زبان کر دیا، میرا سردار، میری سند حضرت احمد رضا خاں بریلوی۔

﴿ ۸ ﴾

شیخ عبد الرحمٰن دھان مکیّ علیہ الرحمہ ــــــ مکہ معظمہ

الذی شھد له علماء البلد الحرام بانه السید الفرد الامام سیدی و ملاذی الشیخ احمد رضا خان البریلوی متعنا الله بحیاته و المسلمین و منحنی ھدیه فان ھدیه ھدی سید المرسلین[2]

وہ جس کیلئے علماء مکہ معظمہ گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سردار ہے، بے نظیر ہے، امام ہے، میرے سردار، میرے جائے پناہ حضرت احمد رضا خاں بریلوی اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو ان کی زندگی سے بہرہ مند فرمائے اور مجھے ان کی روش نصیب کرے کہ ان کی روش سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روش ہے۔

---

[1] ایضاً، ص ۱۷۰ [2] ایضاً، ص ۱۷۶

(۹)

مولینا شیخ محمد یوسف علیہ الرحمہ — مدرس مدرسہ صولتیہ۔ مکہ معظمہ

فانی قد اطلعت علیٰ هٰذه الرسالة التی الفها الفاضل العلامة، والحبرالفهامة، المتمسک بحبل الله المتین، الحافظ منار الشریعة والدین من قصرت لسان البلاغة عن بلوغ شکره، وعجز عن القیام بحقه وبره، الذی افتخر بوجوده الزمان مولانا الشیخ احمد رضا خان لازال سالکا سبیل الرشاد وناشرالویة الفضل علیٰ رؤس العباد[1]

یہ رسالہ میرے علم میں آیا جسے علامہ فاضل اور دریائے علم و دانش نے تصنیف فرمایا جو اللہ کی مضبوط رسی تھامے ہوئے ہے، دین و شریعت کے مینارۂ نور کا محافظ وہ کہ زبان بلاغت جس کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہے، اس کے حقوق و احسانات کی خدمت سے عاجز ہے، وہ کہ جس کے وجود پر زمانے کو ناز ہے مولانا شیخ احمد رضا خاں وہ ہمیشہ اس ہدایت پر گامزن رہے اور بندوں کے سروں پر فضل و احسان کے پھریرے اڑاتا رہے۔

(۱۰)

شیخ محمد سعید بن محمد یمانی علیہ الرحمہ — مدرس مسجد الحرام — مکہ معظمہ

فان من جلائل النعم التی لاتثبت فی ساحة شکرها ان فیض الشیخ الامام، والبحرالهمام، برکة الانام، وبقیة السلف الکرام، احد الائمة الزهاد والکاملین العباد احمد رضا خان[2]

بیشک اللہ تعالیٰ کی ان عظیم نعمتوں سے جن کا شکر ادا نہیں کیا جا سکتا یہ ہے کہ اس نے حضرت امام دریائے بلند ہمت، برکت انام، بزرگوں کی یادگار، ائمۂ زہاد اور

[1] ایضاً، ص ۱۶۸ [2] ایضاً، ص ۱۹۲

بندگان کاملین میں سے ایک یعنی حضرت احمد رضا خاں کو مقرر فرمایا۔

(۱۱)

شیخ حامد احمد محمد جداوی علیہ الرحمہ ــــــــ مکہ معظمہ

فقد طالعت هٰذه النبذة التى هى انموذج المعتمد المستند فوجد تها شذرة من عسجد وجوهرة من عقود دُرّ و ياقوت و زبرجد فقد نظمها بيد الاجادة فى سلك اصابة الصواب فى الافادة العمدة القدوة العالم العامل الحبر البحر الرحب العذب المحيط الكامل المحبوب المقبول المرتضى محمود الاقوال والافعال مولٰينا الشيخ احمد رضا متعنا الله والمسلمين بحياته [1]

میں نے یہ مختصر رسالہ (جو المعتمد المستند کا خلاصہ ہے) مطالعہ کیا، رسالہ کیا ہے یہ تو خالص سونے کی ڈلی ہے یا یاقوت و زبرجد اور موتیوں کی لڑیوں کا دانہ ہے جس کو پیشوائے معتمد عالم باعمل، فاضل متبحر، دریائے بیکراں، محیط کامل، محبوب و مقبول و مرغوب، ستودہ اقوال و افعال مولانا شیخ احمد رضا خاں کے قابل قدر ہاتھوں نے صراط مستقیم کی لڑی میں پرو دیا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو ان کی زندگی سے نفع عطا فرمائے۔ آمین!

(۱۲)

شیخ سید محمد سعید ابن السید محمد المغربی شیخ الدلائل علیہ الرحمہ مدینہ منورہ

جب شک و شبہ کی اندھیری رات چھا جاتی ہے تو وہ اپنے آسمان علم سے ایک چودھویں کا چاند چمکاتا ہے۔ اس طرح نسلاً بعد نسلٍ علماء کاملین و ناقدین کے ہاتھوں شریعت مطہرہ تغیر و تبدل سے محفوظ رہی اور ان اجلہ علماء میں سے کثیر العلم اور دریائے عظیم الفہم حضرت مولٰینا احمد رضا خاں ہیں [2]

---

[1] ایضاً، ص ۱۹۶ [2] ایضاً، ص ۲۱۳ - ۲۱۵

(۱۳)

شیخ سید عباس بن سید محمد رضوان شیخ الدلائل علیہ الرحمہ ـــ مدینہ منورّہ

کیف لا وھو العلامۃ الامام، الذکی الھمام، النبیہ النبیل، الوجیہ الجلیل، وحید العصر والزمان حضرۃ المولوی احمد رضا خان البریلوی[۱]

کیوں نہ ہو کہ وہ (المعتمد المستند) اس کی تصنیف ہے جو علامہ، امام، ذکی الفہم بلند ہمت، باخبر، صاحب عقل، صاحب وجاہت وجلالت، یکتائے زمین وزماں حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی ۔

(۱۴)

شیخ عمر بن حمدان محرسی مالکی اشعری علیہ الرحمہ ـــ مدینہ منورّہ

فانی قد اطلعت علی ما حررہ العالم العلامۃ، الدراکۃ الفھامۃ ذوالتحقیق الباھر جناب الشیخ احمد رضا خان فی الخلاصۃ الماخوذۃ من کتابہ المسمّٰی المعتمد المستند فوجدتہ فی غایۃ التحریر فللّٰہ درمؤلفہ[۲]

جناب شیخ احمد رضا خاں نے جو اپنے خلاصے میں تحریر فرمایا ہے میں نے اس کو مطالعہ کیا۔ یہ خلاصہ ان کی کتاب موسومہ المعتمد المستند سے ماخوذ ہے (مطالعہ کے بعد) میں نے محسوس کیا کہ مصنف نے تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ مصنف کی تعریف وتوصیف اللہ کے لئے ہے وہ مصنف جو خوب ہی جاننے والا، خوب ہی سمجھنے والا، خوب ہی سوچنے والا اور ایسی روشن تحقیق کرنے والا جس سے تمام پہلو منور ہو جائیں ۔

---

[۱] ایضاً، ص ۲۱۸ [۲] ایضاً، ص ۲۲۰

(۱۵)

سید محمد بن محمد حبیب مدنی دیداوی علیہ الرحمہ
مدینہ منورہ

فقد اطلعت علیٰ ما سطرہ العلامۃ النحریر، والدراکۃ الشھیر، الشیخ احمد رضا خان فوجدتہ سحراً لاولی الالباب و تریاقاً لکل مسموم حائد عن الصواب[1]

استاذ کامل، صاحب ذہن رسا، نامآور و شہیر حضرت مولینا احمد رضا خاں نے جو کچھ تحریر فرمایا میں نے اس کا مطالعہ کیا، (تحریر کیا ہے) اہل عقل کے لئے جادو ہے، صراط مستقیم سے بھٹکنے والے اور زہر کھانے والوں کے لئے تریاق ہے۔

(۱۶)

شیخ محمد بن محمد سوسی خیاری علیہ الرحمہ
مدرس حرم طیبہ، مدینہ منورہ

التی الفھا العالم الفاضل، الانسان الکامل العلامۃ المحقق والفھامۃ المدقق حضرۃ الشیخ احمد رضا خان[2]

وہ رسالہ جسے عالم فاضل، انسان کامل، علامہ محقق فہامہ مدقق، حضرت شیخ احمد رضا خاں نے تالیف فرمایا۔

---

۱ ایضاً ، ص ۲۲۴

۲ ایضاً ، ص ۲۲۶

(۱۷)

السیّد احمد بن السیّد اسمٰعیل الحسینی البرزنجی

مفتی شافعیہ، مدینہ منوّرہ

انی قد وقفت ایہا العلامۃ النحریر، والعلم الشہیر، ذو التحقیق والتحریر، والتدقیق والتحبیر، عالم اہل السنۃ والجماعۃ، جناب الشیخ احمد رضا خان البریلوی ادام اللہ توفیقہ وارتفاعہ علی خلاصۃ من کتابک المسمی بالمعتمد المستند، فوجدتہا علی اکمل الدرجات من حیث الاتقان والنقد [1]

اے علامہ کامل، شہیر و مشہور، صاحب تحقیق و تتبع، صاحب تدقیق و تزئین، عالم اہل سنت و جماعت شیخ احمد رضا خاں بریلوی (اللہ تعالیٰ اس کی نیک تمناؤں کو پورا کرے اور اس کی بلندیوں کو باقی اور دائم رکھے) میں نے آپ کی کتاب موسومہ المعتمد المستند کے خلاصے کا مطالعہ کیا تو میں نے اس کو قوت و نقد کی انتہائی بلندیوں پر پایا۔

---

[1] ایضاً ص ۲۳۰

تیسرا باب

كفل الفقيه الفاهم في احكام قرطاس الدراهم

قارئین کرام المعتمد المستند پر علمائے حرمین شریفین کی تقاریظ کے اقتباسات پڑھتے پڑھتے تھک گئے ہوں گے، اس لئے اب ہم ایک تیسری تالیف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو قیام مکہ معظمہ کی یادگار ہے جس کے مطالعہ سے فاضل بریلوی کی تحقیق و تدقیق اور علمائے عرب کی نظر میں آپ کے مقام و مرتبے کا اندازہ ہو سکے گا یعنی

کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

رسالہ مذکورہ کے دیباچے میں فاضل مصنف کے صاحب زادے مولینا حامد رضا خاں جو اس سفر مبارک میں اپنے والد ماجد کے ہمرکاب تھے، تحریر فرماتے ہیں :۔

(ترجمہ عربی) سال گذشتہ سے پہلے سال دوسری بار زیارت حرمین شریفین اور حج کے لئے متوجہ ہوئے۔ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں خوب خوب عزت و توقیر کی گئی، وہاں علما، و فضلا، اور مشاہیر بڑے اعزاز و اکرام سے ملے، دست بوسی کی، حدیث مسلسل بالاولیۃ سنی، حدیث کی کتابوں، صحاح و سنن، مسانید و معاجم اور چاروں مصافحوں کی اجازت لی، یہاں تک کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کی، اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں منسلک ہوئے اور تمام باتیں چھوٹی اور بڑی سب ان عمائد علما، اکابر کے اصرار سے ہوئیں۔ دراصل رسالہ ....

"الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیۃ" نے حرمین شریفین میں آپ کا غلغلہ بپا کر دیا، یہ کتاب مجموعی طور پر ساڑھے آٹھ گھنٹوں میں تالیف فرمائی،

اس رسالے سے وہاں کے علماء کو محسوس ہوا کہ مصنف مشاہیر علوم، معقول و منقول میں بلند درجہ رکھتے ہیں چنانچہ آپ سے استفسارات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسی قبیل سے نوٹ کے متعلق بارہ سوال تھے جن کا جواب مصنف نے بروز شنبہ شروع فرمایا اور اتوار کو پھر بخار آ گیا تو روز دوشنبہ پھر دن چڑھے اسے تمام فرمادیا ۲۴ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ کو مکہ معظمہ میں مکمل فرمایا۔[1]

خود فاضل مصنف نے رسالے کے آخر میں سنہ تصنیف وغیرہ کے متعلق یہ تصریح فرمائی ہے :۔

میں نے اس کا نام کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم (۱۳۲۴ھ) رکھا تاکہ نام سال تصنیف کی علامت ہو اور بندہ ضعیف نے شنبہ کے دن لکھنا شروع کیا تھا۔ پھر اتوار کے دن بخار عود کر آیا تو پیر کے دن پہر چڑھے میں نے اسے تمام کیا محرم شریف کی ۲۴ تاریخ ۱۳۲۴ھ اور یہ تصنیف اللہ کے حرمت والے شہر (مکہ معظمہ) میں ہوئی۔[2]

فاضل مصنف نے رسالۂ مذکورہ کے آخر میں رسالے کے متعلق مزید تفصیلات تحریر فرمائی ہیں۔ کن حضرات کی تحریک پر جواب لکھا گیا، علمائے حرمین نے جواب کو کس قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور مفتی حنفیہ مولینا عبداللہ بن صدیق کے ساتھ کتب خانۂ حرم میں کیا واقعہ پیش آیا، ہندوستان آکر اس رسالے میں کیا کیا اضافے کئے گئے۔ وغیرہ وغیرہ

کفل الفقیہ کے استفسار کے بارے میں فاضل مصنف تحریر فرماتے ہیں :۔

" محرم ۱۳۲۴ھ میں مکہ معظمہ کے دو علمائے کرام مولینا عبداللہ احمد میرداد

---

[1] احمد رضا خاں: کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم، مطبوعہ لاہور، ص ۷۔۸ (ملخصاً)

[2] ایضاً ، ص ۱۱۹

امام مسجد الحرام اور ان کے استاد مولانا حامد احمد محمد جداوی ـــــ نے نوٹ کے متعلق جملہ مسائل فقہیہ کا سوال اس فقیر سے کیا جس کے جواب میں بفضل وہاب عزجلالہ ڈیڑھ دن سے کم میں رسالہ کفل الفقیہ وہیں لکھ دیا [۱] (ترجمہ عربی)

جب یہ رسالہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے جس قدر و منزلت کی نگاہ سے اس کو دیکھا۔ اس کا حال خود فاضل مجیب کی زبانی سنیئے :۔

مکہ معظمہ کے اجل علمائے کرام و فقیہان عظام نے کفل الفقیہ کو ملاحظہ فرمایا، پڑھ کر سنایا۔ اس کی نقلیں لیں اور رحمہ اللہ تعالیٰ سب نے یک زبان مدحیں کیں جیسے حضرت شیخ الائمہ والخطبا، کبیر العلماء مولینا احمد ابو الخیر میرواد حنفی، حضرت عالم العلماء مفتی سابق و قاضی حال علامہ مولینا شیخ صالح کمال حنفی، حضرت مولینا حافظ کتب الحرام فاضل سید اسمٰعیل خلیل حنفی، حضرت مولینا مفتی حنفیہ عبد اللہ صدیق حفظہم اللہ تعالیٰ [۲] (ترجمہ عربی)

مکہ معظمہ میں تقریباً سب ہی علمائے کرام فاضل بریلوی سے ملاقات کے لئے تشریف لائے لیکن ایک عالم اپنے سرکاری وقار اور حشمت و شوکت کی وجہ سے تشریف نہیں لائے یعنی مفتی حنفیہ حضرت مولینا عبد اللہ بن صدیق لیکن اللہ تعالیٰ نے ملاقات کی ایک صورت پیدا کر دی۔ ع

رحمت حق بہانہ می جوید

واقعہ کی تفصیلات خود فاضل بریلوی کی زبانی سنیئے :۔

ان فاضل جلیل نے کہ اس وقت بھی جانب سلطانی سے افتائے مذہب حنفی کے عہدۂ جلیلہ پر ممتاز تھے، کتب خانہ حرم محترم میں کفل الفقیہ رکھا دیکھ کر

---

[۱] ایضاً، ص ۱۶۶ [۲] ایضاً، ص ۶۶

بطور خود مطالعہ فرمانا شروع کیا، فقیر بھی حاضر تھا مگر ان سے کوئی تعارف نہ تھا، نہ اس سے پہلے میں نے ان کو، نہ انہوں نے مجھ کو دیکھا ——— حضرت مولانا سید اسمٰعیل آفندی اور ان کے بھائی سید مصطفیٰ آفندی وغیرہما بھی تشریف فرما تھے حضرت مفتی حنفیہ نے رسالہ مطالعہ کرتے کرتے دفعتہً نہایت تعجب کے ساتھ اپنے زانو پر ہاتھ مارا اور فرمایا :۔

این کان شیخ جمال بن عبد اللہ بن عمر من ھذا البیان[1]

راو لفظا ھذا معناہ)

حضرت مفتی اعظم مکہ معظمہ مولٰنا جمال بن عبد اللہ بن عمر حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ سند حدیث و فقہ میں اس فقیر کے استاذ الاساتذہ ہیں اور اپنے زمانہ مبارک میں وہی مفتی حنفیہ تھے۔ اس جناب رفیع سے نوٹ کے بارے میں استفتاء ہوا تھا، حضرت ممدوح قدس سرہ نے علمائے ربانی کی جو شان ہے اس کے مطابق صرف اتنا تحریر فرمادیا کہ :۔

العلم امانۃ فی اعناق العلماء واللہ تعالیٰ اعلم۔

علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے واللہ تعالیٰ اعلم یعنی کچھ جواب عطا نہ کیا حنفیہ کے مفتی حال نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا کہ حضرت ممدوح قدس سرہٗ کا

---

[1] مولانا بدر الدین قادری نے سوانح اعلیٰ حضرت میں یہ الفاظ اس طرح تحریر فرمائے ہیں :۔

این جمال بن عبد اللہ من ھذا النص الصریح

(ترجمہ) حضرت جمال بن عبد اللہ اس نص صریح سے کہاں غافل رہ گئے ؟

جس عبارت پر مفتی حنفیہ پھڑک اٹھے تھے وہ فتح القدیر کی یہ عبارت ہے :۔

لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ

(ترجمہ) کوئی شخص اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچ ڈالے تو بلا کراہت جائز ہے۔

(بدر الدین احمد: سوانح حضرت اعلیٰ الخ، مطبوعہ لاہور، ص ۔ ۲۸۲)

ذہن مبارک ان دلائل کو کیوں نہ پہنچا جو اس رسالے کا مصنف لکھ رہا ہے۔

حضرت مولینا سید اسمٰعیل آفندی نے تقریب فرمائی (یعنی تعارف کرایا) کہ مصنف رسالہ یہ موجود ہیں، حضرت مفتی حنفیہ نہایت کرم و اکرام سے ملے اور بہت دیر تک لفضلہ علمی تذکروں کی مجلس گرم رہی۔[1]

مندرجہ بالا بیان سے علمائے حرمین کی نظر میں فاضل بریلوی کے مقام رفیع کا اندازہ ہوتا ہے تمام علما، آپ کی تبحر علمی، روحانیت اور محبت کے معترف تھے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

فاضل بریلوی نے ہندوستان واپسی کے بعد اصل رسالے میں اضافے فرمائے اور بطور ضمیمہ ان کو شامل کیا۔ اس ضمیمہ کا نام "کاسر السفیہ الواھم فی ابدال قرطاس الدراھم" (۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء) تجویز فرمایا۔ ساتھ ہی اس کا اردو ترجمہ بعنوان :۔

"الذیل المنوط لرسالۃ النوط" (۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء) شامل فرمایا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا یہ رسالہ کفل الفقیہ کا ضمیمہ سمجھنا چاہیئے۔ کفل الفقیہ لکھتے وقت —— مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کے بعض مباحث کی تردید کی تھی۔ لیکن لکھ چکنے کے بعد غالباً ہندوستان آکر معلوم ہوا کہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے بھی اس کے خلاف لکھا ہے چنانچہ بطور ضمیمہ بعض نئے مباحث کا اضافہ کیا گیا۔ خود فاضل مصنف اس طرح صراحت فرماتے ہیں :۔

الحمد للہ رسالہ مبارکہ "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" (۱۳۲۴ھ) نے نوٹ کے متعلق جملہ مسائل ایسے بیان نفیس سے روشن کئے کہ اصلاً کسی مسئلے میں حالت منتظر باقی نہ رہی، یہ رسالہ مکہ معظمہ میں وہاں کے دو علمائے کرام کے استفتاء پر نہایت قلیل مدت میں تصنیف ہوا۔ اس وقت تک قم سے کم

---

[1] احمد رضا خاں، کفل الفقیہ، ص ۱۲۷

زیادہ کو نوٹ بیچنے کے بارے میں مولوی عبدالحیؒ صاحب لکھنوی کا خلاف معلوم تھا ——— یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ——— مولوی رشید احمد گنگوہی ——— نوٹ کو مشک ٹھہرا کر سرے سے مال سے خارج اور کم و بیش درکنار برابر کو بھی اس کی خرید و فروخت ناجائز کہہ چکے ہیں۔ ——— مناسب معلوم ہوا کہ ان دونوں تحریروں کا ذکر کروں اور ان کے فقرے فقرے کا جہاں جہاں اس کتاب میں رد مذکور ہوا ہے اس کو بتا دوں اور باقتضائے توجہ مستقل جو مباحث تازہ خیال میں آگئے ہیں اضافہ کروں اور اس کا تاریخی نام
"کاسر السفیہ الواھم فی ابدال القرطاس الدراھم"
(۱۳۲۹ھ) رکھوں لہ

مندرجہ بالا بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ جزئیات فقہ میں فاضل بریلوی کی نظر کتنی گہری تھی، ایک طرف انکی نگاہ نے اس گوشہ کو تلاش کر لیا جو خود ان کے استاذ الاساتذہ شیخ جمال علیہ الرحمہ کی نگاہوں سے اوجھل رہا اور دوسری طرف وہ بات پالی جو ہندوستان کے مشہور فقیہ مولوی عبدالحیؒ فرنگی محل اور رشید احمد گنگوہی نہ پا سکے۔ موخرالذکر کے مقام فقاہت کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے ان کے بارے میں کہا کہ "فقیہ النفس" تھے، ایسا فقیہ النفس عالم بھی فاضل بریلوی کے پرواز فکر کے سامنے عاجز نظر آتا ہے۔ صاحب نزہتہ الخواطر کا یہ قول اب کسی تشریح کا محتاج نہیں :۔

یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی وجزئیاتہ یشھد بذالک مجموع فتاواہ وکتابہ "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" الذی الفہ فی مکۃ

لہ ایضاً، ص ۱۲۲ - ۱۲۳

سنة ثلاث وعشرين وثلاث مائة والف۔[۱]

(ترجمہ) فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر مولانا احمد رضا خاں کو جو عبور حاصل ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے اور اس دعویٰ پر ان کا مجموعۂ فتاویٰ شاہد ہے نیز ان کی تصنیف "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" جو انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی تھی۔

کفل الفقیہ کی طباعت ثانی کے وقت فاضل بریلوی نے مزید اضافے فرمائے جس کی صراحت طباعت دوم کے آخر میں اس طرح فرمائی ہے:۔

اب کہ کفل الفقیہ دوبارہ مع ترجمہ چھپا، مولوی گنگوہی صاحب کا فتویٰ نظر پڑا، اس کی طرف توجہ کی اور ساتھ ہی چاہا کہ فتویٰ مولوی لکھنوی صاحب پہ بھی مستقل نظر پڑ جائے، خیال تھا کہ مباحث تو رسالے ہی میں تمام ہو چکے ہیں، غایت درجہ چھ ورق بس ہوں گے مگر فیض قدیر سے افاضۂ مضامین کی لگاتار بارش ہوئی اور قلم روکتے روکتے چھ ورق کی جگہ تین جز کا رسالہ ہو گیا۔[۲]

آخر میں ہم علامہ بدر الدین احمد رضوی کی تالیف سوانح اعلیٰ حضرت سے بعض اقتباسات کی تلخیص پیش کرتے ہیں جن سے آپ کے روحانی و علمی مقام و مرتبہ کا اندازہ ہوگا اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ اہالیان حرمین شریفین نے بھی مختلف علوم و فنون میں آپ سے استفادہ کیا:۔

(۱) قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں جو آپ کی عزت و تکریم ہوئی اس کو سن کر اہل مدینہ کا

---

[۱] عبدالحئی لکھنوی: نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، (الجزء الثامن) مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء، ص ۴۱

[۲] احمد رضا خاں: کفل الفقیہ، مطبوعہ لاہور، ص ۱۶۴

اشتیاق ملاقات اور شوق دیدار بڑھتا گیا چنانچہ جب آپ وہاں پہنچے تو آپ کے دولت کدے پر علماء و صلحاء اور عوام الناس کا ملاقات کے لئے تانتا لگا رہتا تھا۔ مولینا کریم اللہ مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ میں سالہا سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں مگر اہل مدینہ کی جو عقیدت و محبت اور اعزاز و اکرام فاضل بریلوی کے ساتھ دیکھا اس سے قبل کسی کے ساتھ نہ دیکھا۔ مدینہ منورہ میں یوں تو تمام علماء کو محبت تھی مگر یہ علمائے کرام خاص طور پر محبت فرماتے تھے۔ مولانا سید عباس رضوان، مولینا مامون بری، مولینا سید احمد جزائری، شیخ ابراہیم خربوتی، مولینا عثمان عبدالسلام (سابق مفتی حنفیہ مدینہ منورہ، مولینا تاج الدین الیاس (مفتی حنفیہ مدینہ منورہ)[1] وغیرہ وغیرہ

(۲) مکہ معظمہ کی طرح مدینہ منورہ میں بھی فاضل بریلوی سے علمائے کرام نے سندیں اور اجازتیں لیں اور یہ سلسلہ مدینہ منورہ سے روانگی تک جاری رہا۔ ان اجازات اور سندات کا حال حضرت مولینا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے الاجازات المتینہ میں تفصیل کے ساتھ لکھ دیا ہے[2]

(۳) دولت مکیہ اور خلاصہ المعتمد المستند پر تقاریظ کا سلسلہ یہاں بھی جاری رہا بلکہ مفتی شافعیہ مولینا سید احمد برزنجی نے تو خلاصہ مذکور کی تائید میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا۔ اس سلسلے میں مولینا کریم اللہ مہاجر مدنی علیہ الرحمہ نے سعی بلیغ فرمائی، علمائے حرمین نے رسائل مذکورہ کی نقول حاصل کیں۔ ایک نقل مولوی کریم اللہ ممدوح نے بھی محفوظ کر لی اور اس دیار مقدس کی زیارت کے لئے آنے والے علمائے مصر و شام اور بغداد وغیرہ کی تقاریظ حاصل کر کے فاضل بریلوی کو بذریعہ ڈاک بریلی بھیجتے رہے[3]

---

[1] بدرالدین احمد، سوانح اعلیٰحضرت، مطبوعہ لاہور، ص ۲۹۱ - ۲۹۲

[2] ایضاً، ص ۲۹۳ [3] ایضاً، ص ۲۹۴

(۴) فاضل بریلوی علم جفر میں کمال رکھتے تھے۔ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں اس فن کے کچھ اسباق شاہ ابوالحسین نوری مارہروی سے لیے تھے، پھر ذاتی مطالعہ سے کمال پیدا کیا اور ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی:۔

سفر السفر عن الجفر بالجفر

قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں آپ نے چاہا کہ کسی ماہر فن سے کچھ سیکھیں مگر کوئی اس فن کا ماہر نہ ملا بلکہ علمائے مکہ نے خود آپ سے استفادہ کیا تھا کہ مولانا عبدالقادر مدنی کے صاحبزادے مولوی سید حسین مدنی اس فن کی تحصیل کے لئے بریلی آئے اور چودہ ماہ قیام فرمایا اور علم اوفاق اور علم تکسیر کی تحصیل کی۔ موصوف ہی کیلئے فاضل بریلوی نے اس فن میں یہ رسالہ تحریر فرمایا:۔

اطائب الاکسیر فی علم التکسیر[۱]

جو کچھ اوپر بیان کیا گیا یہ تو فاضل بریلوی کے عہد کی باتیں ہیں، عہد جدید میں بھی اس قدر و منزلت میں کمی نہیں جو عہد قدیم میں حاصل ہو چکی تھی۔ اس سلسلے میں علامہ بدرالدین رضوی کی تالیف سے تلخیصات پیش کی جاتی ہیں:۔

(۵) ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء میں مولانا غلام مصطفےٰ صاحب مدرس مدرسہ عربیہ اشرف العلوم گھوڑا مارا، راجشاہی (مشرقی پاکستان) زیارت حرمین شریفین کے لئے حاضر ہوئے ...... موصوف نے اس سفر مبارک کے حالات و واقعات کو ایک سفرنامے کی صورت (۱۹۶۰ء) میں شائع کیا۔ اس میں لکھا ہے کہ مولانا مفتی سعداللہ مکی فرماتے تھے کہ بلاد عرب میں عموماً اور حرمین طیبین میں خصوصاً علمائے کرام جس قدر فاضل بریلوی سے

---

[۱] ایضاً، ص ۔ ۲۸۶ ، نیز ملاحظہ فرمائیں الملفوظ ، حصہ دوم، ص ۔ ۳۸ ،

نوٹ:۔ اور مولانا عبدالغفار بخاری علم جفر سیکھنے کے لئے غالباً روس سے تشریف لائے تھے (الملفوظ، حصہ دوم، ص ۳۹)

واقف ہیں خود ہندوستان کے لوگ نہیں چنانچہ آپ نے بطور آزمائش مولانا غلام مصطفیٰ مذکور کو ان کے رفقا کے ساتھ مولینا سید محمد علوی مالکی کی خدمت میں بھیجا جو اس وقت مکہ معظمہ میں قاضی القضاۃ تھے موصوف کے والد فاضل بریلوی کے ہم عصر تھے، یہ حضرت انکی خدمت میں حاضر ہوئے تو مولوی غلام مصطفیٰ نے اپنا اور رفقا کا تعارف کرایا :۔ ——— نحن تلامیذ تلامیذ اعلیٰ حضرۃ مولینا احمد رضا خان الفاضل البریلوی رحمۃ اللہ علیہ[۱]

اتنا سنا تھا کہ مولینا سید محمد علوی سر قد کھڑے ہوگئے اور ایک ایک سے معانقہ فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا:۔

نحن نعرفہ بتصنیفاتہ وتالیفاتہ حبہ علامۃ السنۃ وبغضہ علامۃ البدعۃ[۲]

(ترجمہ) ہم ان کو ان کی تصنیفات وتالیفات سے پہچانتے ہیں، ان سے محبت سنت کی نشانی ہے اور ان سے عداوت، بدعتی کی پہچان ہے۔

(۶) مولینا غلام مصطفیٰ ممدوح نے ایک اور بزرگ علامہ شیخ محمد مغربی الجزائری کا ذکر کیا ہے جو فاضل بریلوی کے معاصرین میں تھے، بڑی شان وشوکت سے رہتے تھے لیکن بایں ہمہ شکوہ جب یہ حضرات ان سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو کھڑے ہو کر سب سے معانقہ فرمایا، حرم شریف میں دوبارہ ملاقات ہوئی تو وہاں بھی اسی طرح نوازا اور علمائے ممالک اسلامیہ سے تعارف کرایا[۳]

(۷) مولینا غلام مصطفیٰ موصوف نے ایک اور بزرگ مولینا عبد الرحمٰن درویش کا ذکر کیا ہے جن کا سن شریف تقریباً اسّی سال کا ہوگا، فاضل بریلوی کے قیام حجاز کے زمانے میں موصوف جوان العمر ہوں گے۔ انکی عقیدت کا حال اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ فاضل بریلوی کے تبرکات کو دل و جان سے لگا کر رکھ چھوڑا تھا موصوف فرماتے تھے:

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ علمائے حرم شریف جب اعلیٰ حضرت سے ملتے تو ان کی دست بوسی کرتے، اور اتنا احترام فرماتے کہ میں نے اتنا احترام کسی ہندوستانی عالم کا نہیں دیکھا[۴]

---

[۱] مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں معمولات الابرار بمعانی الآثار، لکھنؤ، ۱۳۸۴ھ، ص ۲۰۰ (مؤلفہ مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی شاگرد مولانا امجد علی علیہ الرحمہ) مسعود

[۲] ایضاً، ص ۲۹۸   [۳] ایضاً، ص ۳۰۰   [۴] ایضاً، ص ۳۰۲

استدراک

انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے مخالف کی عزت و شہرت ایک آن پسند نہیں کرتا، اس کی کوشش یہی رہتی ہے کہ مخالف کی عزت و ناموس کو جس طرح بھی ممکن ہو خاک میں ملا دیا جائے فاضل بریلوی کو بھی ایسے مخالفین[1] سے سابقہ پڑا جنہوں نے فاضل بریلوی کے ان فضائل و مناقب کے اثرات کو زائل کرنے کی پوری پوری کوشش کی جو قارئین کرام پچھلے صفحات پر مطالعہ فرما چکے ہیں۔ اس سلسلے میں مولانا حسین احمد مدنی کی کتاب "الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب"[2] قابل ذکر ہے۔

اس تالیف کے دو مقصد معلوم ہوتے ہیں ایک یہ کہ فاضل بریلوی کی تعریف و توصیف میں علمائے عرب نے جو کچھ کہا ہے اسکی تغلیط کی جائے اور اسکی اشاعت سے اہل پاک و ہند پر جو اچھے اثرات مرتب ہوئے ہیں ان کو زائل کیا جائے۔ دوسرا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاضل بریلوی نے علماء کے ایک طبقے پر جو سخت گرفتیں کی ہیں اور ان کی تحریرات کی سیّئت کو ظاہر فرمایا ہے، اسکی تاویلات پیش کی جائیں اور اپنے عقائد کا اس طرح بیان کیا جائے جو فاضل بریلوی کے بیان کردہ عقائد علماء اہل سنت و جماعت سے متصادم نظر نہ آئیں اور اس طرح قارئین کرام پر یہ واضح ہو جائے کہ فاضل بریلوی نے ان علماء کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ سراسر بہتان ہے اور یہ کہ

---

[1] یہ مخالفین، فاضل بریلوی کی شدید تنقیدات کا فطری نتیجہ تھے کہ

کیوں نہ چیخیں کہ یاد کرتے ہیں

[2] اس کتاب کے نام ہی سے عناد کی بو آرہی ہے۔ اس عنوان کے معنی ہیں :-

"جھوٹے چور کے لئے شہاب ثاقب"

(شہاب ثاقب وہ ٹوٹنے والے تارے ہیں جو رجم شیاطین کے لئے مخصوص ہیں اور جن کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے،

نوٹ: مولانا حسین احمد مدنی نے اپنی تالیف نقش حیات (جلد اول مطبوعہ دہلی ۱۹۵۳ء ص ۱۰۰ تا ۱۱۸) میں بھی حرمین شریفین میں فاضل بریلوی کے زمانہ قیام کے واقعات بیان فرمائے ہیں، عقائد وہابیہ کی پرزور تردید کی ہے اور علمائے دیوبند کی وکالت فرمائی
مسعود

علمائے عرب نے جو کچھ لکھا ہے محض غلط فہمی کی بنا پر لکھا ہے :۔
فاضل مصنف مذکورہ بالا کتاب میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :۔
احقر چونکہ حضرات اکابر دیوبند و گنگوہ کا خوشہ چین اور انہیں کے دامن عاطفت کا منتسب ہے۔ سات یا آٹھ برس تک ان اکابر کی بارگاہ کی خاک روبی اور ان کی جوتیوں کی سیدھی کرنے کی خدمت سے مالامال رہا ہے[1]

اس تصریح کے بعد فاضل بریلوی کی مخالفت میں فاضل مصنف کے بیان قدرے مشکوک ہو جاتے ہیں، عقیدت و محبت کا جب یہ عالم ہو تو پھر حقائق کو غیر متعصب نگاہ سے دیکھنا بہت مشکل ہے اور مخالف کی تنقیدات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا تو اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔
اس سے پہلے کہ صاحب شہاب ثاقب کے بیانات کا تجزیہ کیا جائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سفر حرمین شریفین کے متعلق خود فاضل بریلوی کے بیان کا خلاصہ پیش کر دیا جائے، جو الملفوظ، حصہ دوم (مطبوعہ لاہور) کے تقریباً پچاس صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

خلاصۂ بیان فاضل بریلوی

پہلی بار (۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء) والدین کے ہمراہ حاضری ہوئی، اس وقت میری عمر کا ۲۳ واں سال تھا، دوسری بار اتفاقیہ جانا ہو گیا، برادر خورد ننھے میاں اور حامد رضا خاں مع متعلقین روانہ ہو گئے، چند روز بعد دیار حبیب کی لگن نے مجھے بھی کھینچ لیا، مناسک حج سے فراغت کے بعد کتب خانۂ حرم کی حاضری کا شغل رہا، یہاں حافظ کتب حرم مولانا سید اسمٰعیل خلیل سے ملاقات ہوئی، سو فقیر سے غائبانہ اور والہانہ محبت فرماتے تھے، ۱۳۱۶ھ میں میرا فتویٰ فتاوی الحرمین لرجف ندوۃ المین علماء حرمین کی تصدیقات کے لئے پیش ہوا تھا، سید موصوف نے بھی مطالعہ فرمایا تھا اور یہی غائبانہ محبت کا حقیقی سبب تھا۔

---

[1] حسین احمد مدنی: الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، مطبوعہ دیوبند، ص ۲۱

مکۃ معظمہ میں یہ بات سننے میں آئی کہ مولوی خلیل احمد اور بعض دیگر حضرات بھی آئے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے شریف مکہ تک رسائی پیدا کر کے مسئلہ علم غیب چھیڑا ہے اور اس کے متعلق چند سوالات مفتی حنفیہ شیخ صالح کمال کی خدمت میں پیش کئے ہیں۔ چناں چہ میں مولوی عبدالاحد (ابن مولوی وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ) کے ساتھ شیخ موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسئلہ علم غیب پر دو گھنٹے تقریر کی، شیخ موصوف خاموش سنتے رہے، تقریر ختم کی تو وہ اٹھے اور الماری سے نکال کر ایک پرچہ عنایت فرمایا جس میں مولوی سلامت اللہ رام پوری کی اعلام الاذکیا کے[1] بارے میں ایک استفسار کیا گیا تھا، شیخ موصوف نے اس کا جواب لکھنے کیلئے فرمایا۔ چنانچہ پرچہ لے کر میں واپس چلا آیا۔ اسکے بعد ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو کتب خانہ حرم میں دوبارہ ملاقات ہوئی۔ اس مرتبہ شیخ کمال صالح نے علم غیب کے متعلق پانچ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء عنایت فرمایا اور فرمایا کہ وہابیہ نے شریف علی پاشا (شریف مکہ) کی وساطت سے آپ سے جواب طلب کیا ہے، بہر کیف میں نے جواب لکھنا شروع کیا اور حامد رضا خاں تبییض کا کام کرتے رہے، اسی دوران عالم جلیل مولانا شیخ احمد ابوالخیر میرداد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے جواب کے چند اوراق سماعت فرمائے اور فرمایا کہ اس میں علم خمس کی بحث بھی داخل کر لو، قبول کیا اور واپس چلا آیا، واپسی میں ادباً ان کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگایا تو حضرت شیخ نے اس بزرگی کے باوجود کہ عمر شریف ۹۰ برس سے متجاوز ہو گئی تھی اس احقر سے فرمایا:۔

انا اقبل ارجلکم، انا اقبل نعالکم

(ترجمہ) میں تمہارے قدموں کو بوسہ دوں، میں تمہاری جوتیوں کو بوسہ دوں۔

---

[1] اس کتاب کی جس عبارت کے بارے میں استفسار کیا گیا تھا۔ پہلے باب میں اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ مسعود

بہرکیف رسالہ مکمل کیا اس کا تاریخی نام الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیّہ (۱۳۲۳ھ) رکھا اور حضرت شیخ صالح کمال کی خدمت میں پیش کردیا۔ شیخ موصوف نے شریف علی پاشا کو دربار میں پیش کردیا، حکم ہوا کہ پڑھا جائے چنانچہ شیخ موصوف نے پڑھنا شروع کیا۔ اس وقت دربار میں دو وہابی موجود تھے ایک احمد فقیہ اور دوسرا عبدالرحمٰن اسکوبی، یہ دونوں بیچ میں لقمے دیتے مگر شریف مکہ کی تہدید پر خاموش ہوگئے اور نصف شب تک نصف رسالہ بر سر دربار پڑھا گیا۔ شریف مکہ بیحد متأثر ہوئے اور اس نے بیساختہ کہا :-

اللّٰہ یعطی وھؤلاء یمنعون

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرماتا ہے اور یہ لوگ انکار کرتے ہیں

بہرکیف دربار برخواست ہوا اور وہابیہ کو یقین ہوگیا کہ یہاں ان کی کچھ پیش نہ چلے گی۔ چنانچہ انہوں نے گورنر مکہ احمد راتب پاشا سے رجوع کیا اور یہ سمجھا کہ شاید ذی علم نہ ہونے کی وجہ سے یہ ان کی بات سن لے گا۔ شکایت یہ کی گئی کہ ہندوستان سے ایک عالم آیا ہوا ہے اس نے اہل مکہ کے عقیدے بگاڑ دیئے ہیں چنانچہ شیخ محمد سعید بابصیل، شیخ صالح کمال اور مولانا ابوالخیر میرداد وغیرہ اس کے ہم نوا ہوگئے ہیں۔ راتب پاشا نے جب ان معمر اور جلیل القدر علماء کے نام سنے تو کہا :- اذا کان ھؤلاء معہ فھو یفسد ام یصلح ؟

(ترجمہ) جب یہ حضرات اس کے ہم نوا ہیں تو وہ مفسد ہے یا مصلح ؟

—— یہ جواب سن کر مخالفین خاموش ہوگئے۔ [۱]

شیخ صالح کمال کو مولوی خلیل احمد انبیٹھی کے عقائد کا علم تھا چنانچہ انہوں نے پہلے ہی

---

[۱] مصطفیٰ رضا خاں : الملفوظ (۱۳۳۸ھ) حصہ دوم، مطبوعہ لاہور، ص ۲ - ۱۲

شریف مکہ کے گوش گزار کر دیئے تھے، مولوی خلیل احمد کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو صفائی پیش کرنے شیخ موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کی تفصیلات شیخ صالح کمال کے مندرجہ ذیل مکتوب (محررہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ) سے معلوم ہوتی ہیں جو موصوف نے سید اسمٰعیل خلیل حافظ کتب حرم محترم کو تحریر فرمایا تھا۔[1]

مکتوب شیخ صالح کمال قاضی مکہ معظمہ و مفتی حنفیہ

بنام

سیّد اسمٰعیل خلیل محافظ کتب حرم محترم

(محررہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ ء)

صاحب الفضیلۃ والاخلاق والمحبۃ الجمیلۃ حضرۃ السیّد اسمٰعیل آفندی حافظ الکتب

چند روز ہوئے خلیل احمد نامی ایک ہندوستانی مکہ کے چند مجاورین علماء ہند کے ساتھ میرے پاس آیا تھا، اسکو کہیں سے یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں اس سے سخت ناراض ہوں اس لئے مجھے منانے آیا تھا، اس نے مجھ سے کہا "سیدی! مجھے خبر ملی ہے کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں" ــــــ (شاید اسکو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ جو کچھ اس نے براھین قاطعہ میں لکھا ہے وہ سب کچھ میں نے شریف کے گوش گزار کر دیا ہے، اسی وجہ سے وہ میرے پاس آیا تھا) (بہرکیف) میں نے اس سے کہا کہ "شاید تو خلیل احمد انبیٹھی ہے؟" کہنے لگا، "ہاں"، میں نے کہا کہ "تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے براہین قاطعہ میں ایسی نازیبا اور ناجائز باتیں

---

[1] اس مکتوب کا عربی متن الملفوظ، حصہ دوم کے صفحہ ۱۸ تا ۲۱ ملاحظہ کریں۔

نوٹ: ہم نے محض تاریخی نقطہ نظر سے واقعات و حقائق کا تجزیہ کرنے کے لئے یہ مکتوب شامل کیا ہے، کسی عالم کی تنقیص ہرگز مقصود نہیں۔ ــ مسعود

لکھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے، میں تجھ سے کیوں نہ ناراض ہوں؟ میں تو تجھے زندیق لکھ چکا ہوں، یہ تمام باتیں براہین قاطعہ میں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں، پھر کیوں عذر و انکار کرتا ہے؟" ——— کہنے لگا، "سیدی! بیشک وہ کتاب میری ہے مگر اس میں امکان کذب کا مسئلہ نہیں ہے اور اگر ہے تو اس سے توبہ کرتا ہوں اور (اس کے علاوہ جو باتیں مذہب اہل سنت جماعت کے خلاف ہیں ان سے رجوع کرتا ہوں۔"

میں نے کہا" بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ براہین قاطعہ میرے پاس موجود ہے، ابھی نکالتا ہوں اور دکھاتا ہوں کہ تو نے اللہ تعالیٰ کے حضور کیسی جرأت سے کام لیا ہے"۔ اس پر وہ عذر و خوشامد کرنے لگا اور کہنے لگا اگر یہ باتیں براہین قاطعہ میں بتائی جاتی ہیں تو مجھ پر افتراء ہیں میں تو موحد مسلمان ہوں، یہ بات نہ میں نے کہی اور نہ کوئی اور مذہب اہلسنت کے خلاف بات کہی ہے"۔ —— یہ بات سن کر پھر مجھے تعجب ہوا کہ جو باتیں براھین قاطعہ میں چھپ کر تیار ہو چکی ہیں اس سے کیسے انکار کرتا ہے بہر کیف مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص تقیہ کر رہا ہے جیسا کہ روافض تقیہ واجب سمجھتے ہیں، میں نے چاہا کہ کسی ایسے شخص کو بلاؤں جو براہین قاطعہ کی زبان سمجھتا ہو تاکہ کلمات کفریہ پر اس سے اقرار کراؤں اور پھر توبہ لوں لیکن جس روز وہ میرے پاس آیا تھا، اس کے دوسرے روز جدہ چلا گیا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ میں نے مناسب سمجھا کہ ان تمام واقعات سے آپ کو آگاہ کروں، خدا آپ کو سلامت رکھے۔[1]

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ — محمد صالح کمال

[1] الملفوظ، حصہ دوم، ص ۱۸ — ۲۱

مندرجہ بالا حالات و واقعات زمانۂ قیام مکہ معظمہ سے متعلق تھے۔ فاضل بریلوی تقریباً ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ کے اواخر میں مکہ معظمہ پہنچے اور یہاں ۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ تک تقریباً تین ماہ قیام کیا پھر تاریخ مذکور کو مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور وہاں ۳۱ روز حاضری نصیب ہوئی۔ اس طرح حرمین شریفین میں مجموعی طور پر چار ماہ قیام رہا ــــــ قیام مدینہ منورہ کے حالات بھی فاضل بریلوی نے تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ یہاں ان کے بیان کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے :۔

۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ کو مدینہ منورہ روانہ ہوا، ۳۱ روز حاضری نصیب رہی یہاں بھی مکہ معظمہ کی طرح صبح سے شام تک علماء اور عام لوگوں کا ہجوم رہتا۔ یہاں اہل علم نے رسالہ الدولۃ المکیہ کی نقلیں لیں اور حسام الحرمین پر تقاریظ تحریر فرمائیں، اسکے بعد الدولۃ المکیہ کو اپنی تقاریظ اور تصدیقات سے مزین فرمایا مفتی شافعیہ (سید احمد برزنجی) جو نابینا ہو گئے تھے، ان سے تقریظ لکھنے کیلئے عرض کیا گیا۔ چونکہ ان کیلئے مطالعہ ناممکن تھا اس لئے یہ طے پایا کہ مفتی صاحب کے داماد سید عبداللہ کے ہاں مجلس ہو خانچہ بعد نماز عشاء مجلس ہوئی اور میں نے رسالہ پڑھنا شروع کیا بعض جگہ مفتی صاحب کو شکوک وارد ہوئے میری غلطی کہ میں نے حسب عادت نہایت جرأت کے ساتھ مسکت جوابات دیئے جو مفتی صاحب کو اپنی عظمت شان کی وجہ سے ناگوار گزرے، بارہ بجے رات کو مجلس برخواست ہوئی اور مفتی صاحب کے قلب میں ان جوابوں کا غبار رہا مجھے بعد میں معلوم ہوا ورنہ اگر اسوقت معلوم ہوجاتا تو معذرت کر لیتا (اس تلخی کے بعد ایک اور واقعہ رونما ہوا) مفتی صاحب کے شاگرد شیخ عبدالقادر طرابلسی شلبی جو مدرس ہیں فقیر کے پاس آئے اور بعض مسائل میں الجھنے لگے، حامد رضا خاں نے ان کو جواب دیے جن کا جواب وہ نہ دے سکے، وہ بھی سینے میں غبار لے کر اٹھے، مجھے معلوم ہو گیا تھا جس کی میں نے کوئی پرواہ نہ کی۔[1]

---

[1] الملفوظ، حصہ دوم ص ۴۵ ـ ۴۷

فاضل بریلوی کے مدینہ منورہ جانے سے پہلے ہی وہاں مخالفین نے اپنی کارگزاری شروع کردی تھی جس کا کچھ اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جو فاضل بریلوی نے نقل کیا ہے :۔

مدینہ طیبہ میں ایک ہندی صاحب شیخ الحرم عثمان پاشا کے ہاں کچھ دخیل تھے، ایک مدرسہ کے نام سے ہندوستان وغیرہ سے چندہ منگایا کرتے تھے۔ فقیر سے للّٰہی بغض رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے فقیر کے متعلق یہاں تک کہا کہ "وہاں تو اس نے اپنا سکہ جمالیا، آنے دو، یہاں آتے ہی قید کرا دوں گا"۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ دھوکہ دہی کے الزام میں میرے مدینہ طیبہ جانے سے قبل ہی گرفتار ہو کر اور جیل خانے بھیج دیئے گئے، جب فقیر وہاں پہنچا نور رہا ہو کر آ چکے تھے، خلوت میں ملنے آئے اور معذرت چاہی، میرے دل میں بحمدہ تعالیٰ کچھ غبار بھی نہ تھا۔[1]

یہی نہیں بلکہ مخالفین نے ہندوستان آکر غلط قسم کی خبریں پھیلا دیں کہ فاضل بریلوی گرفتار کر لئے گئے وغیرہ وغیرہ، چنانچہ ہندوستان سے حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے مکہ معظمہ خطوط بھیجے گئے جس کا فاضل بریلوی نے اس طرح ذکر فرمایا ہے :۔

وہابیوں نے مشہور کر دیا تھا کہ مجھے مکہ میں قید کر لیا گیا ہے، چنانچہ ہندوستان سے مختلف لوگوں نے حقیقت حال دریافت کرنے کے لئے مولانا عبدالحق مہاجر مکی کو خطوط لکھے، مولانا نے موصوف نے جو حالات لکھے، سن کر سنی حضرات خوش ہو گئے، لیکن وہابیوں کی افترا پردازی نے بعض سنیوں کو میرا مخالف کر دیا تھا۔ انہوں نے مجھ پر یہ بہتان لگایا کہ میں حضرت مجدد کو کافر کہتا ہوں۔ اس کے علاوہ یہ مشہور کر دیا کہ میں قدرت نبوی کو قدرت الٰہی کے برابر کہتا ہوں غرض اس قسم کی افترا پردازیوں کی وجہ سے حج سے واپسی سے قبل

---

[1] الملفوظ ص ۵۱

بہت سے سنی مجھ سے برگشتہ ہو گئے تھے لیکن جب حقائق کا علم ہوا تو دل صاف ہو گئے۔[1]

یہ تو تھے وہ حالات و واقعات جو سفر حرمین شریفین اور پھر ہندوستان آنے کے بعد فاضل بریلوی کو پیش آئے ——— اب ہم صاحب شہاب ثاقب کے بیانات کا بے لاگ تجزیہ کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ قارئین کرام فاضل بریلوی کے مندرجہ بالا بیانات اور اس تجزیے کی روشنی میں کسی معقول نتیجے تک پہنچ سکیں گے۔

اب ہم یہ دکھائیں گے کہ صاحب شہاب ثاقب نے فاضل بریلوی کے قیام حرمین شریفین کو کس انداز سے پیش کیا ہے۔ کہیں کہیں تو اردو کے مشہور نثر نگار میر امن دہلوی کی باغ و بہار کا گمان ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی کی مکہ معظمہ میں آمد کا اس طرح ذکر کیا ہے جیسے قصۂ چہار درویش میں کوئی درویش اپنی آپ بیتی سنا رہا ہو۔ فرماتے ہیں :۔

صاحبو! جب کہ مجدد بریلوی صاحب مکہ معظمہ میں وارد ہوئے، اس کے تھوڑے عرصے کے بعد ایک مختصر طویل جناب شیخ محمد صاحب نقشبندی رام پوری سلمہ

---

[1] ایضاً، ص ۔ ۵۱ ۔ ۵۲

نوٹ:۔ مدعی یا مدعا علیہ میں سے کسی ایک کا قول ایک دوسرے کے لیے حجت نہیں ہو سکتا۔ تا آنکہ معقول شہادتیں میسر نہ آجائیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ بعض حضرات فاضل بریلوی کے بیانات کو بطور حجت تسلیم نہ کریں لیکن جب علماء عرب کی تقاریظ اور خطوط سے ان بیانات کی تصدیق ہوتی ہو (جن کا ذکر پیچھے کیا جا چکا ہے)، تو پھر تسلیم نہ کرنا معقول بات نہیں۔ ویسے فاضل بریلوی نے خود اس بات کو محسوس کیا ہے کہ یہ باتیں کسی دوسرے کی زبانی بیان کی جاتیں تو زیادہ مناسب تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :۔

"یہ تمام وقائع ایسے نہ تھے کہ ان کو میں اپنی زبان سے کہتا۔ ہمراہیوں کو توفیق ہوتی اور آنے جانے اور ایام قیام ہر دو سرکار کے واقعات، روزانہ تاریخ وار قلم بند کرتے تو اللہ و رسول کی بے شمار نعمتوں کی عمدہ یادگار ہوتی، ان سے رہ گیا اور مجھے بہت کچھ سہو ہو گیا۔ جو یاد آیا بیان کیا، نیت کو عزوجل جانتا ہے۔ قال تبارک وتعالیٰ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کر۔" (الملفوظ، حصہ دوم، ص ۔ ۵۲)۔

کی خدمت میں اس غرض سے پہنچا کہ شریف صاحب (شریف مکہ والیٔ حجاز) کی خدمت میں پیش کر دیا جائے جس پر بہت سے حضرات کے دستخط اور مہریں تھیں کہ فلاں بن فلاں، فلاں شہر کا رہنے والا، وہاں حاضر ہوتا ہے[۱]۔ یہ شخص اعلیٰ درجہ کا خواہشات نفسانی اور بدعات شیطانی میں مبتلا ہے، مسلمانوں کی عموماً اور علماء کرام اور فضلاء عظام کی خصوصاً تضلیل و تفسیق کرتا ہے، اپنی شہرت اور خیالات فاسدہ کی وجہ سے سینکڑوں علمائے کرام کی تکفیر اور سب و شتم میں رسالے لکھ ڈالے، عقائد فاسدہ لوگوں میں پھیلاتا رہتا ہے ——— غرض اسی قسم کے مضمون تھے اور کچھ عقائد بھی اس کے اس میں درج تھے اور مقصد یہ تھا کہ شریف صاحب اس کی تنبیہ کریں اور قرار واقعی سزا دیں[۱]

مندرجہ بالا تحریر سے کچھ یوں محسوس ہوتا ہے کہ فاضل مصنف اس گروہ معاندین سے قریبی تعلق رکھتے تھے[۲] جب ہی تو ان کو محضر نامے کی ایک ایک بات کا علم ہے اور یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ یہ محضر نامہ عوام کی طرف سے نہ تھا بلکہ علماء کی طرف سے تھا ورنہ بچارے عوام کے پاس مہریں کہاں جو محضر نامے پر لگاتے۔ غالباً فاضل بریلوی کے سفر حجاز کے ساتھ ساتھ مخالفین نے اس محضر نامہ کی تیاری شروع کردی ہوگی اور عین اس وقت جب کہ زیارت حرمین شریفین کے لئے مکۃ معظمہ میں حاضر ہوئے۔ اس محضر نامہ کو پیش کر کے فاضل بریلوی کے خلاف ایک نئے فتنے کا آغاز کیا گیا۔

صاحب شہاب ثاقب آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:۔

عبدالعطا درشیبی یہ محضر نامہ لے کر شریف مکہ (والی حجاز) کے دربار میں پہنچے وہ سن کر نہایت غضب ناک ہوا۔ قید کر دینے کا ارادہ کیا لیکن شیخ محمد اور

---

[۱] حسین احمد مدنی: الشہاب الثاقب المسترق کاذب، مطبوعہ دیوبند، ص۔ ۲۳، ۲۴

[۲] اس امر کی شہادت اس سے بھی ملتی ہے کہ انہوں نے (بقول خود) فاضل بریلوی کو مناظرے کی دعوت دی تھی۔ (ص۔ ۲۳) اللہ اللہ! حرمین شریفین میں، یہ جرأت و ہمت!

مولوی منور علی کے اصرار پر اس سے باز رہے لیکن شریف کے ایماء پر عقائد کے بارے میں تین سوالات کئے گئے جو علم غیب کے بارے میں تھے، شریف مکہ نے شرط یہ لگادی کہ جب تک جواب نہ دوگے جانے نہ دیا جائے گا۔[1]

ایک طرف تو صاحب شہاب ثاقب یہ فرماتے ہیں کہ محضر نامہ اس لئے پیش کیا گیا تاکہ فاضل بریلوی کو قرار واقعی سزادی جائے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جب شریف مکہ اس امر پر آمادہ ہوتا ہے تو مولوی منور علی وغیرہ آڑے آتے ہیں گویا ازراہِ کرم یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

فاضل بریلوی نے مسئلہ علم غیب کے متعلق جو محققانہ جواب الدولۃ المکیہ کے عنوان سے تحریر فرمایا (جس کا پچھلے اوراق میں تعارف کرایا جا چکا ہے) اس کا صاحب شہاب ثاقب نے ضمناً ذکر فرمایا ہے اور مذکورہ تمام دلائل و براہین سے قطع نظر قارئین کرام کے سامنے حقائق کو صحیح صورت میں پیش نہیں کیا اور آخر میں لکھا ہے کہ رسالے سے اراکین مجلس کے سامنے یہ بات واضح ہو گئی کہ بات بناتا ہے چنانچہ :-

"جلد نکل جانے کا فرمان شاہی نافذ ہوا"[2]

لیکن واقعات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاضل بریلوی نے ایک دو دن نہیں بلکہ اس فرمان شاہی کے نفاذ کے بعد دو ماہ سے زیادہ عرصہ قیام فرمایا، یا تو یہ بات جعلی ہے یا پھر فاضل بریلوی کے عشق و محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت ہے کہ فرمان شاہی کی تاثیر کو ختم کر کے رکھ دیا۔

صاحب شہاب ثاقب کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں :-

مجدد صاحب پر جب پے لے دے ہو رہی تھی تو ایک روز اپنے وکیل مفوض کے ذریعہ شریف صاحب کے ہاں لکھ بھیجا کہ افسوس مجھ پر اس طرح لے دے ہو رہی ہے حالانکہ میں خواص اہل سنت والجماعت سے ہوں، ایک شخص یہاں ایسا موجود ہے جو خدا کو جھوٹا اور شیطان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم کہتا ہے

---

[1] ایضاً، ص ۲۴ [2] ایضاً، ص ۲۶

اور اس پر کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوتا ہے۔ چناں چہ یہ گفتگو مفتی صالح کمال نے مجلس شریف صاحب میں پہنچائی [1]

مندرجہ بالا اقتباس میں صاحب شہاب ثاقب نے جس "ایک شخص" کا ذکر کیا ہے اس سے ان کی مراد (بقول خود) صاحب براہین قاطعہ مولانا خلیل احمد انبیٹھی ہیں، فاضل بریلوی نے الزامات کا جواب دیتے ہوئے ان کی تحاریر کی طرف متوجہ کیا جو اس وقت مکہ معظمہ میں موجود تھے، صاحب شہاب ثاقب نے یہ باور کرانے کی سعی فرمائی ہے کہ جب صاحب براھین قاطعہ سے ان تحریرات کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے انکار فرما کر معترضین کو مطمئن کر دیا ــــــ

الغرض صاحب شہاب ثاقب نے مختلف واقعات وشواہد سے قارئین کرام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ فاضل بریلوی کی حرمین شریفین میں کوئی قدر و منزلت نہیں ہوئی انہوں نے اپنے بیانات سے غیر شعوری طور پر یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہ فاضل بریلوی کے پیچھے لگے رہے چنانچہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :۔

> مَیں نے مدینہ منورہ میں سے ارادہ کر لیا تھا کہ یہاں پر جو حالتیں مجدد التضلیل پر پیش آئی ہیں ان کو اچھی طرح بیان کر کے مسلمانان اہل ہند پر ظاہر کروں [2]

لیکن ایسا کرنے سے اس لئے باز رہے ہیں کہ :۔

> مولانا شیخ محمد معصوم صاحب نقشبندی اور مولانا منور علی صاحب محدث رام پوری اپنے اپنے ملنے والوں کو مجدد بریلوی کے احوال لکھ چکے تھے اور ان لوگوں نے ان کے جملہ وقائع کو اخباروں میں شائع کر دیا تھا [3]

یہ ہی مولوی محمد معصوم معلوم ہوتے ہیں جن کی خدمت میں محضر نامہ پیش کیا گیا تھا اور جن کے متعلق صاحب شہاب ثاقب نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا تھا۔

---

[1] ایضاً، ص ۲۰
[2] ایضاً، ص ۲۲
[3] ایضاً، ص ۲۲

علماء حرمین شریفین نے فاضل بریلوی کے مخالفین و معاندین کا ذکر کیا ہے۔ ان کے بیانات تاریخی حیثیت سے قابل توجہ ہیں۔ چنانچہ شیخ احمد جزائری اپنی تقریظ میں اس طرف یوں ارشاد فرماتے ہیں:۔

الا ان بمکۃ بلد اللہ الامین، طائفۃ منھم شیاطین فلیحذر العوام من مخالطتھم بالکلیۃ، فانھا واللہ اشد من مخالطۃ المجذوم فی الاذیۃ، ومنھم ایضًا عندنا بالمدینۃ النبویۃ شرذمۃ قلیلۃ مستترۃ بالتقیۃ، فان لم یتوبوا فعن قریب تنفیھم المدینۃ عن مجاورتھا، لما ھو ثابت فی الحدیث الصحیح من خاصیتھا [1]

(ترجمہ) سن لو! اللہ تعالیٰ کے اس امان والے شہر میں ان شیطانوں کا ایک طائفہ ہے عوام پر لازم ہے کہ ان کے میل جول سے قطعاً اجتناب کریں، خدا کی قسم! ان کا میل جول جذامی کے میل جول سے سخت ضرر رساں ہے۔ ان شیاطین میں سے ہمارے مدینہ منورہ میں بھی چند گنتی کے ہیں۔ تقیہ کی آڑ میں چھپے ہوئے ہیں اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو عنقریب مدینہ منورہ ان کو اپنی مجاورت سے نکال باہر کریگا کہ اس کی یہی خاصیت ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

صاحب شہاب ثاقب نے تحریر فرمایا تھا کہ فاضل بریلوی سے علم غیب کے بارے میں چند سوالات کئے گئے تو انہوں نے رسالہ دولت مکیہ تصنیف کیا مگر مجلس شاہی میں یہ رسالہ مردود ٹھہرا اور اسکی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوئی۔ یہ بیان مفتی حنفیہ شیخ محمد صالح بن علامہ شیخ صدیق کمال خطیب و امام مسجد حرام۔ مکہ معظمہ کے بیان سے بالکل متضاد ہے۔ تاریخی نقطۂ نظر سے اول الذکر بیان اس لئے فوقیت نہیں رکھتا کہ وہ عداوت کی پیداوار ہے مگر ثانی الذکر بیان ایک ایسے عرب عالم کا ہے جو فاضل بریلوی سے نہ سابقہ تعارف رکھتا ہے اور نہ عقیدت، اس لئے واقعات کو زیادہ

---

[1] حسام الحرمین، ص ۲۰۹

صداقت شعاری کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ علامہ موصوف تحریر فرماتے ہیں:۔

افلا یرتدعون بما حصل لهم من الخزی والنکال ایام تالیف هذه الرسالة بمکة المشرفة حین ولوا مدبرین ¹

(ترجمہ) کیا اس پر باز نہیں آتے جو رسوائی اور مصیبت انہیں مکہ معظمہ میں اس رسالے کے زمانۂ تصنیف میں پہنچی جب وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے۔

علمائے مکہ مکرمہ کے بیانات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دولت مکیہ کے براہین قاطعہ نے مخالفین کو زچ کر دیا تو انہوں نے فاضل بریلوی کو بدنام کرنے کے لئے یہ مشہور کر دیا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خداوند تعالیٰ کو باعتبار درجہ و مرتبہ مساوی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام شافعیہ مسجد حرام شیخ محمد صالح بن محمد بافضل تحریر فرماتے ہیں:۔

فجزی الله مؤلفها عن المسلمین خیرا فانه فتل اجیادهم فتلات النعم و نصر الذین بما احکمه من محکم هذا التالیف الذی علی تزییف مقالة الخصم احکم والتم حیث ادعی انه ادعی المساواة بین علم الله و علم رسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی رسالته هذه، کلا وحاشا ثم کلا وحاشا! یریدون ان یطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو کره المشرکون ولکن عند ما اشتهرت فضیحة الخصم بهذه العجالة بین ارباب العقول وتنکست عزمته بهذا السیف المسلول فما وسعه الا ان یقابله بدعوی المساواة التی

---

¹ الفیوضات الملکیة لمحب الدولة المکیة (۱۳۲۶ھ) مطبوعہ کراچی، ص ۲۸

زادنا فضيحة على فضيحة عامله الله بما يستحق [1]

(تلخیص) اللہ تعالیٰ اس (رسالہ دولت مکیہ) کے مصنف کو مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے دین کی مدد کی اور مخالفت کی بات کھوٹی کر کے رکھدی جس نے دعویٰ کیا تھا کہ مصنف نے اس رسالے میں علم الٰہی اور علم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مساوی قرار دیا ہے، ہرگز ہرگز ایسا نہیں کہا ــــ بات یہ ہے کہ جب اس رسالے کی وجہ سے دانشوروں میں دشمن کی رسوائی عام ہوئی اور اس کے اداوے خاک میں مل گئے تو اس سے کچھ بن نہ پڑی سوائے اس کے کہ وہ یہ الزام تراشے مگر اس الزام تراشی سے تو وہ اور ذلیل و رسوا ہوا۔

مکہ معظمہ میں جو کچھ گزرا اس کا حال معلوم ہوا۔ اب دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئیے۔ ہم پہلے صاحب شہاب ثاقب کا بیان نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:۔

اب کچھ حال مدینہ منورہ کا سنیئے چونکہ احقر اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھا ــــ یہاں بھی وہی طریقہ فریب دہی اور اظہار اخلاص کا زائد از حد برتا۔ نہایت اخفار کے ساتھ بعد چند روز قیام کرنے کے خاص خاص لوگوں پر رسالہ پیش کیا اور چونکہ چند ابحاث غریبہ میں جن میں علماء حرمین کو کبھی نظر و فکر کی نوبت نہ آئی تھی اور انہوں نے کچھ اقوال یاد کر رکھے تھے۔ ان کا مذاکرہ مجلس میں کیا کرتے تھے جس سے لوگوں کو کچھ خیال علمیت کا ان کی طرف اولاً ہو گیا ادھر صاحبزادے صاحب نے مشہور کر دیا کہ ابا جان شہر علم ہیں، امام اور فاضل اجل ہیں رکہیں جلد و مکعب

---

[1] ایضاً، ص ۴۷

کا ذکر کیا، کہیں العلم المطلق اور مطلق العلم کا مسئلہ چھیڑا، کہیں نوٹ پر گفتگو کی، کہیں بعض ابحاث فرعیہ پر بحث چھیڑ دی، کہیں تین سو رسالوں کا مذاکرہ کیا اور کہیں مناظرات عجیبہ و اسکات خصوم کا افتخار ظاہر کیا، لوگوں نے اولاً یہی خیال کیا کہ صاحب زادے صاحب جو شہر علم کا امام بنا رہے ہیں بہت ٹھیک ہے[1]

علمائے مدینہ کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مکہ معظمہ میں مخالفین کی پیش نہ چلی تو انہوں نے مدینہ منورہ میں بھی پہلے یہ مشہور کر دیا کہ فاضل بریلوی نے علم الہٰی اور علم رسول اللہ علیہ السلام کو مساوی درجہ دیا ہے۔ چنانچہ مدرس مسجد نبوی شیخ حسین بن عبد القادر طرابلسی تحریر فرماتے ہیں :۔

بلغنی ان بعض الوهابية الكفرة الطغام دلس على بعض علماء المدينة المنورة بان حضرت الاستاذ المومیٰ اليه ساوىٰ بين علم الله وعلم نبينا محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فی رسالته الغراء المسماة بالدولة المكية بالمادة الغيبية — مع ان هذه كلها افتراء[2]

(ترجمہ) مجھے یہ اطلاع ملی کہ بعض ذلیل و کافر وہابیوں نے بعض علماء مدینہ منورہ کو دھوکا دیا ہے کہ حضرت استاذ مشار الیہ (مولانا احمد رضا خاں) اپنے رسالے الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیۃ میں ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو علم الہٰی کے برابر مانتے ہیں ——— حالانکہ یہ سب ان پر بہتان ہے۔

مخالفین کی کوشش سے مدینہ منورہ میں جو فاضل بریلوی کی طرف سے غلط فہمی

---

[1] حسین احمد مدنی : الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، ص ۳۱
[2] الفیوضات الملکیہ ص ۸۳

پیدا ہوگئی تھی ۔اس کا ازالہ (اگر صاحب شہاب ثاقب کا یہ بیان تسلیم کیا جائے کہ مدینہ منورہ میں آخر کار فاضل بریلوی کا کوئی پرسان حال نہ رہا) ان کے متبعین اور خود ان کی طرف سے ہونا چاہیئے تھا لیکن واقعات وحقائق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود علمائے مدینہ نے اس بہتان طرازی کا مقابلہ فرمایا ۔چنانچہ شیخ حسین موصوف (مدرس مسجد نبوی مدینہ منورہ) تحریر فرماتے ہیں :۔

بعض علماء مدینہ منورہ نے اس عزت والے رسالے کا ایک نسخہ طلب کیا۔

——— تو اس کا ایک نسخہ میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور میں نے فاضل ادیب سید عبداللہ بن سید محمد صدقہ دحلان مکی کے اصل نسخے کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا جس پر سابق کے دو مفتیان مدینہ منورہ کی تقریظیں موجود ہیں ایک عثمان بن عبدالسلام داغستانی دوسرے حضرت فاضل آفندی تاج الدین الیاس جو اس وقت مفتی مدینہ تھے ۔یہ تقریظیں ان کے ہاتھ اور انکی مہروں کے ساتھ ہیں [1]

رسالہ دولت مکیہ (یا المعتمد المستند) جس کا ابھی ذکر کیا گیا اس کے متعلق صاحب شہاب ثاقب تحریر فرماتے ہیں :۔

الحاصل مجدد صاحب نے ایک رسالہ تصنیف کیا جس میں ہزاروں طرح کی ایسی ایسی چالاکیاں اور بہتان بندیاں کی گئیں جن کو دیکھتے ہی ادنی مسلمان متنفر اور اپنے عقل وشعور سے نکل کر کلمات سب وشتم استعمال کرنے لگے [2]

——— مجدد صاحب کا یہ افسوں بعض بھولے بھالے علماء پر چل گیا خصوصاً بدیں وجہ کہ تعظیم واکرام علماء اور سادات کا اس طرح کیا جاتا تھا کہ

---

[1] ایضاً ص ۸۵

[2] صاحب شہاب ثاقب نے دل کھول کر فاضل بریلوی پر سب وشتم کیا ہے جس کے چند نمونے ہم آگے بیان کریں گے ۔ مسعود

جن کو دیکھ کر پتھر کا بھی جگر ہو تو پانی پانی ہو جاوے جس شخص کو بھی سادات کی طرف منسوب دیکھا اور جانا کہ یہ ذی عزت و شوکت ہے چاہے جاہل کیوں نہ ہو مگر قدموں پر گر پڑے اور چومتے چومتے ہونٹ بھی گھسا دیئے [1]

اس تحریر سے ایک طرف فاضل بریلوی کی تنقیص ہو رہی ہے جو مقصود مؤلف ہے، تو دوسری طرف عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تضحیک بھی ہو رہی ہے۔ نفسیاتی تجربہ سے کچھ یوں ہی محسوس ہوتا ہے۔ جن حضرات نے فاضل بریلوی کی سوانح کا مطالعہ کیا ہے یا جنہوں نے قریب سے دیکھ کر اپنے مشاہدات قلم بند کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تعظیم سادات کچھ حرمین کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ گھر پر بھی ان کا یہی وطیرہ تھا۔ ہاں اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم بھی اس کو بھر مصلحت ریاکاری پر محمول کرتے۔

پھر یہ کہنا بھی عجیب ہے کہ علماء حرمین کا تقاریظ لکھنا فاضل بریلوی کی افسوں طرازی ہے۔ علماء حرمین پر کس کا جادو چل سکتا ہے؟ یہ الزام سائل و مجیب دونوں پر عائد ہوتا ہے دوسری جگہ اس طرح الزام لگاتے ہیں:-

البتہ جو لوگ طالب شہرت تھے یا بوجہ اپنی سادگی کے ان کے دام تزویر میں آ گئے انہوں نے مہر و دستخط میں تاخیر ہرگز نہ کی [2]

صاحب شہاب ثاقب نے علماء حرمین کی تقاریظ کی اہمیت گھٹانے اور فاضل بریلوی کو نیچا دکھانے کے لئے مختلف حربے استعمال کئے ہیں جو مندرجہ بالا اقتباسات کی روشنی میں یہ ہیں:-

(۱) علماء حرمین نے فاضل بریلوی کے صاحب زادے (مولانا حامد رضا خاں) کے شاندار تعارف اور توصیفی کلمات سے متاثر ہو کر تقاریظ تحریر فرما دیں۔

---

[1] حسین احمد مدنی: الشہاب الثاقب، ص ۲۹

[2] " " " : " " ، ص ۳۰

(۲) بعض علماء فاضل بریلوی کے رٹے رٹائے مباحث علمیہ سے متاثر ہو گئے۔

(۳) بعض حضرات سادات کے ساتھ فاضل بریلوی کے ریاکارانہ (بقول صاحب شہاب ثاقب) عجز و انکسار سے متاثر ہو گئے۔

(۴) بعض علماء حرمین خود غرض وجاہ طلب تھے، اپنی شہرت کی خاطر تقاریظ لکھ دیں۔

(۵) بعض حضرات باوجود علمیت و فضیلت کے سادہ لوح اور نادان تھے، دھوکے میں آ گئے۔

لیکن سب سے عجیب بات یہ ہے کہ علماء کے سامنے جب رسالہ موجود تھا اور وہ اپنے ہوش حواس میں بھی تھے پھر بھی مباحث علمیہ سے آنکھیں بند کر کے کسی ایسی بات کی تصدیق کر دینا جو (بقول صاحب شہاب ثاقب) صحیح نہ تھی کم از کم ایک صاحب عقل کے لئے قابل قبول نہیں۔

جن علماء حرمین نے فاضل بریلوی کے رسائل کی تصدیق فرمائی ہے اور فاضل بریلوی کے مناقب و فضائل سے نوازا ہے ان کی تعداد پچاس سے بھی متجاوز ہے اور جو علماء خاموش رہے (بقول صاحب شہاب ثاقب) ان کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں۔ اگرچہ انہوں نے لکھا ہے کہ لکھنے پر آؤں تو ایک رسالہ بن جائے مگر نہ معلوم کیا چیز مانع آئی۔ بہرکیف سوال یہ ہے کہ جب جماعت کثیرہ فاضل بریلوی کی مؤید ہے تو قلیل جماعت کی مخالفت کی بنیاد پر اس تصدیق و تائید کو کیوں رد کیا جائے؟ لیکن اس کا صاحب شہاب ثاقب نے بہت خوب جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ تقاریظ لکھنے والے علماء میں تو چھوٹے موٹے سب ہی شریک ہیں لیکن جو خاموش رہے یا ایک دو جنہوں نے مخالفت کی وہ چوٹی کے ہیں۔

اگر تھوڑی دیر کیلئے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ علماء حرمین نے دھوکے میں آکر فاضل بریلوی کی تائید کر دی اور خوب خوب تعریف بھی کی مگر علماء پاک و ہند کو کیا ہو گیا تھا کیا ان پر بھی جادو چل گیا تھا۔ ایک دو نہیں پاک و ہند میں مشرق سے لے کر مغرب تک اور جنوب سے لے کر شمال تک

۵۰ سے زیادہ شہروں کے تقریباً ۲۶۸ علماء نے ان مسائل علیہ میں فاضل بریلوی سے اتفاق کیا علماء حرمین جن کی تصدیق فرما چکے تھے (یہ وہ تعداد ہے جو ہمارے سامنے آچکی ہے ورنہ تائید کرنے والوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے جیسا کہ الصوارم الہندیہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ جس کو تفصیل کی ضرورت ہو وہ مولوی حشمت علی خاں کی کتاب الصوارم الهندیہ (۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء) (مطبوعہ مراد آباد) کی طرف رجوع کرے)

لیکن ہمارے مندرجہ بالا سوال کا جواب بھی (صاحب شہاب ثاقب کے پاس) وہی ہے جس کو علماء حرمین کے باب میں عرض کیا جا چکا ہے یعنی یہ کہ ان ۲۶۸ علماء میں بہت سے چھوٹے موٹے ہیں لیکن جنہوں نے اس پر تصدیق نہیں فرمائی وہ سب چوٹی کے تھے گویا فاضل بریلوی کے رسائل فضیلت و عدم فضیلت کی ایک کسوٹی بن گئے جو تائید کرے جاہل اور جو تردید کرے عالم اور وہ بھی چوٹی کا عالم۔ اس معیار علمی کو دیکھ کر ہم حیران ہیں ۔ معیار، دلائل و براہین کی قطعیت ہوتی ہے بہرحال

عوام الناس خوابوں سے بہت جلد مرعوب ہو جایا کرتے ہیں اور پھر وہ بھی ایک عرب کا خواب، صاحب شہاب ثاقب مولوی حسین احمد مدنی نے فاضل بریلوی کی تنقیص کے لئے مندرجہ بالا حربے استعمال کرنے کے ساتھ ایک نفسیاتی حربہ بھی استعمال کیا ہے، چنانچہ ایک عرب شیخ عبدالقادر طرابلسی کا ایک عجیب و غریب خواب بیان فرماتے ہیں کہ " چند پاخانے بنے ہوئے ہیں جو لوگ اس رسالے (دولت مکیہ یا المعتقد المستند) کی تصدیق کر رہے ہیں وہ لوگ پاخانہ میں جاتے ہیں۔ چنانچہ شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ میں بھی جانے کا قصد کر رہا ہوں، اس خواب کے دیکھنے کی وجہ سے ان کو تنبہ ہوا " [۱]

---

[۱] حسین احمد مدنی: الشہاب الثاقب، ص ۲۵

پائخانہ یقیناً غلاظت کی جگہ ہے مگر جو وہاں جاتا ہے غلیظ ہونے نہیں بلکہ غلاظت سے پاک وصاف ہونے جاتا ہے۔ شیخ عبدالقادر نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی ، خواب مبارک ہے!

صاحب شہاب ثاقب نے مدینہ منورہ کے ایک عالم علامہ سید احمد بن سید اسمٰعیل برزنجی مفتی شافعیہ کی تالیف "غایۃ الماٴمول فی تتمۃ منہج الوصول فی تحقیق علم غیب الرسول" کا ذکر فرمایا ہے اور یہ لکھا ہے کہ یہ رسالہ فاضل بریلوی کے خیالات کے رَدّ میں لکھا ہے حالانکہ راقم نے اس کے ضروری اور اہم اقتباسات مطالعہ کئے تو اندازہ یہ ہوا کہ ہندوستانی علماء مخالفین کے استفسار پر انہوں نے یہ رسالہ لکھا ہے جس میں یہ صراحت کی ہے کہ ہندوستان کے علماء میں سے احمد رضا نامی ایک عالم تشریف لائے تھے اور انہوں نے ہم سے یہ سوالات کئے اور ہم نے ان کو یہ یہ جوابات دیئے چند جوابات فاضل بریلوی کے مسلک کے عین مطابق ہیں۔ گویا اس میں بعض جوابات سابقہ کی تصدیق مزید ہے نہ کہ تردید مگر صاحب شہاب ثاقب نے اس رسالے سے فاضل بریلوی کی تنقیص شان کے وہ وہ پہلو نکالے ہیں کہ عقل داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ پھر اس پر خود حواشی چڑھائے ہیں، اس پر بھی بس نہیں دشنام طرازی سے دل کی بھڑاس نکالی ہے حالانکہ علامہ برزنجی کا جواب بڑا مہذب و شائستہ ہے مگر صاحب شہاب ثاقب کے تفسیری حواشی نے اس کی تہذیب و شائستگی کو خاک میں ملا کر رکھ دیا مثلاً ایک جگہ علامہ برزنجی فاضل بریلوی سے اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

فیہ بطلان استدلالہ علیٰ مدعاہ

جو استدلال انہوں نے اپنے دعویٰ کے لئے کیا ہے اس رسالے میں اس کو رَدّ کیا گیا ہے۔

اس جملے کا ترجمہ اور تشریح صاحب شہاب ثاقب اس طرح کرتے ہیں :-
یعنی ہمارے رسالے میں بیان ہے اس بریلوی کے استدلال کے بطلان کا جو کہ

اپنے دعویٰ کے لئے قائم کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ اس دجّال کے استدلال ان کے نزدیک باطل ہیں اور یہ اہلِ بطلان میں سے ہے[۱]

محققین میں اختلاف پایا جاتا ہے، یہ اختلاف کسی ایک کو اہلِ بطلان میں شمار کرنے کا کوئی معیار نہیں، بالفرض اگر علامہ برزنجی نے اختلاف کیا تو یہ ان کی اپنی رائے ہے۔ اس سے جماعت کثیر کی رائے کو کس طرح باطل کیا جا سکتا ہے۔ پھر اس رسالے (غایۃ المامول) میں صاحب شہاب ثاقب کے ہم مسلک علماء کی ان تحریرات کا ذکر کیا ہے جن کی طرف فاضل بریلوی نے المعتمد المستند میں اشارہ فرمایا ہے اور وہی حکم لگایا ہے[۲] جو فاضل بریلوی نے لگایا ہے۔ صاحب شہاب ثاقب نے ان حصوں کو حذف کر دیا ہے صرف اپنے مطلب کی بات نکال کر اس پر تفسیری حواشی چڑھائے۔ یہ بات علمی دیانت کے خلاف ہے۔

صاحب شہاب ثاقب نے ان عقاید سے بریت کا اعلان کیا جن کی طرف فاضل بریلوی نے متوجہ فرمایا تھا اور اپنے رسائل میں اس کی پُر زور اور مدلل تردید فرمائی تھی۔ مجملاً وہ عقائد یہ ہیں جن کا اقرار صاحب شہاب ثاقب فرماتے ہیں، اگرچہ ان کے اکابرین کی تحریرات میں بعض کے خلاف پایا جاتا ہے، بہرکیف یہاں ان تضادات کا بیان مقصود نہیں صرف اشارہ کافی ہے۔

صاحب شہاب ثاقب نے جن عقائد کا ذکر فرمایا ان کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:-

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات دنیا تک محدود نہیں بلکہ ہر حال میں زندہ و پائندہ ہیں[۳]

(۲) دربار رسالت کی نیت سے سفر کرنا جائز ہے اور ہمارے اکابر نے اس کیلئے سفر کیا ہے[۴]

---

[۱] حسین احمد مدنی: الشہاب الثاقب، ص ۴

[۲] تفصیلات کیلئے مطالعہ فرمائیں رد شہاب ثاقب (۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء) مولفہ مولوی محمد اجمل، مطبوعہ کراچی، ص ۸۶-۹۱

[۳] حسین احمد مدنی: الشہاب الثاقب، ص ۴۵ [۴] ایضاً، ص ۴۶

(۳) ہم توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں [۱]

(۴) ہم اشغال باطنیہ کے قائل و عامل ہیں [۲]

(۵) ذکر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ اولیاء اللہ کے ذکر کو بھی ہم مستوجب برکت سمجھتے ہیں [۳]

(۶) ہر قسم کے درود کو جائز سمجھتے ہیں [۴]

(۷) مسجد نبوی یا کسی اور مقام پہ یا رسول اللہ کہنا بھی ہمارے نزدیک جائز ہے [۵]

وغیرہ وغیرہ

متبعین ابن عبدالوہاب نجدی مندرجہ بالا بعض عقائد کے مخالف ہیں۔ حضرات علماء دیوبند ابن عبدالوہاب کے عقائد کو اچھا خیال فرماتے ہیں جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں ایک سوال کے جواب میں مولانا رشید احمد گنگوہی نے اس کی تصریح فرمائی ہے [۶] فاضل بریلوی نے بھی اپنے بعض رسائل میں یہی ثابت کیا ہے کہ ابن عبدالوہاب کے عقائد، علمائے دیوبند سے کچھ ملتے جلتے ہیں مگر صاحب شہاب ثاقب نے بڑے درشت لہجے میں اس کی تردید کی ہے اور ہم نے پہلی بار علمائے دیوبند میں سے کسی عالم کو ابن عبدالوہاب پر اس طرح برستے دیکھا ہے۔ شاید اس میں یہ حکمت ہو کہ جو لوگ فاضل بریلوی کے ہمنوا ہو گئے ہیں وہ ان سے بدظن ہو جائیں۔

صاحب شہاب ثاقب ایک ذیلی عنوان قائم کرتے ہیں "چھٹا بہتان اور مکر عظیم" اس کے بعد اس طرح گویا ہوتے ہیں :-

یہ فریب اور مکر بہت ہی بڑا دجال المجددین اور اس کے اتباع کا ہے کہ جس

---

[۱] حسین احمد مدنی : الشہاب الثاقب، ص ۵۷ [۲] حسین احمد مدنی : الشہاب الثاقب، ص ۵۹

[۳] " " ، ۶۷ [۴] " " ، ص ۶۵

[۵] " " ، ۶۵

[۶] رشید احمد گنگوہی : فتاویٰ رشیدیہ، جلد اوّل، مطبوعہ ۱۳۲۲ھ، ص ۸

کی وجہ سے اہل عرب میں خصوصاً اور اہل ہند میں عموماً اس طائفے کی اشاعت ہوتی ہے[1] اور اسی نام کی بدولت دنیا جہاں سے دھوکہ دے کر روٹیاں ہاتھ آتی ہیں، یہ جملہ مکاریوں کی اصل اور دغا بازیوں کی بنیاد ہے۔

صاحبو! محمد ابن عبدالوہاب نجدی ابتدا تیرھویں صدی نجد (عرب) سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطل اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔ اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا، ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا، ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے لفظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کی اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے، الحاصل وہ ایک ظالم، باغی، خونخوار فاسق شخص تھا[2]

ایک طرف مولانا حسین احمد مدنی کا ابن عبدالوہاب نجدی پر یہ غیظ و غضب اور دوسری طرف مولینا رشید احمد گنگوہی کا (وہ جن کی بارگاہ کی خاک روبی اور جن کی جوتیاں سیدھی کرنے کو مولانا مدنی اپنی سعادت سمجھتے تھے)[3] یہ ارشاد فرمانا :-

ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں

---

[1] صاحب شہاب ثاقب نے سارا زور اس پر دیا تھا کہ حرمین شریفین میں فاضل بریلوی کی کوئی قدر و منزلت نہیں اور اب خود اقرار فرما رہے ہیں کہ نہ صرف حرمین بلکہ جزیرہ عرب میں آپ کے مسلک کی اشاعت ہو رہی ہے، وجہ کچھ بھی سہی۔

[2] حسین احمد مدنی : الشہاب الثاقب، ص ۴۲ [3] حسین احمد مدنی : الشہاب الثاقب، ص ۲۱

شدت بھی مگروہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں[1]

قارئین کرام کو حیرت میں ڈال دیتا ہے بلکہ الجھن میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ع

قیاس کن زگلستان او بہار مرا

مولانا حسین احمد مدنی کی تالیف الشہاب الثاقب کے مختصر تعارف کے بعد اب ہم ایک اور اہم کتاب المہند علی المفند کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو مولینا خلیل احمد انبیٹھی کی تصنیف ہے۔

۱۳۲۵ھ میں مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے فاضل بریلوی کی تصنیف المعتمد المستند اور اس پر علمائے عرب کی تقاریظ حسام الحرمین کے جواب میں ایک کتاب المہند علی المفند[3] لکھی جو بظاہر ایک استفتاء کا جواب ہے جو ۲۶ سوالات پر مشتمل تھا لیکن درحقیقت یہ علمائے حجاز کی طرف سے "جواب طلبی" کی وضاحت ہے مگر جامع یا ناشر نے مقدمہ میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ استفتاء کا جواب ہے چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

---

[1] حسین احمد مدنی: الشہاب الثاقب، ص ۔ ۲۱

[2] رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ ۱۳۲۲ھ، جلد اول، ص ۔ ۸

اس قسم کے تضادات کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ مولوی محمد اجمل سنبھلی کی تالیف رد شہاب ثاقب، مطبوعہ کراچی مؤلف کا لہجہ اگرچہ قدرے درشت ہے مگر انہوں نے بڑی تحقیق و کاوش سے ان تضادات کا تجزیہ کیا ہے۔

[3] مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے اس کے رد میں ایک رسالہ التحقیقات لدفع التلبیسات تالیف فرمایا تھا۔ اس رسالے میں بھی تضادات کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ تحریر فرمایا ہے کہ المہند کی مصدقین زیادہ تر عجمی ہیں جو عرب میں آباد ہو گئے۔ مثلاً مولوی احمد رشید خاں، مولوی محب الدین مہاجر، مولوی محمد صدیق افغانی وغیرہ۔ لیکن مصنف نے ان کو علمائے عرب کی تصدیقات میں شمار کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک پر لطف بات یہ لکھی ہے کہ اس رسالے میں اپنی تائید میں علامہ برزنجی کے رسالے غایۃ المامول کے ایک دو حوالے دے کر اس کے تمام مصدقین کو اپنے رسالے میں نقل فرما دیا گویا ان سب حضرات نے المہند کی تائید فرمائی ہے۔ مسعود

ادھر خان صاحب آں جہانی فتوے لے کر ہندوستان پہنچے اور ادھر قدرت کا زبردست ہاتھ اپنے دوستوں کی حمایت کے لئے بڑھا[1] تحقیق حال کے لئے ایک استفتار حرمین کی پاک سرزمین سے ــــــ حضرت مولانا خلیل احمد نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں آ پہنچا اور حضرت رحمۃ اللہ نے اپنے جملہ عقائد اور خان صاحب آنجہانی کی جعلی دستاویز پر مکمل تبصرہ فرمایا اور بریلوی خان صاحب کی پوری خفیف ظاہر کردی جو عربی زبان میں المہند کے نام سے مشہور و معروف ہیں ــــ

المہند نے دجال کا فریب کھول دیا اور بے ایمانی ظاہر کردی اور سارے الزاموں کی قلعی کھول دی[2]

مگر خود مولانا خلیل احمد کے ان کلمات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ استفتاء نہ تھا بلکہ وضاحت طلبی کے لئے ایک استفسار تھا۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں :-

جو کچھ ہم نے عرض کیا' یہ ہمارے عقیدے ہیں اور یہی دین و ایمان ہے' سو اگر آپ حضرات کی رائے میں صحیح و درست ہوں تو اس پر تصحیح لکھ کر مہر سے مزین کر دیجئے اور اگر غلط اور باطل ہوں تو جو کچھ آپ کے نزدیک حق ہو وہ ہمیں بتا دیجئے انشاء اللہ حق سے تجاوز نہ کریں گے[3]

اس بیان سے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ جواب بجائے خود ایک استفتاء ہے اور مجیب

---

[1] فاضل بریلوی کے قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں مولوی خلیل احمد وہاں موجود تھے۔ پھر جب فاضل بریلوی مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو مولانا نے موصوف پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ تعجب ہے کہ قیام حرمین کے زمانے میں وہاں کے علماء نے بالمشافہ استفسار نہ کرلیا اور اس انتظار میں رہے کہ جب مخاطب غائب ہو جائے تو پھر کلام کیا جائے۔ ایسے حالات میں قاری کا ذہن اس طرف متوجہ ہو سکتا ہے کہ شاید خود مولانا کے ہم مسلک حضرات نے اس کا اہتمام کیا ہو جیسا کہ مولانا حسین احمد مدنی کی بعض تحریرات سے اندازہ ہوتا ہے جن کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ مسعود

[2] خلیل احمد انبیٹھی : المہند علی المفند، مطبوعہ کراچی، ص ۔ ۷

[3] ایضاً ، ص ۔ ۵۳

(مولانا خلیل احمد) درحقیقت سائل ہیں اور منشار و مقصود اس تحریر سے یہ ہے کہ علمائے حجاز میں پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کا تدارک کیا جائے اور بدد لی کا ازالہ کیا جائے ۔

المہند میں علمائے حجاز سے جو استفتاء منسوب کیا گیا ہے اس میں ان عقائد وہابیہ کے متعلق سوالات ہیں جو علمائے دیوبند سے منسوب کئے جاتے ہیں لیکن مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے ان عقائد سے علمائے دیوبند کی برأت کا اعلان فرمایا ہے ۔

مختصراً وہ عقائد یہ ہیں :۔

(۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ سے توسل ۔

(۲) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف میں اسی طرح زندہ متصور کرنا جس طرح آپ اس دنیا میں تھے ۔

(۳) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کے مزار پر سفر کرکے حاضر ہونا ۔

(۴) مسجد نبوی میں دعا کے وقت گنبد خضرا سے پیٹھ پھیر کر قبلہ رو نہ ہونا ۔

(۵) ماثور و غیر ماثور درود شریف پڑھنا اور دلائل الخیرات وغیرہ کا ورد رکھنا ۔

(۶) اولیاء اللہ کی ارواح اور ان کی قبور سے استفادہ و استفاضہ کرنا ۔ وغیرہ وغیرہ

علمائے وہابیہ مندرجہ بالا عقائد کے سخت خلاف ہیں مگر مولوی خلیل احمد نے تحریر فرمایا ہے کہ علمائے دیوبند ان سب باتوں کو جائز سمجھتے ہیں ، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ علمائے دیوبند کی بعض کتابوں میں ان میں سے بعض عقائد کے خلاف پایا جاتا ہے ممکن ہے کہ یہاں کوئی حکمت ہو ۔

یہ تو تھے وہ عقائد جو علمائے وہابیہ کے ساتھ مخصوص تھے ، بعض تحریرات ایسی تھیں جو علمائے دیوبند کی تصانیف میں پائی جاتی ہیں یا علمائے دیوبند نے اپنی تصانیف میں جن کی تائید کی ہے ایسی تحریرات کے متعلق مولانا خلیل احمد نے فتوی مذکورہ میں تاویل فرمائی ہے اور یہ تحریر فرمایا ہے اس کا وہ مفہوم و مطلب نہیں جو مخالفین نے لیا ہے بعض تحریرات کے متعلق تحریر فرمایا کہ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں مثلاً

صاحب تقویۃ الایمان مولوی اسمٰعیل دہلوی کی ایک تحریر سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی فوقیت دیتے تھے جیسے چھوٹے بھائی پر بڑے بھائی کو فوقیت ہوتی ہے۔ استفتاء میں اس کے متعلق سوال کیا گیا ہے۔ مولانا نے اصل تحریر سے اعراض کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے :۔

> جو اس کا قائل ہو کر نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہے[۱]

یہ عجیب بات ہے کہ جس عقیدے کے متعلق ایسی سخت تردید فرمائی ہے اس کی اشاعت میں یہی حضرات کوشاں رہتے ہیں۔ چنانچہ ۔۔۔ تقویۃ الایمان جس میں یہی نہیں بلکہ اور بھی بہت کچھ ہے۔ اس کی اشاعت انہیں حضرات کے کتب خانوں سے ہوتی ہے بلکہ ابن عبدالوہاب کی تصانیف بھی ان حضرات کے ہاں دستیاب ہیں۔ قول و عمل میں یہ تضاد سمجھ میں نہیں آتا۔

ایک سوال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی تحدید و وسعت کے بارے میں ہے۔ اس کا جواب یہ تحریر فرماتے ہیں :۔

> اور بیشک آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے[۲]

مولوی خلیل احمد کی ایک تحریر جو براہین قاطعہ میں ہے (ص ۵۱) اور جس سے صاف صاف مترشح ہوتا ہے کہ مولانا کے نزدیک ابلیس کی وسعت علم کا حال نص سے ثابت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کے لئے کوئی نص نہیں۔ گویا علمیت میں ابلیس تفوق و برتری رکھتا ہے۔ اس تحریر کے بارے میں استفتاء مذکور میں ایک سوال ہے۔ مولانا نے جواب میں یہ ظاہر کرنے سے پہلوتہی کی ہے

---

[۱] ایضاً، ص ۲۸

[۲] خلیل احمد : المہند علی المفند، ص ۲۹

کہ یہ میری تحریر ہے اور تحریر فرمایا ہے :۔

ہمارے حضرت اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ پھر بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جاتا ہے[1]

ایک سوال مولوی اشرف علی تھانوی کی اس تحریر سے متعلق ہے جو حفظ الایمان میں موجود ہے اور جس میں مولانا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت کرنے والوں کے رد میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ یہ جاننے اور ماننے والے بعض علوم غیبیہ کا عالم جانتے یا کل علوم غیبیہ کا ۔ کل علوم غیبیہ کا عالم تو سوائے خدا کے کوئی نہیں اور اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر بچے اور پاگل اور تمام جانوروں اور درندوں کو بھی حاصل ہے[2]

اس تحریر کا ایک ظاہری اور واضح پہلو ہے جس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ مولانا خلیل احمد نے اپنے جواب میں ایک اچھا نکتہ نکالا ہے۔ انہوں نے تحریر فرمایا ہے۔ مولانا اشرف علی کی اس تحریر سے یہ مراد نہیں کہ وہ علم مصطفیٰ کو جانوروں اور درندوں وغیرہ کے مساوی سمجھتے تھے بلکہ وہ تو یہ کہنا چاہتے تھے

---

[1] ایضاً ، ص ۔ ۳۰

حالانکہ براہین قاطعہ میں یہ مسئلہ اس طرح ہے :۔

شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا، شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ، ص ۔ ۵۱)

[2] مولانا اشرف علی نے اس تحریر میں معمولی رد و بدل کر دیا تھا جس کا پیچھے کسی حاشیے میں ذکر کر دیا گیا ہے مگر اس ترمیم سے تحریر کی درشتی تو ختم ہو گئی، مسئلہ وہیں کا وہیں رہا۔ مسعود

ایسا علم جس میں پاگل و دیوانے، بچے اور جانور و درندے شریک ہوں اس سے آپ کی ذات ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس طرف تو خود مولانا اشرف علی کا بھی دھیان نہیں گیا۔ بہرکیف ہر بات کی اچھی تاویل کرنی چاہیئے۔

مختصر یہ کہ المہند علی المفند میں ان تمام عقائد سے اتفاق کیا ہے جن پر فاضل بریلوی کو اصرار تھا اور غالباً قیام حرمین کے زمانے تک مولوی خلیل احمد کو ان سے اختلاف تھا اور اس کے بعد فضلائے حجاز کو فاضل بریلوی کے موافق محسوس کرتے ہوئے انہوں نے مناسب سمجھا کہ کسی ترکیب سے عقائد کا اس طرح اظہار کیا جائے جو فاضل بریلوی کے دعاوی سے قطعاً مختلف اور متضاد معلوم ہوں اور اس طرح وہ علمائے حجاز کی نظر میں خفیف شرمسار ہوں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مولوی خلیل احمد نے جن عقائد سے اتفاق فرمایا ہے ان میں سے بعض عقائد کے خلاف تو خود ان کی اور ان کے ہم مسلک علماء کی تصانیف میں تحریریں موجود ہیں۔ اگر کوئی فاضل اس طرف متوجہ ہوں تو وہ "تضادات علمائے دیوبند" کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ قلم بند فرما سکتے ہیں۔[1]

مناسب یہ تھا کہ فاضل بریلوی نے جن تحریرات پر اعتراض کیا تھا اور علماء دیوبند کو متوجہ کیا تھا ان کی طرف توجہ کی جاتی اور معقول اور مسکت جوابات دیئے جاتے یا اعتراضات کو تسلیم کر کے رجوع کیا جاتا اور خلوص و حقانیت کا مظاہرہ کیا جاتا۔ لیکن مسلسل خاموشی اختیار کی گئی جو ہماری نظر میں ہرگز مناسب نہ تھی۔ مولانا حسین احمد مدنی نے اس خاموشی کی تاویلات فرمائیں اور خاموش رہنے والوں کو داد دی۔ چنانچہ وہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:-

کیونکہ حضرات علمائے دیوبند و سہارن پور وغیرہ تو اپنے مشاغل علمیہ میں اس طرح مشغول ہیں کہ دوسری طرف توجہ بھی نہیں کرتے اور مجدد بریلوی کی جملہ باتوں کو لایعنی خرافات خیال کر کے اس طرف توجہ کرنا اپنی شان عالمانہ کے خلاف اور طریقہ شرفاء کے خلاف جانتے ہیں۔[2]

---

[1] اس موضوع پر علامہ ارشد القادری کی کتاب زلزلہ (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء) شائع ہو چکی ہے۔ جنوبی افریقہ کے ایک فاضل عباس ... ہم نے بھی اس موضوع پر انگریزی میں مقالہ قلم بند کیا ہے۔ مسعود

[2] حسین احمد مدنی: الشہاب الثاقب، ص ۳۴

دوسری جگہ فاضل بریلوی کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

مبلغ ہمت آپ کا وہ علمائے اسلام ہیں کہ جن کو اپنے مشاغل علمیہ و دینیہ سے اتنی فرصت ہی نہیں کہ آپ کی ہفوات و ہزلیات پر توجہ کریں اور سب وشتم کا جواب کلمہ بکلمہ دیں[1]

تیسری جگہ علمائے دیوبند کو داد دیتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

مگر واہ رے اتباع شریعت حضرات کے! علمائے دیوبند اور ان کے ہم خیال اکابر اپنے فرائض منصبی علمی اور عملی میں اس طرح مشغول ہیں کہ ان کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی اور کیوں نہ ہو آخر حکم الٰہی ہے وَاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجَاھِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا اور آیت قرآنی وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا پر کون عمل کرے ہے[2]

مخاطب کوئی جاہل یا ہزل گو نہ تھا جو یہ آیات قرآنی اس پر چسپاں کی جائیں۔ کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے مگر محققین تسلیم کریں گے کہ وہ ایک جلیل القدر عالم اور فقیہ تھا اس کی فقاہت کا غیروں کو بھی اقرار ہے[3] اس لئے ہمارے خیال میں اسکی باتیں سنی جانی چاہیے تھیں۔ اس کی باتوں کو فضول سمجھ کر چھوڑ دینا دانائی کے سراسر خلاف تھا اور جو بات دانائی کے خلاف ہو وہ قرآن کے مطابق کہاں ہو سکتی ہے ؟

اس میں شک نہیں کہ مخالفین کی قابل اعتراض تحریرات پر فاضل بریلوی نے سخت تنقید فرمائی ہے اور بسا اوقات لہجہ بھی نہایت درشت ہے لیکن کسی مقام پر تہذیب و شائستگی سے گرا ہوا نہیں وہ ناموس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں شمشیر بکف نظر آتے ہیں مگر ان کے مخالفین ناموس اسلاف

---

[1] حسین احمد مدنی : الشہاب الثاقب ، ص ۳۹ — [2] حسین احمد مدنی، الشہاب الثاقب ص ۶۹

[3] مولانا حکیم عبدالحیٔ لکھنوی، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور ڈاکٹر محمد اقبال وغیرہ فاضل بریلوی کی فقاہت کے دل سے قائل ہیں گو شدت مزاج کی شکایت ان حضرات کو ضرور ہے۔ مسعود

کی حفاظت میں تیغ براں لئے نظر آتے ہیں۔ دونوں کے طرز عمل میں زمین وآسمان کا فرق ہے، اہل محبت اس فرق کو خوب محسوس کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے باوجود اس کے کہ فاضل بریلوی نے ان پر سخت تنقید کی، یہ فرماتے نظر آتے ہیں:۔

ممکن ہے کہ ان کی مخالفت کا سبب واقعی حب رسول ہی ہو اور وہ غلط فہمی سے ہم لوگوں کو نعوذ باللہ گستاخ سمجھتے ہوں[1]

مولانا حسین احمد مدنی نے الشہاب الثاقب میں فاضل بریلوی کو بہت سخت سست کہا ہے۔ فاضل بریلوی کے مقابلے میں ان کی زبان تہذیب وشائستگی سے گری ہوئی معلوم ہوتی ہے مولانا مدنی نے فاضل بریلوی کو ان خطابات[2] سے نوازا ہے:۔

(۱) دجال بریلوی[3] (ص ۴)

(۲) دجال المجددین (ص ۵)

(۳) استاد اور معلم اس کا شیطان کا سردار ہے (ص ۱۲)

(۴) مجدد بریلوی شیطان سے بڑھے ہوئے ہیں (ص ۱۹)

(۵) مجدد المضلین (ص ۳۱) (گمراہ کرنے والوں کا مجدد)

(۶) کذاب (ص ۳۲) (جھوٹا)

---

[1] عزیز الحسن: اشرف السوانح، جلد اول، ص ۱۲۹

[2] مولوی محمد اجمل سنبھلی نے اپنی تصنیف رد شہاب ثاقب (مطبوعہ کراچی، ص ۱۱ تا ۳۲) میں شہاب ثاقب (مطبوعہ دیوبند ۱۳۴۹ھ/۱۹۲۷ء) سے ۲۰۰ خطابات (دشنام طرازیوں) کے نمونے پیش کئے ہیں۔

[3] مولانا مدنی، فاضل بریلوی کو "دجال" کہہ کر فتنہ بداماں ثابت کرتے ہیں لیکن مدینہ منورہ کے ایک عالم شیخ محمد بن واسع حسینی ادریسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

"اور کچھ تعجب کی بات نہیں کہ اللہ کے بعض بندے زمین میں اصلاح کرنے والے اور فساد کو زائل کرنے والے ہیں" (یہ تقریظ کا اقتباس ہے یہاں اشارہ فاضل بریلوی کی طرف ہے)

(۷) مجدّدالمفترین (ص ۴۹) (افتراپردازوں کا مجدّد)

(۸) عدورسول علیہ السلام[1] (ص ۵۱) (رسول اللہ علیہ السلام کا دشمن)

(۹) مبغض خیرالانام (ص ۵۱) (خیرالانام سے بغض رکھنے والا)

(۱۰) مجدّدالدجالین علیہ ما علیہ (ص ۹۵) (دجّالوں کا مجدّد)

(۱۱) مجدّدالتفضیل (ص ۹۶) (گمراہی کا مجدّد)

(۱۲) عبدالدنیا روالدراہم (ص ۹۹) (دینار اور دراہم کا بندہ)

وہ جو کسی نے کہا ہے کوثر و تسنیم کی دُھلی ہوئی زبان ــــ شاید یہی ہے۔

ایک تو مولانا مدنی کا یہ فرمانا کہ حضرات اکابر دیوبند نے فاضل بریلوی کی ہفوات و ہزلیات کی طرف متوجہ ہونا اپنی شان عالمانہ کے خلاف سمجھا اور دوسری طرف خود ان کا اس طرح چراغ پا ہونا باعث حیرت ہے۔ مناسب تھا کہ اپنے بزرگوں کی روش پر کاربند رہتے مگر ان کے غیظ و غضب کی جولانیاں تو ملاحظہ ہوں۔ رسالہ شہاب ثاقب کے آخر میں فاضل بریلوی

---

[1] مولانا حسین احمد مدنی، مولانا محمد قاسم نانوتوی کی زندگی سے حب رسول علیہ السلام کی چند مثالیں اور ان کے چند سیدھے سادے اشعار پیش کر کے فاضل بریلوی کو اس طرح للکارتے ہیں گویا کہ واقعی وہ "عدو رسول علیہ السلام" ہیں فرماتے ہیں :-

"اے مجدّد بریلوی تجھے خدا کی قسم، دکھلا تو سہی تیری زبان یا تیری قلم کو یہ پاکیزہ مضامین اور اخلاص منداً کلمات کبھی خواب میں نصیب ہوئے ہیں؟ اور کیوں ہوتے! تیرا باطن قبیح، تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اور حضور علیہ السلام کی عداوتوں سے تاریک اور مظلم ہو رہا ہے، ان انوار کی گنجائش کہاں! زبان سے دعویٰ سہل ہے مگر بدن کے روئیں روئیں اور جسم کی بوٹی بوٹی اور پٹھے پٹھے سے اس کا ظاہر ہونا کارے دارد" (الشہاب الثاقب، ص ۵۲)

جن لوگوں نے فاضل بریلوی کے نعتیہ کلام کا مطالعہ کیا ہے ان کو ان کے پاکیزہ و لطیف اور اخلاص مندانہ خیالات و کلمات کا خوب اندازہ ہے۔ ان کی تصانیف کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کی کسی سطر سے بغض رسول علیہ السلام تو بڑی بات ہے گستاخی اور تنقیص شان کا بھی پہلو نہیں نکلتا۔ ایسی محتاط تحریریں ان کی سچی اور قابل رشک محبت پر گواہ ہیں۔ مسعود

کے فتاویٰ تکفیر پر سخت برہمی کے عالم میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

ہٰذا یہ سب تکفیریں اور لعنتیں بریلوی اور اس کے اتباع کی طرف لوٹ کر قبر میں ان کے واسطے عذاب اور بوقت خاتمہ ان کے لئے موجب خروج ایمان وازالہ تصدیق و ایقان ہوں گی[1] اور قیامت کے دن ان کے جملہ متبعین کے واسطے اس کی موجب ہوں گی کہ ملائکہ حضور علیہ السلام سے کہیں گے انک لاتدری ما احدثوا بعدک اور رسول مقبول علیہ السلام دجال بریلوی اور ان کے اتباع کو سحقا سحقا فرما کر اپنے حوض مورد شفاعت محمود سے کتوں سے بدتر کہہ کے دھتکار دیں گے اور امت مرحومہ کے اجر ثواب و منازل ونعیم سے محروم کئے جاویں گے سود اللہ وجوھھم فی الدارین وجعل قلوبھم قاسیۃ فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم۔ آمین یا رب العالمین[2] (اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں ان کے منہ کالے کر دے اور دل ایسے سخت کر دے کہ وہ ایمان نہ

---

[1] مگر حقائق کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی کی یہ آرزو پوری نہیں ہوئی اور فاضل بریلوی "ایمان اور تصدیق و ایقان" کے ساتھ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ وصال سے ۲ گھنٹے ۱۷ منٹ قبل جو انہوں نے وصایا تحریر کرائیں وہ ان کے ایمان و یقین پر گواہ ہیں تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمائیں وصایا شریف مرتبہ مولانا حسنین رضا خاں، مطبوعہ لاہور، ص ۸ تا ۱۲ اور حیات مبارک، مقالہ ہذا)

فاضل بریلوی کو اپنے وصال کی مبارک گھڑی کا علم تھا، اسی لئے انہوں نے وصال سے قبل قرآن کریم کی اس آیہ کریمہ سے اپنا مادۂ تاریخ وفات نکالا تھا جو یقیناً الہامی تھا :۔

ویطاف علیہم بآنیۃ من فضۃ واکواب (۱۳۴۰ھ)

(ترجمہ) خدام چاندی کے کٹورے اور گلاس لئے ان کو گھیرے ہیں۔

اور یہ عجیب اور مبارک اتفاق ہے کہ کلمۂ "رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" (۱۳۴۰ھ) فاضل بریلوی کا سال وصال ہے۔ اس کے برخلاف مولانا حسین احمد مدنی کے لئے اخبار الجمعیۃ (دہلی) میں پڑھا تھا کہ مولانا دوپہر کو قیلولہ کے لئے لیٹے تو لیٹے کے لیٹے رہ گئے۔ جب جگایا گیا تو معلوم ہوا کہ انتقال کر چکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

[2] حسین احمد مدنی، الشہاب الثاقب، ص ۱۱۱

لائیں یہاں تک کہ عذاب الیم دیکھ لیں سلسے پروردگار عالم ایسا ہی کر!)

مختصر یہ کہ مخالفین نے پہلے تو یہ کوشش کی کہ علمائے عرب نے اپنی تقاریظ میں فاضل بریلوی کو جن محامد و فضائل سے نوازا تھا اسکی اس طرح تردید کی جائے کہ جو کچھ لکھا گیا تھا غلط فہمی کی بنا پر، سادہ لوحی یا شہرت و عزت کی ہوس میں، کوئی فاضل بریلوی کی تعریف و توصیف مقصود نہ تھی لیکن پھر یہ محسوس کرتے ہوئے کہ شاید یہ حربہ کارگر نہ ہو۔ ان تمام عقائد کی بڑی دانائی کے ساتھ تردید کی گئی جن پر فاضل بریلوی کو اصرار تھا اور اس سے فاضل بریلوی کی تائید مقصود نہ تھی بلکہ تکذیب کہ جب ہمارے یہ عقیدے ہیں تو جو کوئی ان کے خلاف عقائد ہماری طرف منسوب کرتا ہے. وہ جھوٹا اور بہتان طراز ہے حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ مخالفین نے جن عقائد کی تصدیق لکھی ہے ان کی اپنی تصانیف میں اس کے خلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن اس پر بھی بس نہیں کیا اور اس اندیشہ کے تحت کہ شاید یہ دوسرا حربہ بھی کارگر نہ ہو، دشنام طرازی کو شعار بنایا جو ایک عالم خصوصاً متبع سنت عالم کو زیب نہیں دیتا، اس دشنام طرازی کے مختلف نمونے ہم اوپر پیش کر چکے ہیں جس میں فاضل بریلوی کو "دجال"، "کذاب"، "مفتری"، "شیطان"، "دشمن رسول" "دولت کا پجاری" جیسے القاب سے نوازا گیا ہے، نہ صرف یہ بلکہ فاضل بریلوی کے اساتذہ کو ابلیس کا سردار اور ان کے اسلاف کو بنی اسرائیل اور یہودی کہنے سے بھی دریغ نہیں کیا گیا لیکن فاضل بریلوی نے مخالفین کی ان تمام دشنام طرازیوں کو جس صبر و استقلال اور خندہ پیشانی سے برداشت کیا اس کا کچھ اندازہ اس تحریر سے ہو سکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فاضل بریلوی کی سچی محبت کی جیتی جاگتی تصویر ہے اور جس کے حرف حرف سے بوئے اخلاص پھوٹ رہی ہے:۔

"حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے اپنے اس بندے کو یہ ہدایت دی، یہ استقامت دی کہ وہ نہ ان اعاظم اکابر کی ان عظیم مدحوں پر اتراتا ہے بلکہ اپنے رب کے

حسن نعمت کو دیکھتا ہے کہ پاکی تیرے لئے، کیسا تو نے اس ناچیز کو ان غلامانِ
عزیز کی آنکھوں میں معزز فرمایا، نہ ان دشنامیوں اور ان کے حامیوں کی گالیوں سے
جو وہ زبانی دیتے ہیں اور اخباروں میں چھاپتے ہیں پریشان ہوتا بلکہ تشکر بجالاتا ہے
کہ تو نے محض اپنے کرم سے اس ناقابل کو اس قابل کیا کہ یہ تیری عظمت اور تیرے حبیب
صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار کے پہرہ دینے والے کتوں میں اس کا چہرہ لکھا جائے
واللہ العظیم وہ بندہ بخدا بخوشی راضی ہے۔ اگر یہ دشنامی حضرات بھی اس بدلے
پر راضی ہوں کہ وہ اللہ و رسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
جناب میں گستاخی سے باز آئیں اور یہ شرط لگائیں کہ روزانہ اس بندہ
خدا کو پچاس ہزار مغلظہ گالیاں سنائیں اور لکھ لکھ کر شائع فرمائیں
اور اگر اس قدر پر پیٹ نہ بھرے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی گستاخی سے باز رہنا اس شرط پر مشروط رہے کہ اس بندہ خدا کے
ساتھ اس کے باپ دادا، اکابر علماء قدست اسرارہم کو بھی گالیاں
دیں تو ایں ہم بر علم [1]
اے خوشا نصیب اس کا کہ اس کی آبرو اس کے آباؤ اجداد کی آبرو،

---

[1] مخالفین کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس شرط پر راضی ہو گئے تھے۔ چنانچہ مولانا حسین احمد مدنی کی تصنیف الشہاب الثاقب میں اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں جس میں فاضل بریلوی کے اکابر، اساتذہ اور آباؤ اجداد کو ہدف ملامت بنایا ہے۔ مثلاً ایک جگہ فاضل بریلوی کے اساتذہ کے متعلق مولانا مدنی کا یہ ارشاد ملتا ہے :-

اس کا معلم ابو مرہ یعنی ابلیس لعین (ص - ۱۶)

دوسری جگہ آباؤ اجداد کے لئے یہ ارشاد ملتا ہے :-

اپنے آباؤ اجداد یہودی اسرائیل کی ہڈیوں کو زندہ کیا ہے۔ (ص - ۹۷)

بدگویوں کی زبانوں سے محمد رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی آبرو کے لئے سپر ہو جائے۔ سیدنا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدگویانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں :۔

فان ابی و والدتی وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء

یعنی اے بدزبانو! میں اس لئے تمہارے مقابل کھڑا ہوں کہ تم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدگوئی سے غافل ہو کر مجھے اور میرے باپ دادا کو گالیاں دینے میں مشغول ہو جاؤ میرے اور میرے باپ دادا کی آبرو محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت کو سپر ہو جائے۔ الٰہی ایسا ہی کر۔ آمین!
یہی وجہ ہے کہ بدگو حضرات اس بندۂ خدا پر کیا کیا طوفان، بہتان، اس کے ذاتی معاملات میں اٹھاتے ہیں۔ اخباروں، اشتہاروں میں طرح طرح کی گڑھتوں سے کیا کیا خاک اڑاتے ہیں مگر وہ اصلاً قطعاً نہ اس طرف التفات کرتا، نہ جواب دیتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ جو وقت مجھے اس لئے عطا فرمایا کہ بعونہٖ تعالیٰ عزت محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت کروں۔ حاشا کہ اسے اپنی ذاتی حمایت میں ضائع ہونے دوں، اچھا ہے کہ

جتنی دیر مجھے برا کہتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدگوئی سے غافل رہتے ہیں ؎

فان ابی و والدتی وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء [1]

---

[1] حسام الحرمین، خلاصۂ فوائد فتویٰ (۱۳۲۴ھ) گلبن اوّل، مطبوعہ لاہور، ص ۵۱ تا ۵۲

ماخذ و مراجع

(وہ کتابیں جن سے بالواسطہ یا بلا واسطہ مؤلف نے استفادہ
کیا یا ضمناً جن کا ذکر کیا)

۱۔ ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا: ترجمہ قرآن (مع تفہیم القرآن) مطبوعہ لاہور ۱۹۵۱ء/۱۹۵۴ء

۲۔ ابوالحسن علی ندوی، مولانا: سیرت سید احمد شہید، مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۸ء

۳۔ ابوسلمان الہندی: امام الہند، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۲ء

۴۔ ابوالکلام آزاد، مولانا: ترجمہ قرآن (مع ترجمان القرآن) ج دہلی ۱۹۳۱ء ج ۲، بجنور ۱۹۳۶ء)

۵۔ احمد بن اسمٰعیل برزنجی: غایۃ المامول فی تتمہ منہج الوصول فی تحقیق علم غیب الرسول۔

۶۔ احمد رضا خاں، مولانا: الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) مطبوعہ کراچی

۷۔ " " ": المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)

۸۔ " " ": حیّ الصوت لنہی الدعوۃ امام الموت (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)

۹۔ " " ": جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) مطبوعہ لاہور

۱۰۔ " " ": مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) مطبوعہ لاہور

۱۱۔ " " ": الملفوظ (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) حصہ سوم وچہارم، مطبوعہ لاہور

۱۲۔ " " ": کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) مطبوعہ لاہور

۱۳۔ " " ": کاسر السفیہ الواہم فی ابدال قرطاس الدراہم (۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء) مطبوعہ لاہور

۱۴۔ احمد رضا خاں، مولانا : الذیل المنوط لرسالۃ النوط (۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء) مطبوعہ لاہور

۱۵۔ 〃 〃 〃 : انوار البشارہ فی مسائل الحج والزیارۃ (۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء) مطبوعہ لاہور

۱۶۔ 〃 〃 〃 : الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ (۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء) مطبوعہ لاہور

۱۷۔ 〃 〃 〃 : النیرۃ الوضیئۃ فی شرح الجوہرۃ المضیئہ (۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء)

۱۸۔ 〃 〃 〃 : الطرۃ الرضیۃ علی النیرۃ الوضیئہ، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء

۱۹۔ 〃 〃 〃 : انباء المصطفےٰ بحال سر و اخفیٰ (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) مطبوعہ لاہور

۲۰۔ 〃 〃 〃 : انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) مطبوعہ لاہور

۲۱۔ 〃 〃 〃 : تمہید ایمان بآیات قرآن (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) مطبوعہ لاہور

۲۲۔ 〃 〃 〃 : تبیین احکام و تصدیقات اعلام (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) مطبوعہ لاہور

۲۳۔ 〃 〃 〃 : سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح (۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء)

۲۴۔ 〃 〃 〃 : الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیۃ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)

۲۵۔ 〃 〃 〃 : فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین (۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء)

۲۶۔ 〃 〃 〃 : الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ، مطبوعہ عظیم آباد (۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء)

۲۷۔ 〃 〃 〃 : سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابا ر النجدیہ، مطبوعہ عظیم آباد (۱۳۱۲ھ/۱۸۹۸ء)

۲۸۔ 〃 〃 〃 : ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار، مطبوعہ عظیم آباد (۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء)

۲۹۔ 〃 〃 〃 : کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، مطبوعہ مراد آباد ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء

۳۰۔ 〃 〃 〃 : مالیٔ الجیب بعلوم الغیب (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء)

۳۱۔ 〃 〃 〃 : اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان و ما یکون (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء)

۳۲۔ 〃 〃 〃 : حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) مطبوعہ لاہور

۳۳۔ 〃 〃 〃 : الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) مطبوعہ کراچی

۳۴۔ 〃 〃 〃 : خالص الاعتقاد (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) مطبوعہ لاہور

۳۵- اسمٰعیل دہلوی، مولوی ، تقویۃ الایمان ، مطبوعہ کراچی

۳۶- اشرف علی تھانوی، مولوی ، حفظ الایمان ، مطبوعہ کراچی

۳۷- " " ، تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان ، مطبوعہ کراچی

۳۸- اقبال احمد نوری : کرامات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کانپور

۳۹- الطاف حسین حالی ، حیات جاوید، مطبوعہ لاہور ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء

۴۰- انوار الحسن، محمد : تجلیات عثمانی، مطبوعہ ملتان ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء

۴۱- " " : انوار قاسمی، مطبوعہ لاہور ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء

۴۲- انوار اللہ، محمد : فضائل محمدی (معروف بہ انوار محمدی) مطبوعہ کراچی

۴۳- بدر الدین احمد، مولانا : سوانح اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لاہور ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء

۴۴- حامد رضا خاں، مولانا ، الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ (قلمی) ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

۴۵- حسین احمد مدنی، مولوی : نقش حیات، مطبوعہ دیوبند ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء

۴۶- " " : الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب مطبوعہ دیوبند ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء

۴۷- حشمت علی خاں، مولانا : الصوارم الہندیہ (۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء) مطبوعہ مراد آباد

۴۸- خلیل احمد انبیٹھوی، مولانا : براہین قاطعہ ، مطبوعہ دیوبند

۴۹- " " : المہند علی المفند، مطبوعہ کراچی

۵۰- رحمان علی، مولانا : تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء

۵۱- رشید احمد گنگوہی، مولانا : فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ دیوبند ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء

۵۲- سلیمان ندوی، سید : حیات شبلی، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء

۵۳- ضیاء الدین احمد برنی : جمال الدین افغانی، مطبوعہ کراچی ۱۳۳۵ھ/۱۹۵۴ء

۵۴- ظفر الدین بہاری، مولانا : حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول (۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء) مطبوعہ کراچی

۵۵- عبد الحق، مولوی : قاموس الکتب اردو، جلد اول، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء

۵۶۔ عبدالحکیم خاں اختر : اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

۵۷۔ عبدالحکیم اثر : تذکرۂ افغانی، مطبوعہ پشاور

۵۸۔ عبدالحیٔ لکھنوی، حکیم : نزہتہ الخواطر و بہجتہ المسامع والنواظر، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۱ء

۵۹۔ عبدالماجد دریاآبادی : تفسیر ماجدی (مع ترجمہ قرآن) ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء

۶۰۔ " " : حکیم الامت، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء

۶۱۔ عبدالمصطفیٰ اعظمی، مولانا : معمولات الابرار بمعانی الآثار، مطبوعہ لکھنو ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء

۶۲۔ عزیز الحسن : اشرف السوانح، مطبوعہ لکھنو ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء

۶۳۔ علی سفیان آفاقی : ابوالاعلیٰ مودودی، مطبوعہ لاہور

۶۴۔ غلام رسول مہر، مولانا : سید احمد شہید، مطبوعہ لاہور

۶۵۔ غلام محمد : تذکرۂ سلیمان، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء

۶۶۔ غلام معین الدین نعیمی : حیات صدرالافاضل، مطبوعہ لاہور

۶۷۔ فضل الرسول، شاہ : المعتقد المنتقد، (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) مطبوعہ لاہور

۶۸۔ مرزا ادیب : جمال الدین افغانی، مطبوعہ لاہور ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۷ء

۶۹۔ محمد احسن سنبھلی، مولوی : ردّ شہاب ثاقب (۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء) مطبوعہ کراچی

۷۰۔ محمد ادریس نگرامی : تطییب الایمان بذکر علماء الزمان، مطبوعہ ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء

۷۱۔ محمد جعفر تھانیسری : سوانح احمدی، مطبوعہ کراچی ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء

۷۲۔ محمد رضوان اللہ، پروفیسر : انور شاہ کشمیری (مقالۂ ڈاکٹریٹ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

۷۳۔ " " " : دارالعلوم دیوبند، اثرھا الاسلامی فی الہند (جامعہ ازہر مصر)

۷۴۔ محمد صابر قادری، مولانا : مجدد اسلام، مطبوعہ کانپور ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء

۷۵۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا : یاد اعلیٰ حضرت، ہری پور ہزارہ

۷۶۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری مولانا : سوانح سراج الفقہا، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء

۷۷۔ محمد قاسم نانوتوی مولانا : تحذیر الناس، مطبوعہ دیوبند

۷۸۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر : فاضل بریلوی اور ترک موالات، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء

۷۹۔ محمد میاں، مولوی : علمائے ہند کی شاندار ماضی، مطبوعہ دھلی ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء

۸۰۔ محمود حسن مولوی : ترجمۂ قرآن، مطبوعہ بجنور، ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء

۸۱۔ محمود احمد قادری مولانا : تذکرہ علماء اہل سنت، مطبوعہ اسلام آباد۔ بھوانی پور (مظفر پور) ۱۳۹۱ھ

۸۲۔ مسعود عالم ندوی، مولانا : محمد ابن عبدالوہاب نجدی، مطبوعہ کراچی، ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء

۸۳۔ مصطفےٰ رضا خاں، مولانا : الملفوظ ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء حصہ دوم، مطبوعہ لاہور

۸۴۔ مسعود حسن رڑکوی : بسط البنان لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان مطبوعہ کانپور ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء

۸۵۔ نعیم الدین مرادآبادی مولانا : التحقیقات لدفع التلبیسات، مطبوعہ لاہور

۸۶۔ " " " : خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، مطبوعہ مرادآباد

۸۷۔ نظامی بدایونی : قاموس المشاہیر، جلد اوّل، مطبوعہ بدایوں، ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء

۸۸۔ یوسف الیاد سرکیس : معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ، مطبوعہ مصر، ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء

رسائل

۱۔	اعلیٰ حضرت بریلوی	(بریلی)	جون ۱۹۶۶ء/۱۳۸۶ھ
۲۔	العلم	(کراچی)	مارچ ۱۹۵۸ء/۱۳۷۸ھ
۳۔	حنفی	(لائل پور)	مئی ۱۹۷۲ء/۱۳۹۲ھ
۴۔	رضائے مصطفےٰ	(گوجرانوالہ)	اپریل ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ
۵۔	فیض رضا	(لائل پور)	اپریل / ۱۳۹۱ھ

مؤلف کی دوسری مطبوعات

۱۔ حیدر آباد کی معاشی تاریخ (ترجمہ) مطبوعہ حیدر آباد سندھ سنہ ۱۹۵۸ء
۲۔ تمدن ہند پر اسلامی اثرات (ترجمہ) مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۶۴ء
۳۔ شاہ محمد غوث گوالیاری (تالیف) مطبوعہ میر پور خاص سنہ ۱۹۶۴ء
۴۔ دائمی تقویم (ترتیب و تحشیہ) مطبوعہ کوئٹہ سنہ ۱۹۶۷ء
۵۔ مظہر الاخلاق (" ") مطبوعہ کراچی سنہ ۱۹۶۸ء
۶۔ ارکان دین (" ") مطبوعہ کراچی سنہ ۱۹۶۹ء
۷۔ تذکرۂ مظہر مسعود (تالیف) مطبوعہ کراچی سنہ ۱۹۶۹ء
۸۔ مکاتیب مظہری جلد اوّل (ترتیب و تحشیہ) مطبوعہ کراچی سنہ ۱۹۶۹ء
۹۔ مواعظ مظہری جلد اوّل (" ") مطبوعہ کراچی سنہ ۱۹۶۹ء
۱۰۔ فتاویٰ مظہری جلد اول و دوم (" ") مطبوعہ کراچی سنہ ۱۹۶۹ء
۱۱۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات (تالیف) مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۰ء
۱۲۔ حیات مظہری (") مطبوعہ کراچی سنہ ۱۹۷۲ء
۱۳۔ مظہر العقائد (ترتیب و تحشیہ) مطبوعہ سیالکوٹ سنہ ۱۹۷۶ء
۱۴۔ عاشق رسول مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۶ء

مراکز اشاعت

۱۔ انٹرنیشنل بکس کارپوریشن ہیرآباد حیدرآباد سندھ (برائے نمبر ۱)
۲۔ مجلس ترقی ادب ۲ کلب روڈ لاہور (برائے نمبر ۲)
۳۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور (برائے نمبر ۳)
۴۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی (برائے نمبر ۴ تا نمبر ۱۰، ۱۲)
۵۔ مرکزی مجلس رضا۔ نوری مسجد، بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور (برائے نمبر ۱۱و ۱۴)
۶۔ مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ
۷۔ رضا پبلیکیشنز مین بازار داتا دربار لاہور

اختتامیہ

از

ظہور الدین خان

سیکرٹری مجلس رضا، لاہور

پیش نظر کتاب کا پہلا اڈیشن ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ (اکتوبر ۱۹۷۳ء) میں شائع ہوا تھا جو تقریباً چھ ماہ بعد ربیع الاول ۱۳۹۴ھ (اپریل ۱۹۷۴ء) میں ختم ہو گیا، اس سے کتاب کی ہمہ گیر مقبولیت اور اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ملک کے گوشے گوشے سے کتاب طلب کی گئی بلکہ ممالک اسلامیہ اور یورپ تک سے خطوط آئے اور برابر آ رہے ہیں۔ چناں چہ ایک خط میں جو انگلستان سے موصول ہوا ہے جناب نیاز احمد صاحب کتاب کے متعلق اپنے تاثرات اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

> "کتاب دیکھ کر دنگ رہ گیا، اس قابل تقلید، لائق تحسین اور عدیم النظیر اقدام پر کچھ لکھنے کے بجائے اس کے لئے کچھ کرنے کو سوچ رہا ہوں"
>
> (مرسلہ ۱۶ فروری ۱۹۷۴ء)

اندرون ملک بھی علماء کے علاوہ محققین نے اس کتاب کو بنظر استحسان دیکھا اور جن خیالات کا اظہار فرمایا ان کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے حقائق ہمارے محققین سے بھی اب تک مخفی رہے اور فاضل مؤلف پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے پہلی بار ان کو اس طرف متوجہ کیا۔[1]

---

[1] فاضل مؤلف اس سے قبل اپنا تحقیقی مقالہ "فاضل بریلوی اور ترک موالات" (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء) پیش کر کے محققین و مورخین کو فاضل بریلوی کی طرف متوجہ کر چکے ہیں چنانچہ ملک کے نامور مورخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنی تالیف "ULEMA IN POLITICS" (KARACHI 1973, P. 270) میں تحریک ترک موالات میں فاضل بریلوی کے اہم کردار کا ذکر کرتے ہوئے اسی مقالے کا حوالہ دیا ہے۔ (بقیہ ص ۲۱۸ پر)

چنانچہ حکومت پاکستان کے ایک سابق افسر جناب سید صفدر حسن صاحب کو جب یہ کتاب بھیجی گئی تو موصوف نے فاضل مؤلف کو تحریر فرمایا :۔

> جن بزرگ کی شان میں یہ کتاب لکھی گئی ہے مجھے آپ کی کتاب پڑھنے سے قبل ان کے متعلق کوئی علم نہیں تھا، آپ نے اچھا کیا ——— جو قلم مسلمانوں کے انتشار دور کرنے کے لئے اٹھایا ہے خدا کرے اس کا یہی اثر ہو!

(مرسلہ ۲۶ر نومبر ۱۹۷۳ء، از کراچی)

روزنامہ نوائے وقت (لاہور) میں "نور بصیرت" کے کالم نگار اور مؤرخ میاں عبدالرشید صاحب نے ایک کتاب "اسلام ——— برعظیم پاک و ہند میں" تصنیف فرمائی ہے جو ہنوز کتابی صورت میں طبع نہیں ہوئی۔ اس میں مؤلف محترم نے فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا ذکر نہیں فرمایا۔ لیکن جب مجلس رضا کی طرف سے پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کے تحقیقی مقالات "فاضل بریلوی اور ترک موالات" اور "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" ارسال کئے گئے تو ان مقالات کے مطالعے کے بعد مؤلف محترم کو اپنی کتاب میں ایک کمی کا شدید احساس ہوا جس کا اظہار کرتے ہوئے وہ تحریر فرماتے ہیں :۔

> "آپ کی ارسال کردہ کتابوں کو دیکھنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ اس میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کے بارے میں بھی ایک باب ہونا چاہیے"

بقیہ حاشیہ ص ۲۱۲

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے فاضل بریلوی کے حالات اور علمی کارناموں پر ایک اور تحقیقی مقالہ لکھ کر دنیا کے محققین کو بھی فاضل بریلوی کی شخصیت اور علمی فضیلت کی طرف متوجہ کیا ہے۔ یہ مقالہ پنجاب یونیورسٹی شعبہ دائرہ معارف اسلامیہ نے ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM (VOL 10 FASCICULE, PP. 278–284) میں شائع کر دیا ہے جو انسائیکلوپیڈیا کے کالموں پر پھیلا ہوا ہے۔ ان علمی تحقیقات کی ہمہ گیر مقبولیت اور اثر انگیزی کی یہ بین دلیل ہے کہ کتاب "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" کا انگریزی ترجمہ عنقریب انگلستان سے شائع ہونے والا ہے اور حال ہی میں ماہنامہ المیزان (بمبئی) نے اپنا اعلیٰ حضرت نمبر ۵۰۰ صفحات پر نہایت آب و تاب سے نکالا ہے۔ اضافہ طبع سوم۔ مظہر

میں چاہتا ہوں کہ مجھے اعلیٰ حضرت کی کوئی مستند اور جامع سوانح عمری اردو زبان میں مل جائے"۔ (مرسلہ، نومبر ۱۹۷۳ء از لاہور)

اسی طرح سندھ یونیورسٹی شعبہ اردو کے سابق صدر اور پاکستان کے مشہور محقق پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں مدظلہ العالی کی خدمت میں "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" بھیجی گئی تو موصوف نے فاضل مؤلف کو تحریر فرمایا:۔

"ماشاء اللہ خوب لکھا ہے، تعجب ہوا کہ مولانا حسین احمد مدنی صاحب کیا کیا فرما گئے ہیں"! (مرسلہ ۱۱ دسمبر ۱۹۷۳ء از حیدرآباد سندھ)

محققین کے ان تاثرات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہماری کوتاہی نے ملک کے فضلاء کو بھی حقائق سے بے خبر رکھا؛ بحمد اللہ تعالیٰ اب وہ باخبر ہوتے جا رہے ہیں۔ شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی (جام شورو، سندھ) کے چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر سید یحییٰ احمد ہاشمی صاحب کو جب مرکزی مجلس رضا لاہور کی مطبوعات ارسال کی گئیں تو موصوف نے اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا:۔

کل نعتیہ شاعری یکجا کر کے شائع کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض اشعار تشریح طلب بھی ہوں گے ان کی مختصر تشریح ضروری ہے، کیوں کہ اس زمانے میں اشارات و کنایات کو سمجھنے والے کم ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا مکمل دیوان (کلیات) شائع کرنے کی ضرورت ہے ——— تمام فتاوے بھی یکجا کر کے شائع کرنے کی ضرورت ہے

آپ حضرات نے بڑا اچھا کام شروع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق اور برکت دے۔ کلیات اور نعتیہ شاعری کے سلسلے میں پروفیسر مولانا مسعود سے بہتر اور موزوں میرے خیال میں کوئی شخص نہیں ہے۔ انہیں کے ذمے یہ کام کرنا چاہیئے۔

حکیم محمد ادریس خاں صاحب مہندر پرانا سکھر) کو اعلیٰ
حضرت کی علمی اور ادبی خدمات کا موضوع پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے
دیا ہے، ان کو مجلس رضا کی مطبوعات کی ضرورت ہو گی ازراہِ کرم
ان کی مدد فرمائیں۔

(مرسلہ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۳ء از حیدرآباد) محتاج دعا۔ ہاشمی

بعض فضلاء و محققین برملا اعتراف فرمارہے ہیں لیکن بعض حضرات خلوتوں میں اعتراف کرتے ہیں اور جلوتوں میں خاموش رہتے ہیں اور کوئی تحریر دینا نہیں چاہتے کہ کہیں خلوت کی بات جلوت میں نہ پہنچ جائے۔ ہم نے ان خلوتیوں کے افکار و آراء کو احتراماً قلم انداز کردیا ہے اور صرف جلوتیوں کے تبصرے شامل کئے ہیں اور ان میں بھی فاضل بریلوی کے بہت سے معتقدین کی آراء کو نظر انداز کردیا گیا ہے۔

ہم توقع رکھتے تھے کہ میدان صحافت میں وسعت قلبی اور فراخ حوصلگی پیدا ہو گئی ہو گی مگر بعض رسائل و اخبارات کے طرز عمل سے مایوسی ہوئی مثلاً ماہنامہ طلوع اسلام (لاہور) کو تبصرے کے لئے کتاب بھیجی گئی تو ناظم ادارہ جناب ایم۔ ایم خلیل صاحب نے یہ معذرت نامہ ارسال فرمایا :۔

"ہم معذرت خواہ ہیں کہ بوجوہ ان پر "طلوع اسلام" میں تبصرہ شائع نہیں ہو سکے گا" (مرسلہ ــــــــــ از لاہور)

اسی طرح ملک کے واحد تحقیقی ادارے یعنی ادارۂ تحقیقات اسلامی (اسلام آباد)

کو تبصرے کے لئے کتاب بھیجی گئی تو فاضل تبصرہ نگار جناب حافظ محمد طفیل صاحب نے صرف اس قدر تبصرہ فرمایا :-

"کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے، مولانا مفتی احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ) کے مزایا و مناقب اس میں درج کئے گئے ہیں۔"

(فکر و نظر، مارچ ۱۹۷۴ء، ص ۶۶۵)

اس اجمال سے تفصیل خود بخود سمجھ میں آجاتی ہے یعنی حرف گیری کے لائق کوئی بات نہ تھی ورنہ نیبر حاصل لکھا جاتا۔

بعض تبصرہ نگاروں نے دل پر جبر کر کے لکھا ہے لیکن تبصرے کے آخر میں کچھ پھٹ پڑنے والی کیفیت محسوس ہوتی ہے مثلاً اخبار امروز (۱۰ فروری ۱۹۷۳ء) نے اپنے تبصرے کے آخر میں فاضل مؤلف کے انداز تحریر پر اس انداز سے گرفت کی ہے :-

"انداز تحریر بالکل مخاصمانہ و مناظرانہ ہے، کاش وہ اس اجتماعی اور فکری ماحول کو پیش کرتے جس میں اس طرح کی نظریاتی بحثیں ابھرتی ہیں۔"

اگر اتنا محتاط انداز تحریر "مخاصمانہ اور مناظرانہ" ہو سکتا ہے تو پھر فاضل تبصرہ نگار مولانا حسین احمد دیوبندی کے لئے کیا رائے قائم کریں گے جن کی تحریر کے نمونے "استدراک" میں پیش کئے گئے ہیں —— یہ کہنا کہ چونکہ اُس زمانے میں ایسا ہی ہوتا تھا اس لئے ان کا لکھا صحیح ہے اور اس زمانے میں ایسا نہیں ہوتا اس لئے تمہارا کہا صحیح نہیں اور مخاصمانہ و مناظرانہ ہے —— عجیب طرز استدلال ہے جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے —— جو بُری بات ہے وہ ہر جگہ اور ہر وقت بُری ہے، اس کے لئے زمان و مکاں کی قید لگانا مناسب نہیں۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ فاضل تبصرہ نگار نے کتاب کے جس حصے کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا ہے وہ صرف ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے حالانکہ

پوری کتاب ۲۱۶ صفحات پر مشتمل ہے لیکن فاضل تبصرہ نگار نے اس حصے (استدراک) کے متعلق سرسری رائے قائم کی ہے پوری کتاب پر اس کی تعمیم کردی ہے اور اصل موضوع کے متعلق صرف اشارہ فرمایا ہے اپنے تاثرات بیان نہیں کئے، یہ طرز تحریر بھی فاضلانہ کہا جا سکتا ہے ہمیں جذباتی ردِ عمل سے زیادہ فکری ردِ عمل کی توقع تھی لیکن تنگئی داماں کے علاج میں ابھی کچھ دیر معلوم ہوتی ہے ——— اگر فاضل تبصرہ نگار معتدل تجاویز پیش کرتے اور غلطیوں کی نشاندہی فرماتے تو یقیناً فاضل مؤلف اس طرف خصوصی توجہ دیتے مگر افسوس ایسا نہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ فاضل بریلوی کے مخالفین کو ان تحقیقات سے دلی صدمہ ہے جس کا اظہار وہ اپنی خلوتوں میں کرتے ہیں چنانچہ ایک فاضل، مؤلف محترم کو اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

> "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" پڑھ رہا ہوں ——— یاد نہیں پڑتا کوئی صاحب جنہوں نے آپ کی کتابیں دیکھیں، تھے وہابی، کہنے لگے "بریلویوں کو بھی لکھنے والے مل گئے" ——— آپ کی تحقیق اور آپ کی تحریر سے حقیقت یہ ہے کہ لوگ آنکھیں مل مل کر دیکھ رہے ہیں کہ یہ روشنی کس طرف سے آرہی ہے، مجلس رضا والے چھپواتے بھی خلوص دل سے ہیں، دل خوش ہو جاتا ہے۔ (مرسلہ ۲۱ نومبر ۱۹۷۳ء از بہاول پور)

کراچی کے ایک صاحب جو اپنے آپ کو اہل سنّت کی مخالفت کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں، نے مرکزی مجلس رضا کے روحِ رواں جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری سے ایک ملاقات میں کہا :-

> "ہم تو آپ کے اعلیٰ حضرت کو دفن کر چکے تھے، مگر آپ نے پھر زندہ کر دیا ہے لہٰذا اب ہمیں مزید پچاس سال رات دن کام کرنا پڑیگا"

اس پر حکیم صاحب نے فرمایا "گویا آپ کو مزید پچاس سال کذب وافترا کا وظیفہ پڑھنا پڑے گا" اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

بہرکیف فاضل مؤلف پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کا مقصد کسی بحث و مباحثہ میں پڑنا نہیں ہے بلکہ اصلاح نفوس اور تزکیۂ قلوب کی کوشش کرنا ہے اور بحمداللہ تعالیٰ اس مقصد میں ایک حد تک کامیابی ہوئی ہے چنانچہ فاضل جلیل جناب قاضی محمد حمایت اللہ صاحب (پرنسپل دانش کدہ، کراچی) ایک مکتوب میں فاضل مؤلف کو تحریر فرماتے ہیں :-

رسالہ "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" موصول ہوا جستہ جستہ چند سطور کے مطالعے سے الحمدللہ ایک روحانی کیف حاصل ہوا ماشاءاللہ! ———— یوں تو آپ کی عام قلمی خدمات تحسین و داد سے بالاتر ہیں لیکن فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر جو کام ہو رہا ہے وہ باعث اجر و ثواب بھی ہے۔ اس لئے کہ موصوف کی ذات سے جو شکوک و شبہات عائد کئے گئے ہیں ان کا ایک حد تک ازالہ ہو رہا ہے ان بعض الظن اثم۔

(مرسلہ ۱۴ نومبر ۱۹۷۳ء از کراچی)

———×———

بعض حضرات نے اپنے مشوروں سے بھی نوازا مثلاً ایک فاضل نے مؤلف محترم کو لکھا :-

"اچھی کوشش ہے ———— میرے خیال میں اگر نزاعی مسائل کو نہ چھیڑا جاتا تو اچھا تھا، مقالے میں عنوان سے متعلق مواد شامل ہونا چاہیئے۔ بہرحال آپ کی کوشش بڑی مستحسن ہے۔ مولائے کریم جزائے خیر دے"!

(مرسلہ ۱۵ دسمبر ۱۹۷۳ء از چک ۱۵)

فاضل مؤلف کو خود اس کا احساس تھا کہ مقالے کو عنوان تک محدود رکھا جاتا جیسا کہ کتاب

کے صفحہ ۲۴ و ۱۴ پر تصریح موجود ہے لیکن بعض وجوہ کی بنا پر ذیلی مباحث شامل کئے گئے اس کے علاوہ جدید تحقیقی نقطۂ نظر سے بھی ان مباحث کا شامل کرنا مناسب تھا لیکن اگر محققین اور فضلاء نے ان مباحث کو غیر متعلق سمجھا تو فاضل مؤلف سے عرض کیا جائے گا اور وہ یقیناً محققین کی رائے کا احترام کریں گے کیوں کہ ان کا مسلک ضد اور ہٹ دھرمی کا مسلک نہیں ہے۔ لیکن ہنوز کسی محقق کی طرف سے کوئی تجویز موصول نہیں ہوئی۔

ہفت روزہ تاجر (کراچی شمارہ ۲۲ جنوری ۱۹۷۴ء) کے تبصرہ نگار جناب تاج التعاودی نے بھی مفید مشورے دیئے ہیں اور یہ تجویز پیش کی ہے "کہ اس کتاب کو ایک کتاب کے بجائے مضامین کے لحاظ سے تین الگ الگ کتابوں میں مدوّن کیا جائے یا پھر ابواب کے لحاظ سے چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی صورت میں شائع کیا جائے تاکہ نوجوان زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں" —— یہ رائے نہایت مناسب ہے لیکن یہ مقالہ اتنا مربوط و مسلسل ہے کہ اگر اس کے مختلف ابواب کو الگ الگ شائع کیا گیا تو اس کی مجموعی افادیت و مقصدیت مجروح ہوگی ورنہ ضرور اس رائے پر عمل کیا جاتا فاضل تبصرہ نگار کی اس توجہ خاص کے ہم ممنون ہیں۔

اب ہم مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تبصروں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، ان تبصروں سے قارئین کرام کو کتاب کی حقیقی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے گا۔ ہم نے اجمال کے پیش نظر بعض تبصروں کے اقتباسات اور بعض تبصروں کے خلاصے پیش کر دیئے ہیں۔ تفصیلات کے لئے متعلقہ مجلات و اخبارات کی طرف رجوع فرمائیں۔

ظہورالدین

تبصرے

(اشاعت اوّل)

مرتبہ

ظہور الدین

سیکرٹری مجلس رضا، لاہور

فہرس

(شخصیات، مجلّات، اخبارات)

علماء ومشائخ

۱ حضرت مولانا مفتی ضیاء الدین احمد قادری رضوی (مدینہ منوّرہ)

۲ حضرت مولانا فضل الرحمٰن قادری (مدینہ منوّرہ)

۳ حضرت مولانا ظاہر شاہ میاں قادری

۴ حضرت مولانا پیر محمد اسحاق جان مجددی سرہندی

۵ حضرت الحاج مولانا غلام قادر چشتی اشرفی

ادباء و دانشور

۱ ــــــ سیّد انور علی ایڈووکیٹ

۲ ــــــ پروفیسر نظیر حسنین زیدی

۳ ــــــ پروفیسر رحیم بخش شاہین

۴ ــــــ پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش

۵ ــــــ جناب عبدالمجید جامی (تھائی لینڈ)

۶ ــــــ جناب محمد الیاس (انگلینڈ)

۷ ــــــ پروفیسر عزیز اللہ (ہل یونی ورسٹی۔ انگلینڈ)

مجلّات

۱. ماہنامہ فیض رضا (لائل پور) شمارہ دسمبر ۱۹۷۳ء
۲. ماہنامہ رضائے مصطفےٰ (گوجرانوالہ) شمارہ دسمبر ۱۹۷۳ء
۳. ماہنامہ انوار الصوفیہ (قصور) شمارہ دسمبر ۱۹۷۳ء
۴. ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور) شمارہ جنوری ۱۹۷۴ء
۵. ماہنامہ ترجمان اہل سنت (کراچی) شمارہ جنوری ۱۹۷۴ء
۶. ماہنامہ فیض الاسلام (راولپنڈی) شمارہ فروری ۱۹۷۴ء
۷. ماہنامہ فکر و نظر (اسلام آباد) شمارہ مارچ ۱۹۷۴ء
۸. ماہنامہ الحسنٰی (پشاور) شمارہ دسمبر ۱۹۷۴ء

اخبارات

۱. ہفت روزہ الہام (بہاول پور) شمارہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۷۳ء
۲. ہفت روزہ تاجر (کراچی) شمارہ ۲۲ جنوری ۱۹۷۴ء
۳. روزنامہ امروز (لاہور) شمارہ ۱۰ فروری ۱۹۷۴ء
۴. ہفت روزہ نوائے ملت (مردان) شمارہ ۱۶ فروری ۱۹۷۴ء
۵. روزنامہ نوائے وقت (لاہور) شمارہ ۱۴ مارچ ۱۹۷۴ء

تاثرات ــــــــ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی

شخصیات

(۱)

حضرۃ العلامہ مولانا الشاہ مفتی ضیاء الدین احمد القادری دامت برکاتہم العالیہ

المدینۃ المنورۃ

مدینہ منورہ
۱۶ ذی قعدہ ۹۳ھ
۱۰ دسمبر ۱۹۷۳ء

عزیز القدر گرامی منزلت پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب سلمہ اللہ الصمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ'۔

تحیہ زاکیہ و ادعیہ وافیہ کے بعد آپ کی تازہ ترین تصنیف

'فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں'

نظر نواز ہوئی۔ آپ کی یہ کاوش اور دیدہ ریزی قابل صد ستائش ولائق تحسین ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ آپ کی یہ کوشش عنداللہ مقبول اور عندالناس مشکور ہو۔

آمین آمین ثم آمین!

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ اعلیٰحضرت عظیم البرکت کی عظیم شخصیت کے لئے ضرورت تھی کہ اس موضوع پر سیر حاصل بحث کے بعد آپ کی عظمت کو اجاگر کیا جائے، سو یہ آپ کی قلم حقیقت رقم سے پوری ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر

عطا فرمائے اور سعی مشکور ہو۔

فقیر ضیاء الدین احمد القادری عفی عنہ

۱۶/۱۱/۱۳۹۲ھ

(۲)

فاضل جلیل حضرت مولانا الشاہ فضل الرحمٰن القادری دام مجدہم المدینۃ المنورہ
خلف الرشید حضرت العلام مولانا الشاہ ضیاء الدین احمد قادری رضوی مہاجر مدنی مدظلہا تعالی

مدینہ منورہ
۱۶ ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ
۱۰ دسمبر ۱۹۷۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وکفیٰ و الصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد المصطفیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم انما کتبہ فضیلۃ سید الوالد حفظہ فیہ الکفایۃ لمن نور اللہ قلبہ ولا سیما ماحررہ البروفیسر محمد مسعود احمد ایدہ اللہ بروح منہ وان علماء الحجاز قد قرظوا علی ماکتبہ فرید عصرہ محی السنۃ العلامۃ الکبیر مولانا الشیخ احمد رضاخاں نور اللہ مرقدہ و اثاب المؤلف الاجر العظیم وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ و سلم

حررہ من المدینۃ المنورۃ
فضل الرحمٰن القادری

حضرت مولانا ظاہر شاہ میاں قادری مدفیوضہم، مدین رسوات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق قلوب بنی آدم مستعدۃ لفیضان الانوار متھیئۃ لابداع المعارف والاسرار والصلوٰۃ والسلام علی معلّم الکائنات و منبع الانوار۔

امّا بعد۔ فقد رأیت ھذہ العجالۃ الکریمۃ التی سمیت "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" و مؤلفھا حضرۃ صاحب الفضیلۃ پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی متعنا اللہ ببقائہ۔ فقد کشفت رتبۃ الاعلیٰ حضرۃ مجدد المأۃ الحاضرۃ احمد رضا خاں قدس اللہ اسرارہ ورضی اللہ عنہ فی عین علماء الحجاز یعنی علماء مکۃ والمدینۃ المنورہ و قد تعلقتھا من رسائل الاعلی حضرۃ۔ منھا۔

(ا) الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ

(ب) وحسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

(ج) والاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ

(د) وکفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم

وقد ظھر للمسلمین تحیر علماء الحجاز فی حقہ وذکر ملاقات العلماء الاعلام للاستفادۃ منہ وماقال المولف فی ص ۲۴،

قال الشیخ عبد اللہ بن محمد صدقہ بن زینی دحلان بالمسجد الحرام۔

"فسبحان من خص مؤلفہ بکمالات الفضائل وخباہ لھذا الدھر"۔

وقال فی ص ۳۲

قال الشیخ محمد توفیق الایوبی الانصاری المجاور بالمدینۃ المنورہ :-

" وارجوا من جناب المؤلف الفاضل ان یشملنی بصالح
دعواتہ فانہ مرجوۃ القبول اذ ھو ابقاہ اللہ تعالیٰ
من خلص المحبین لہذا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم"

وقال فی ص ۴۳

قال امام الشافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل :-

" انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین"

وقال فی ص ۱۵۴

قال السید احمد بن السید اسماعیل الحسینی البرزنجی مفتی الشافعیہ بالمدینۃ المنورہ :

" انی قد وقفت ایہا العلامۃ النحریر والعلم الشہیر
ذوالتحقیق والتحریر والتدقیق والتحبیر عالم اہل
السنۃ والجماعۃ جناب الشیخ احمد رضاخان البریلوی
ادام اللہ توفیقہ وارتفاعہ علی خلاصۃ من کتابک
المسمی بالمعتمد المستند فوجدتہا علی اکمل الدرجات
من حیث الاتقان والنقد"

وقال فی ص ۱۴۲ و ۱۴۳

قال صاحب نزہۃ الخواطر :

یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی وجزئیاتہ یشہد
بذالک مجموع فتاواہ وکتابہ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم

الذی الفہ فی مکۃ سنۃ ثلاث و عشرین و ثلاث ماۃ والف"۔

وھذا احسان عظیم علی اھل السنۃ والجماعۃ صان اللہ مصنفہ وجمیع المسلمین من شرور المنکرین الضالین۔

وقد طبع ھذہ النبذۃ العجالۃ مرکزی مجلس رضا وعلی ھذا فان ما یقوم بہ مرکزی مجلس رضا من بیان مناقب اعلیٰ حضرۃ واحوالہ ھو فعل مستحسن مقبول لما فیہ من الارشاد والمواعظ للمسلمین فادعوان یقبلہ اللہ تعالیٰ بقبول حسن وینفع بہ جمیع المسلمین۔ امین!

فقیر ظاھر شاہ میاں قادری
مدین (سوات)

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

(۴)

حضرت مولانا الحاج پیر محمد اسحاق جان مجددی سرھندی مدظلہ العالی۔

میرپور خاص

(از اولاد امجاد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ وشانہ

فاضل بریلوی حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ انہوں نے اپنے علم و فضل اور کمال سے علمائے عرب و عجم میں خاص مقام پیدا کیا ہے

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں ایسی شخصیت کا پیدا ہونا یقیناً حضور پاک کے فیضان نظر کا ایک اعجاز ہے۔ شیخ محمد مختار بن عطارد الجاوی نے خوب فرمایا :-

فکانه من معجزات نبینا صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم (ص ۲۸)

فاضل بریلوی نے اس فقیر کے دل میں جو اونچی جگہ پیدا کی اس کی وجہ یہی ہے کہ اُن کے دل میں حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت تھی جس نے پاک و ہند کی تاریک فضا کو منور کر دیا تھا ——— ہمارے پاس اگر کوئی معیار صداقت و شرافت ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے، فاضل بریلوی میں یہ محبت بدرجۂ اتم موجود ہے۔ انہوں نے بہت نعتیں اور منقبتیں لکھیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کا ایک ایک شعر اور ایک ایک جملہ سراپا نعت ہے ؎

شدہ است سینۂ ظہوری پُر از محبت یار
برائے کینۂ اغیار در دلم جا نیست

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کے دل میں جو مقام تھا اس کا اندازہ اس شعر سے ہو سکتا ہے ؎

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

علماء دیوبند اس عاشق رسول علیہ السلام پر اعتراضات کرتے ہیں اور حیرت ہے کہ آپ کو دشمن رسول کہنے سے بھی دریغ نہیں کرتے چنانچہ مولوی حسین احمد مدنی نے ایسا ہی کیا ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کہا ہے جو رسالے کے آخر میں استدراک کے عنوان سے شامل کر دیا گیا ہے۔ ان الزامات کو پڑھ کر افسوس ہوتا ہے۔ دور جدید کے وہ نوجوان علماء و

طلباء جن کا تعلق مسلک دیوبند سے ہے اور جنہوں نے تصویر کا صرف ایک رخ دیکھا ہے یعنی ایسے اساتذہ و مشائخ کی مخالفانہ کتابیں پڑھی ہیں۔ ان کو اس فقیر کا مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ فاضل بریلوی کی تصانیف پڑھیں اور پھر منصفانہ فیصلہ کریں کہ کیا واقعی آپ ایسے ہی تھے جیسا علمائے دیوبند نے ظاہر کیا ہے یا آپ کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے سراسر غلط ہے؟ ——— اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عدل کا حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے "اعدلوا" (انصاف کرو!) اس لئے مخالفین کو چاہیئے کہ وہ تعصب و تنگدلی کی تاریکی سے نکلیں ؂

کہ یکے کہ در سنگ نہان ست
زمین و آسمانش آں چنان ست

یہ فقیر مزید مشورہ دیتا ہے کہ مسلک دیوبند کے نوجوان علماء و طلباء پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی تصانیف کا مطالعہ کریں جو تحقیق کا مرقع ہیں اور تعصب و تنگ دلی سے بالاتر ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں سے پردہ ہٹ جائے گا۔ اور وہ پکار اٹھیں گے ؂

بصورت تو نگارے نہ آفرید خدا
تراکشیدہ و دست از قلم کشید خدا

رسالہ ہٰذا کے مؤلف پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دہلی کے مشہور و ممتاز عالم دین اور روحانی پیشوا حضرت مفتی اعظم ہند الحاج شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز (شاہی امام مسجد جامع فتحپوری، دہلی) کے فرزند رشید ہیں جن کی حق گوئی اور بیباکی نے باطل کا سر ہمیشہ نیچے رکھا ——— پروفیسر موصوف گذشتہ پندرہ سال میں ،، سے زیادہ تحقیقی مقالات و مضامین لکھ چکے ہیں اور ایک درجن سے زیادہ کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں اور یہ تمام علمی ذخیرہ شائع ہو چکا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اور حضرت فاضل بریلوی

علیہ الرحمۃ پر ان کی تحقیقات ہر مکتب فکر کے علماء میں بنظر استحسان دیکھی گئیں۔ پاک و ہند میں بھی اور بیرونی ممالک میں بھی۔ آج تک کسی فاضل نے بیک وقت ان دونوں مقدس ہستیوں پر قلم نہیں اٹھایا۔ یہ بات فاضل مؤلف کی اعتدال پسندی کی بین دلیل اور ہمہ گیر مقبولیت کی شاہد ہے ؎

یہ کیفیت اسے ملتی ہے جو جس کے مقدر میں
مئے الفت نہ خم میں ہے نہ شیشے میں نہ ساغر میں

فاضل مؤلف نے فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے متعلق صرف علماء حجاز کی آراء کو جمع نہیں کیا بلکہ انہوں نے فاضل بریلوی کے افکار و خیالات اور سیرت سے متعلق وہ حقائق پیش کر دیئے ہیں جن سے ان آراء کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور یہ بات ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ آپ کی ذات بابرکات علمی اور روحانی حیثیت سے بہت بلند تھی اور علمائے حجاز حقیقتاً آپ کی علمیت اور فضیلت کے دل سے معترف تھے۔

دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کو شاد و آباد رکھے اور ان سے وہ دینی خدمت لے جس کی اس دور میں شدید ضرورت ہے مولیٰ تعالیٰ مرکزی مجلس رضا کے اراکین کو دارین کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے کہ وہ نیک دلی اور خلوص کے ساتھ اہل علم میں حضرت فاضل بریلوی کو متعارف کرا رہے ہیں۔ آمین ثم آمین

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کے لئے

اضعف المومنین

دپیرا محمد اسحاق جان مجددی سرہندی

میر پور خاص

۱۹ مئی ۱۹۷۴ء

(۵)

حضرت مولانا الحاج غلام قادر چشتی اشرفی مدظلہ العالی

۷۸۶
ھوالاشرف
۳۷۳

مخدومی جناب حکیم صاحب دامت معالیکم

بصد اخلاص عرض بخدمت اقدس ہے کہ کتاب مستطاب "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" نظر نواز ہوئی۔ مطالعہ کیا فاضل مؤلف اور آپ کے لئے دل سے دعائیں نکلیں، یہ کتاب پڑھ کر اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہ العزیز کا مقام ارجمند واضح ہو جاتا ہے اور اعداء کے کذب و افتراء کے جوابات نہایت متانت سے دیئے گئے ہیں۔ حق یہ ہے کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ کے تعارف کے سلسلہ میں مرکزی مجلس رضا اور محترم جناب پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ نے جو خدمات باحسن وجوہ انجام دی ہیں اور دے رہے ہیں، یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان اس کے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم اور خود اعلیٰحضرت کے فیضان کا نتیجہ ہے کہ آپ کو اس دینی خدمت کیلئے منتخب فرمالیا، جس کی ازحد ضرورت تھی۔ الحمدللہ علیٰ احسانہ۔

یہ آپ کی بہت بڑی خدمت ہے اور دنیائے اہل سنت پر احسان عظیم اللہ تعالیٰ قادر و توانا جزائے خیر دے اور ہم خدام اہل سنت کو آپ کے ساتھ تعاون و تناصر کی توفیق بخشے۔ آمین!

فقط والسلام بالوف الاحترام

فقیر اشرفی غفرلہ
"الاشرف" لالہ موسیٰ۔ ضلع گجرات

۹-۵-۹۷ھ
۱-۶-۷۷ء

(۱)

سیّد انور علی ایم اے۔ ایل ایل بی۔ ایڈووکیٹ آن ریکارڈ سپریم کورٹ آف پاکستان، ایڈووکیٹ ہائی کورٹ۔ سندھ و بلوچستان کراچی

ترجمہ[1]

پروفیسر محمد مسعود احمد علما و مشائخ دہلی کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور دہلی کی مشہور و معروف مسجد فتحپوری کے امام مفتی اعظم ہند مولانا مظہر اللہ صاحب کے فرزند ہیں۔ آپ کے والد ماجد اور جد امجد شاہ محمد مسعود سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشہور فضلا و مشائخ میں سے تھے جن کے معتقدین اور مریدین پاک و ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس شاندار خاندانی پس منظر کے علاوہ جو پروفیسر محمد مسعود کو وراثتاً اپنے اجداد سے ملا ہے۔ وہ ایک روشن دماغ اور حساس قلب کے مالک ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ وہ فطرۃً محقق ہیں اور ہر وقت میدان علم و تحقیق میں شدائد و مصائب جھیلنے کیلئے تیار رہتے ہیں جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس پر کمال قدرت رکھتے ہیں اور اس فن سے واقف ہیں کہ موضوع کو بہتر سے بہتر طور پر کس طرح پیش کیا جا سکتا ہے۔ موضوع کے متعلق ان کا انداز فکر حقیقت پسندانہ اور تجزیاتی ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ پہلے سے کوئی فیصلہ نہیں کر لیتے اور نہ بغیر دلائل و شواہد کے کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔ بحیثیت مصنف وہ ایک قابل ذکر قدر و منزلت اور شہرت پہلے ہی حاصل کر چکے ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے انہوں نے مختلف موضوعات پر تقریباً ایک درجن کتابیں لکھی ہیں جو سب کی سب چھپ چکی ہیں اور ان میں سے بعض کے تو تھوڑے سے عرصے میں کئی کئی اڈیشن شائع ہو گئے ہیں۔

---

[1] محترم سید انور علی صاحب نے اپنی گرانقدر رائے انگریزی میں تحریر فرمائی ہے۔ یہاں اس کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ انگریزی تحریر انگریزی رسالہ (زیر تالیف) کے آخر میں دے دی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مظہور

پیشِ نظر کتاب "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" احمد رضا خاں کے بارے میں بے مثال اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی دنیائے اسلام کے زبردست عالم اور شیخ طریقت تھے۔ "امام اہل سنت" کے نام سے وہ جانے پہچانے جاتے ہیں اور اس مقام کے وہ صحیح طور پر مستحق ہیں۔ عالم اسلام میں آپ کے متبعین اور معتقدین لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس فاضلانہ کتاب میں پروفیسر مسعود نے بڑی کامیابی کے ساتھ شک و شبہ سے بالاتر مستند مواد کی بنیاد پر ان جھوٹے الزامات کی تردید کی ہے جو آپ کی شخصیت کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لئے آپ کے مخالفین نے لگائے تھے۔ غالباً علوم اسلامیہ میں آپ کے تبحر علمی اور مذہب اسلام میں نومولود فرقہ وہابیہ کے متبعین کے افکار و خیالات کی نشاندہی میں آپ کی استدلالی قوت کی وجہ سے جو دن بدن آپ کی عزت و شہرت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اس سے مخالفین جل رہے تھے۔

یہ کتاب مختلف حصوں میں تقسیم کی گئی ہے جس سے موضوع کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے ——— ابتدائی حصوں میں جو تقریباً ۹۰ صفحات پر مشتمل تمہیدی اور تعارفی مباحث کے علاوہ احمد رضا خاں کی سوانح پیش کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیائے فانی میں اس روح قدسی نے یہ مادی زندگی کس طرح گزاری اور مسلمانان (عالم) بالخصوص پاک و ہند کے مسلمانوں کے لئے حقیقتاً کیا کچھ کیا ——— اس میں احمد رضا خاں کے بچپن سے لے کر ان کے شاندار کردار کا بہت سادہ اور دلچسپ طریقے سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تیرہ ۱۳ سال کی عمر میں فتوے لکھنے لگے تھے، تقریباً ۵۴ علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے، مختلف موضوعات پر آپ نے تقریباً ایک ہزار کتابیں لکھیں، ۱۳ سلاسل طریقت میں آپ کو اجازت و خلافت حاصل تھی ——— یہ اور اس کے علاوہ دوسری بہت سی تفصیلات بیحد دلچسپ اور دلنشیں انداز

میں بیان کی گئی ہیں ۔ اس کے بعد صفحہ ۹۱ سے ۱۶۶ تک احمد رضا خاں کی شخصیت اور تصانیف کے بارے میں علماء و مشائخ عرب کی آرا، پیش کی گئی ہیں۔ اس کے بعد ہم کتاب کے بہت اہم اور بنیادی حصے کی طرف آتے ہیں جو تین ابواب پر مشتمل ہے اور جس میں احمد رضا خاں کی مندرجہ ذیل کتابوں کے بارے میں فضلائے عرب کی آراء پیش کی گئی ہیں:۔

(۱) الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیّہ

(۲) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

(۳) کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم

ان آراء کے ساتھ ہی پروفیسر مسعود نے ان کتابوں کی تدوین کے متعلق مختصر تاریخ بیان کر دی ہے اور اس ماحول کو بھی پیش کر دیا ہے جس میں یہ کتابیں لکھی گئی تھیں۔ کتاب کے آخر میں استدراک کے عنوان سے پروفیسر مسعود نے بڑی لیاقت و قابلیت کے ساتھ ان الزامات کی تردید کی ہے جو مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا خلیل احمد انبیٹھوی نے احمد رضا خاں کے خلاف اپنی مندرجہ ذیل کتابوں میں لگائے تھے:۔

(۱) الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب

(۲) المہند علی المفند

یہ کتاب مجموعی طور پر اپنے موضوع پر پہلی اور آخری کتاب ہے، یہ بہت ہی خوب لکھی گئی ہے اور قاری کے سامنے موضوع کو نہایت ہی سادہ، مدلل اور دلچسپ انداز میں پیش کرتی ہے اور ان غلط فہمیوں کا ازالہ کرتی ہے جو مخالفین نے اپنی مخالفانہ تصانیف سے پیدا کر دی تھیں اور جنھوں نے احمد رضا خاں کی شخصیت پر پردے ڈال دیئے تھے۔ اس کتاب کی کامیابی اس حقیقت سے واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا پہلا اڈیشن پانچ ماہ کے اندر اندر ختم ہو گیا اور دوسرا اڈیشن زیر طبع ہے۔ مجھے اس میں ذرا شک و شبہ نہیں کہ جوں جوں زمانہ گزرتا جائیگا

یہ کتاب زیادہ سے زیادہ شہرت حاصل کرتی جائے گی اور اس کے مصنف کو خوب خوب خراج تحسین پیش کیا جائے گا اور آخر کار یہ کتاب غلط فہمیوں کی گھٹاؤں کو چھانٹنے میں کامیاب ہو جائے گی اور افق علم سے مطلع صاف کر دے گی اور پھر احمد رضا خاں کی شخصیت کا آفتاب آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہو کر فضاؤں کو منوّر کر دے گا۔ حقیقت میں یہی اس کتاب کی غرض و غایت ہے۔

سیّد انور علی

کراچی ۱۳ رمئی ۱۹۷۴ء

(۲)

پروفیسر ڈاکٹر سید نظیر حسنین زیدی (ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی) کراچی

برادر محترم و معظم

سلام مسنون!

میں جناب کا اور مرکزی مجلس رضا لاہور کا از حد شکر گزار ہوں کہ مجھ جیسے عاجز انسان کو یاد رکھا اور اس بلند پایہ کتاب کے عظیم علمی سرمایہ سے نوازا۔ میں نے آتے ہی اس کتاب کو شروع کر دیا جس محتاط، مستحکم دلائل کے ساتھ دہلی کی صاف ستھری نتھری زبان میں تمام مضامین عالیہ لکھے گئے ہیں۔ اس کا جواب نہیں ہے۔ میں نے ۵۶ تا ۸۴ صفحات خصوصی طور پر پڑھے اور بار بار پڑھے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے "انا بشر مثلکم" کے مسئلے پر جس عالمانہ اور مدبّرانہ انداز سے روشنی ڈالی ہے۔ اس طرز استدلال کو پڑھ کر یقین مانیے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ کے لئے دل سے دعائیں نکلیں۔

یہ زور قلم اور طرز استدلال بالکل نیا اور اچھوتا ہے، نہ کسی پر چوٹ ہے، نہ کسی پر اعتراض۔ آپ کے اس لفظ "رجعت قہقری" کا جواب نہیں ہے اور کہاں سے کہاں

تک مفہوم کو پہنچا دیا۔

میں جناب کا ایک مرتبہ اور شکریہ ادا کرنا فرض سمجھتا ہوں۔ میری جانب سے مرکزی مجلس رضا کو بھی شکریہ پہنچا دیں ۔۔۔ فقط والسلام

خادم

نظیر حسنین زیدی

(۴)

پروفیسر رحیم بخش شاہین، گورنمنٹ حشمت علی اسلامیہ کالج، راولپنڈی

گورنمنٹ حشمت علی اسلامیہ کالج،

اصغر مال، راولپنڈی

۲۵، مارچ ۱۹۷۲ء مکرمی و محترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اس سے پیشتر جناب عابد نظامی صاحب کے ذریعے کتابوں کی موصولی کی خبر دے چکا ہوں۔ اس کے بعد میں نے آپ کی مرسلہ کتابیں "فاضل بریلوی اور ترک موالات" اور "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" غور سے پڑھیں۔ پروفیسر محمد مسعود صاحب نے ان کتابوں کو جس دیدہ ریزی اور محققانہ انداز میں مرتب کیا ہے۔ اس سے میری نظروں میں ان کی وقعت بہت بڑھ گئی ہے۔ پروفیسر صاحب کی محنت کا نتیجہ ہے کہ ہم ایسے لوگ جو اعلیٰ حضرت مرحوم کے بارے میں صرف سرسری اور سطحی معلومات رکھتے تھے، اب ان کی فاضلانہ شخصیت سے آگاہ ہو رہے ہیں، میں تو یہ کہوں گا کہ یہ مفید کام آج سے بہت پہلے ہونا چاہیئے تھا لیکن ہمارے علماء نے نہ جانے کیوں ایسے ٹھوس علمی کام کی طرف توجہ نہ دی جس سے اعلیٰ حضرت کے علمی اور اجتماعی کارنامے منظر عام پر آ کر بہت سے لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہو سکتے تھے۔ نہ صرف یہ کہ کتابوں کا معیار علمی اور تحقیقی ہے بلکہ

طباعت وغیرہ بھی عمدہ ہے اور سب سے بڑھ کر قابل قدر پہلو مصنف کی پُرخلوص محنت اور مرکزی مجلس رضا کا عزم تبلیغ ہے جس کی بنا پر ایسی قیمتی اور مفید کتابیں عام وخاص کے ہاتھوں تک پہنچ رہی ہیں۔ میں آپ کی مجلس کی باقی ماندہ تصانیف کا منتظر رہوں گا۔

والسلام

آپ کا مخلص ــ رحیم بخش شاہین

(۴)

پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش، شاہ عبداللطیف گورنمنٹ کالج، میرپور خاص (سندھ)

کتاب کے عنوان سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے اندر مولانا احمد رضا خاں صاحب کی شان میں علمائے حجاز کی آرا نقل کر دی گئی ہوں گی لیکن یہ کام کچھ ایسا مشکل نہ تھا خصوصاً جب کہ اس سلسلے میں کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ ان کتابوں سے عام قاری کے ذہن پر وہ خاطر خواہ اثر نہیں ہوتا جو پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کی زیر نظر کتاب سے ہوتا ہے کیونکہ اس کتاب میں صرف علمائے حجاز کی آراء کو یکجا نہیں کیا گیا بلکہ اس تاریک پس منظر کو بھی پیش کیا ہے جس میں فاضل بریلوی ابھر کر سامنے آئے۔ مخالفت کی بادِ سموم اور فضائے مسموم کا بھی تجزیہ کیا ہے۔ جس کے طمانچے کھا کھا کر بڑے بڑے شگفتہ گلاب جھلس جاتے ہیں اور حسین غنچے کھلنے سے پہلے ہی مرجھا جاتے ہیں۔ جب تک اس پس منظر کو سامنے نہ لایا جائے اس وقت کے علمائے حجاز کی آراء کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

فاضل بریلوی کے بارے میں علمائے حجاز کی آراء کے تاریخی اور فکری پس منظر کو پیش کر کے فاضل مؤلف نے وقت کے اہم تقاضے کو پورا کیا اور اس کے ساتھ ہی فاضل بریلوی کی سوانح پیش کر کے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

فاضل بریلوی کی گراں قدر خدمات کا جو بوجھ ساری ملت اسلامیہ کے گردن پہ ہے۔ اس سے ملت سبکدوش تو نہیں ہو سکتی لیکن یہ بڑی احسان فراموشی تھی کہ اسے اب تک شایانِ شان خراج تحسین پیش نہیں کیا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ شخصیت فضلاء و محققین کی نظروں سے اوجھل رہی۔ ہماری خوش نصیبی ہے کہ مفتی اعظم ہندوستان حضرت مولانا شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کے نور نظر حضرت مولانا محمد مسعود احمد صاحب کے حقائق نگار قلم سے مالک لوح و قلم نے اس کا آغاز کرا دیا ہے۔

ہماری آج تک کی ساری غفلتوں کا یہ کفارہ تو نہیں ہو سکتا پھر بھی یہ کیا کم ہے کہ حرص و آز کے اس خود غرض تاریک دور میں جب کہ فاضل بریلوی کے مسلک کے اکثر علماء اور اکابرین کوئی دینی کام بغیر دنیوی منفعت کے نہیں کرتے، مادی اغراض نے ان کے قلم کو ناکارہ بنا دیا ہے۔ ان کو ذرہ برابر احساس نہیں کہ اس سے آگے بھی ان کی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ ان میں سے بعض کو تو رب تعالیٰ نے بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے اور دنیوی حیثیت سے بھی بہت کچھ دیا ہے لیکن افسوس اس کے باوجود کچھ لیے بغیر کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ اس دنیا طلبی کا نتیجہ ظاہر ہے۔ کھوٹے سکے بازار میں خوب چل رہے ہیں اور کھرے کھوٹے کی کوئی تمیز ہی نہ رہی۔ تمیز ہو تو جب ہو کہ کھرا مال بازار میں آئے۔ طالب کی طلب کتنی ہی صادق کیوں نہ ہو لیکن بازار میں اسے کھوٹا ہی مال ملے گا۔ اس قدر جھوٹ بولا گیا ہے کہ اب جھوٹ ہی کو سچ سمجھا جانے لگا ہے۔

خدا کرے تن پروری اور تن آسانی کے اس دور اور اس خود غرض ماحول میں پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کی یہ خالص علمی تحقیق جس نے کھرا کھوٹا الگ کر دکھایا ہے علمائے اہل سنت کے لئے "تازیانۂ غیبی" ثابت ہو اور علمائے حق میدانِ تحقیق میں نئی آب و تاب کے ساتھ قلم کی جولانیاں دکھائیں۔ آمین! بلاشبہ فاضل مؤلف کی یہ تصنیف شاہراہ تحقیق و تدقیق کا سنگ میل بھی ہے اور منزل حق کے متلاشی قافلوں

کے لئے مینارۂ نور بھی ——————— اس کے ساتھ ساتھ رہبران دینِ حق کے لئے دعوت تحقیق و تدقیق بھی ؎

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے

مرکزی مجلس رضا لاہور قابل صد مبارکباد ہے کہ اس نے ایسی علمی و تحقیقی کتاب شایان شان طریقے سے پیش کی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزا، آمین!

اخقر فیاض احمد خاں کاوش

۲ر مئی ۱۹۷۴ء

میرپور خاص (سندھ)

——————— (۵) ———————

جناب عبدالمجید جامی معاون پروگرام آفیسر سکریٹریٹ اقوام متحدہ بنکاک تھائی لینڈ

بنکاک
۱۵ر اپریل ۱۹۷۴ء

جناب محترم حکیم صاحب مدظلہٗ

السلام علیکم!

میں نے آپ سے پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کی تازہ تصنیف کے لئے بھی گزارش کی تھی، جس کا عنوان ہے "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں"۔ الحمدللہ یہ مفید اور پر از معلومات کتاب مجھ تک پہنچ گئی ہے اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ ہوا ہوں اور پروفیسر صاحب کی محنت کی داد دیتا ہوں۔ کتاب مرکزی مجلس رضا کی جانب سے بحری ڈاک میں موصول ہوئی ہے ۔ اراکین مجلس کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

والسلام مع الاحترام
طالب دعا عبدالمجید

(۶)

جناب محمد الیاس صاحب۔ چیشائر (CHESHIRE) انگلینڈ

ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود صاحب مدظلہ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے متعلق جو دو کتابیں (فاضل بریلوی اور ترک موالات اور فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں) لکھی ہیں، وہ میں نے بار بار پڑھیں اور ہر بار ایک نیا لطف آیا اور بار بار پڑھنے پر بھی طبیعت سیر نہیں ہوئی، پھر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر اب تک جو کام کیا ہے وہ لائقِ صد تحسین ہے اور جو کام وہ کر رہے ہیں یا آئندہ کریں گے، اس کی قدر ہمارے دلوں میں ہوگی۔ ڈاکٹر صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ جو کام آج سے نصف صدی پہلے پایۂ تکمیل کو پہنچ جانا چاہئے تھا وہ اب ان کے ہاتھوں تکمیل کے مراحل طے کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب اور اراکین مرکزی مجلس رضا لاہور کو اس عظیم الشان کارنامہ کا اجرِ جزیل عطا کرے اور آئندہ بھی بیش از بیش خدمات سرانجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔!

والسلام
محمد الیاس

۱۸-۳-۷۴ء

(۷)

ہل یونیورسٹی۔ انگلینڈ ——— پروفیسر عزیز اللہ

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی تصانیف، کمالاتِ علیہ اور خدمات دینیہ پر تحقیقات کی حوصلہ افزائی فرمانا اور اس سے عوام و خواص کو صحیح طور پر تعارف کرانا، صرف اہل سنت و جماعت کی خدمت کرنا ہی نہیں بلکہ اصل میں آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیئے ہوئے صحیح دین کی اشاعت کرنا اور اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کی صحیح نمائندگی کرنا ہے۔ اعلیٰحضرت کے متعلق جب بھی کوئی کتاب شائع کریں تو بندہ کو ضرور یاد رکھئے گا ممنون ہوں گا۔ والسلام

احقر، عزیز اللہ

مجلّات

(۱)

ماہنامہ فیض رضا (لائل پور) : شمارہ دسمبر ۱۹۷۳ء، ص ۲۱ و ۲۲

فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں پڑھنے کے بعد ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے بارے میں یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے بارے میں پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کر کے حقائق کو وا شگاف کرنے کا علمی اور ملّی فریضہ کما حقہٗ پورا کر دیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے میں عوام ہی نہیں بلکہ مشاہیر کا نام بھی شامل ہے۔ اس سلسلے میں مولانا حکیم عبدالحئی لکھنوی، مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی، رئیس احمد ندوی، شیخ محمد اکرام مولوی حسین احمد مدنی وغیرہم خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ فاضل مصنف نے ان مخالفین کے تمام اعتراضات اور ان کی طرف سے پھیلائی جانے والی تمام غلط فہمیوں کا اعلیٰ حضرت ہی کی تصانیف سے جواب دینے اور ازالہ کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے۔

فاضل مؤلف نے کتاب زیر نظر میں "تجلیات حرمین" کے زیر عنوان مکۃ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے جلیل القدر علمائے کرام کی اعلیٰ حضرت کے بارے میں آراء مبارکہ درج فرمائی ہیں ——— فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" ——— حجاز مقدس کے علماء کی نظر میں اعلیٰ حضرت کی جو قدر و منزلت ہے اس کا اظہار ہے علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت کی تصانیف مبارکہ ——— "الدولۃ المکیہ"

"حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین"، "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" پر علمائے عرب و عجم کی جو قیمتی اور ایمان افروز تقاریظ ہیں وہ بھی درج کی گئی ہیں۔ ان تقاریظ کو پڑھنے کے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت مکمل طور پر سامنے آجاتی ہے۔

فاضل مصنف نے جس محنت و کاوش کے ساتھ اپنی تحقیق کو سلجھے ہوئے انداز سے پیش کیا ہے وہ لائق ستائش ہے۔ اس سے پہلے پروفیسر صاحب "فاضل بریلوی اور ترک موالات" لکھ کر حلقۂ علماء و فضلاء سے داد و تحسین وصول کر چکے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ پروفیسر صاحب کی یہ تالیف بھی بنظر استحسان دیکھی جائے گی اور علمی و ادبی حلقوں میں پذیرائی حاصل کرے گی۔

(۲)

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ (گوجرانوالہ) شمارہ دسمبر ۱۹۷۳ء، ص ۲۱

زیر نظر کتاب کا موضوع اس کے نام ہی سے ظاہر ہے اور نفس موضوع کے لحاظ سے فاضل مصنف نے اعلیٰ حضرت مجدد ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منصب مجددیت، بلند پایہ علمی مقام و شان فقاہت کے متعلق علماء حجاز کے تاثرات و ارشادات کو تین ابواب میں دل نشیں انداز میں قلم بند فرمایا ہے اور ان معرکۃ الآرا مسائل پر روشنی ڈالی ہے جن پر علمائے حجاز نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

اور مزید برآں اعلیٰ حضرت کی حیات مبارک، علوم کثیرہ میں آپ کی مہارت اور آپ کے خلاف معاندین کے غلط پراپیگنڈا پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے اور اس قدر علمی و تاریخی مواد کے باوجود کتاب کا ہدیہ صرف دعائے خیر بحق معاونین مرکزی مجلس رضا ہے۔

(۳)

ماہنامہ انوار الصوفیہ (قصور) شمارہ دسمبر ۱۹۷۳ء، ص ۳۲

زیرِ نظر کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اس بات کا آئینہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و عملی اور نظری و فکری فضیلت و برتری کا سورج نہ صرف ہند و پاک کو اپنی نورانی شعاعوں سے روشن کر رہا ہے بلکہ ان شعلوں نے اہل عرب اور اہل حجاز کو علمی اور نظری و فکری لحاظ سے مستنیر کیا ہے۔ وہاں کے اکابر و فضلا نے آپ کی تصنیفات و تالیفات اور آپ کی تحقیق اور تدقیق سے متاثر ہو کر آپ کی مدح نہایت پاکیزہ الفاظ میں کی ہے۔ مثلاً شیخ اسمٰعیل علیہ الرحمہ (حافظ کتب الحرم مکہ معظمہ) نے آپ کے حق میں لکھا ہے:۔

"میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدّد ہے تو بے شک حق و صحیح ہے"

اسی طرح حرمین الشریفین کے متعدد علماء کی شہادتیں اور مدائح اس کتاب میں مرقوم ہیں۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت کی زندگی کے کئی دیگر پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، کتاب بہت مفید اور دلچسپ ہے۔

(۴)

ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور) شمارہ جنوری ۱۹۷۴ء، ص ۹۵

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دینی مشن اور آپ کی ذات گرامی کے سلسلے میں جو کام شروع کر رکھا ہے یہ کتاب اس کی ایک خوبصورت کڑی ہے۔ پروفیسر صاحب نے اس میں اعلیٰ حضرت کی زندگی کے حالات درج کرنے اور ان اعتراضات کا رد کرنے کے علاوہ جو عام طور پر کیے جاتے رہے ہیں، علماء حجاز کی وہ آراء جمع

کردی ہیں جو آپ کے دینی رسائل پر تقاریظ اور تبصروں کی صورت میں شائع ہوتی رہی ہیں اور یوں یہ کتاب اس بہترین حیثیت کی حامل بن گئی ہے کہ اس کے مطالعے سے اعلیٰ حضرت کے مسلک و مقام اور ذات کے بارے میں قریب قریب تمام پہلو نمایاں ہو جاتے ہیں۔

(۵)

ماہنامہ "ترجمانِ اہلِ سنّت" (کراچی) شمارہ جنوری ۱۹۷۴ء، ص ۴۳، ۴۴،

مرکزی مجلس رضا لاہور نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم تجدیدی کارناموں سے امتِ مسلمہ کو متعارف کرانے کا جو قابلِ قدر سلسلہ شروع کیا ہوا ہے "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" اس سلسلے کی ایک حسین اور مثمین کڑی ہے۔ مرکزی مجلس رضا کے فاضل اور باسلیقہ اراکین نے نشر و اشاعت کے میدان میں جو اعلیٰ معیار قائم کیا ہے اور جس میں وہ مسلسل ترقی کی راہوں پر گامزن ہیں اس پر انہیں جس قدر مبارک باد بھی پیش کی جائے وہ کم ہے۔ اعلیٰ حضرت کے کلام پیش کرنے میں جدت کے عنصر پر بزرگوں کا چیں بر جبیں ہونا کوئی نئی بات نہیں۔ نوجوان فضلاء کو غیر ضروری مباحث میں مصروف ہونے کے بجائے اپنی پرخلوص کوششیں آگے بڑھاتے رہنا چاہئیں۔

جہاں تک کتاب کا تعلق ہے اس کی بنیاد اعلیٰ حضرت کی مندرجہ ذیل کتب ہیں:۔

۱۔ الاجازات المتینه لعلماء بکة والمدینه

۲۔ الفیوضات المکیه لمحب الدولة المکیّه

۳۔ حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین

۴۔ کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم

ان کتابوں پر علماء مکہ و مدینہ (زادهما اللہ شرفا) نے جو تقریظات ثبت فرمائیں اور فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو عظیم خطابات سے نوازتے ہوئے جو خراج عقیدت پیش کیا ہے اگر اسے تعصب سے بالاتر ہو کر پڑھا جائے تو فاضل بریلوی کا حقیقی مقام دل میں اتر سکتا ہے

فاضل مؤلف نے اعلیٰ حضرت کے بارے میں علماء حجاز کے خیالات کے تراجم پیش کئے، ملاقاتیں ذکر کی ہیں، بدعقیدہ لوگوں نے اعلیٰ حضرت کے خلاف جو مکر و فریب کیا اس میں ان کی ناکامی کا حال بیان کیا ہے۔ مستزاد یہ کہ مستند حوالہ جات سے اعلیٰ حضرت کی زندگی کے اہم گوشوں کو پہلی مرتبہ ناظرین کے سامنے پیش کیا ہے۔ دل تو چاہتا ہے کہ کتاب کی ایک ایک سطر پر تبصرہ لکھوں مگر اس طرح خطرہ ہے کہ وہ تبصرہ شرح میں تبدیل ہو جائے گا۔ اس لئے نہایت اختصار کے ساتھ اتنا عرض کر سکتا ہوں مذکورہ کتاب فن سوانح نگاری کے اعتبار سے اعلیٰ حضرت کی حیات طیبہ پر پہلی کتاب ہے سینکڑوں مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتب و مجلات کے مستند حوالہ جات سے مرصّع یہ عظیم کتاب اہل سنت و جماعت کے لئے ایک نادر تحفہ ہے، خدا مصنف کو تمام اہلسنت کی طرف سے اجر جزیل عطا فرمائے اور انہیں عمر خضر عطا فرمائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے امت مسلمہ کے لئے اتنے ہیرے جواہرات میراث میں چھوڑے ہیں جن کی ترصیع و تزئین کے لئے رجال کار ڈھونڈے سے نہیں ملتے اِلّا ماشاء اللہ۔ بہرحال اب اچھی ریت پڑ چکی ہے اور نوجوان فضلاء اپنے اسلاف کی عظمتوں کے سکے ثبت کرنے میں کامیاب ہوتے جا رہے ہیں۔

آخر میں اہل سنت کے مخیر حضرات سے استدعا کروں گا کہ اس کتاب کو مختلف زبانوں میں شائع کر کے دنیا بھر میں عام کر دیں۔

نوٹ: ترجمان اہلسنت کے اعلیٰ حضرت نمبر (مارچ ۱۹۷۶ء) کے صفحہ ۸۰ پر بھی اس تبصرے کے بعض حصے نقل کئے ہیں۔ ظہور

(۶)

ماہنامہ فیض الاسلام (راولپنڈی) شمارہ فروری ۱۹۷۴ء ص ۴۴

یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے بارے میں ہے، یہ کتاب اپنے گوناگوں مضامین اور تحقیقی مقالوں کی وجہ سے مولانا احمد رضا

خاں بریلوی کے بارے میں معلومات کا ایک خزانہ ہے۔ اس میں مولانا کی سوانح حیات میں ان کی تصانیف پر ہلکی سی روشنی ڈالی گئی ہے۔ علمائے حجاز کے خطوط اور ان تحریروں سے وہ اقتباسات ہیں جن میں مولانا موصوف کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ اور ان کی علمی اور دینی خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے۔ خود مولانا کی تحریروں کے اقتباسات ہیں جن میں انہوں نے زیارت حرمین کے دوران اپنے جذبات قلبی کا اظہار کیا ہے۔ اس مسلک سے تعلق رکھنے والے اصحاب کے لئے یہ کتاب بھی خصہ صیت سے قابل مطالعہ ہے۔

(۷)

ماہنامہ الحسن (پشاور) شمارہ دسمبر ۱۹۷۴ء

مسعود ملت، فاضل جلیل مولانا محمد مسعود احمد صاحب (ایم۔اے، پی۔ ایچ۔ ڈی) ہندوستان کے مشہور عالم و فقیہہ صاحب فتاوی مسعودی حضرت مولانا مفتی شاہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور صاحب فتاویٰ مظہری حضرت مولانا مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ رحمتہ اللہ علیہ خطیب شاہی جامع مسجد فتحپوری دہلی کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ کی کتاب "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" علمی اور تحقیقی نقطۂ نظر سے حضرت مولانا مفتی محمد احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اور فضائل و مناقب پر پہلی عالمانہ اور فاضلانہ تصنیف ہے۔

مؤلف محترم قبل ازیں "فاضل بریلوی اور ترک موالات" اور دیگر بلند پایہ علمی، ادبی اور تحقیقی کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں۔ آپ ایک کہنہ مشق ادیب اور بیباک محقق ہیں۔ محققانہ انداز بیان آپ کا طرۂ امتیاز ہے جس سے آپ علماء میں ممتاز نظر آتے ہیں۔

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے اپنی کتاب میں اس جلیل القدر ہستی کا مختصر تعارف کرایا ہے۔ ابتداء میں سخن ہائے گفتنی کے عنوان سے ان بعض غلط فہمیوں کا ازالہ کیا ہے جو فاضل بریلوی کے متعلق عوام و خواص میں پیدا کر دی گئی

ہیں ـــــ پھر فاضل بریلوی کی جامع و مستند سوانح حیات پیش کی ہے جس سے ان کی سیرت کے حقیقی خدوخال سامنے آجاتے ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے ـــــ اس کے بعد علمائے عرب کی تقاریظ سے اقتباسات پیش کرتے ہوئے علمائے حجاز کی نظر میں فاضل بریلوی کے مقام و مرتبے کا نظارہ کرایا ہے جو واقعی قابل دید ہے اور آخر میں استدراک کے عنوان سے ان غلط بیانیوں کی تحقیق کی ہے جو علمائے حجاز پر فاضل بریلوی کے تاثر کو زائل کرنے کے لئے شائع کی گئی تھیں۔ اس تحقیق میں فاضل مؤلف کے پیش نظر کسی کی تنقیص نہیں یہ الگ بات ہے کہ جب حقائق سامنے آتے ہیں تو باطل کا پردہ چاک ہونے لگتا ہے۔ یہ بات یقیناً ان لوگوں کے لئے تکلیف دہ ہوگی جنہوں نے شکوک و شبہات پیدا کرکے عوام و خواص کو فاضل بریلوی سے بدظن کیا ہے ـــــ مجموعی طور پر یہ کتاب فاضل مؤلف کی بالغ نظری و وسعت علمی اور عالمانہ بصیرت کی دلیل ہے اور ایک علمی و تحقیقی یادگار ہے جو رہتی دنیا تک فاضل بریلوی کی یاد دلاتی رہے گی۔

فاضل مؤلف نے یہ کتاب لکھ کر عام مسلمانوں خصوصاً اہل سنّت وجماعت پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ ان شاء اللہ یہ کتاب حق پسند قلوب کے لئے تریاق و اکسیر ثابت ہوگی۔ مخالفین کو بھی ممنون ہونا چاہیئے کہ فاضل مؤلف نے ان کی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کرکے بدگمانی اور بدخواہی کے گناہ کبیرہ سے نجات بخشی۔ یہ کتاب معتقدین سے زیادہ مخالفین کے لئے قابل مطالعہ ہے۔ امید ہے کہ موافق و مخالف طبقوں میں اس کتاب کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے گا، فراخ دلی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے گا اور حقائق کے اعتراف میں دریغ نہ کیا جائے گا۔ اراکین مجلس رضا قابل صد مبارک باد ہیں کہ وہ ایسی تحقیقی کتابیں محض رضائے الٰہی کے لئے شائع کر رہے ہیں اور مفت عنایت فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالٰی ان کو اور فاضل مؤلف کو اجر جزیل عطا فرمائے آمین !

درجات بلند فرمائے اور بطفیل حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بیش از بیش کامیابیاں عطا فرمائے۔ آمین !

نوٹ : یہ تبصرہ ذرا مفصل ہے، فاضل تبصرہ نگار جناب تاج محمد صدیقی القادری نے اس کا خلاصہ پشاور سے ارسال فرمایا تھا جو شامل اشاعت کر دیا گیا تفصیلات ماہنامہ الحسن (پشاور) میں ملاحظہ فرمائیں۔ ظہور

اخبارات

(۱)

ہفت روزہ الہام (بہاول پور) شمارہ ۳۰ ، اکتوبر ۱۹۷۳ء ، ص ۵ ، ک ا تا ۴

فاضل مؤلف نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی علمی شخصیت کو بڑے مؤثر انداز میں اجاگر کیا ہے ۔ انہوں نے زیر تبصرہ کتاب میں صرف وہ واقعات ہی نقل نہیں کر دیئے ہیں جن سے علمائے حجاز کی نظر میں اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کی قدر و منزلت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے بلکہ مخالفین کے اس پروپیگنڈے کی علمائے حجاز کی تحریروں سے قلعی کھول کر رکھ دی ہے کہ اعلیٰ حضرت کو حجاز میں کوئی علمی مقام حاصل نہیں ہو سکا ۔ کتاب از اول تا آخر تحقیق و تدقیق کی آئینہ دار ہے ۔ مرکزی مجلس رضا لاہور مبارکباد کی مستحق ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ان علمی کارناموں کو منصۂ شہود پر لا رہی ہے جن سے علمی حلقے اب تک متعارف نہیں تھے ۔ زیر نظر تالیف اس سلسلے کی ساتویں کتاب ہے اور یہ بات اراکین مجلس رضا کے حق میں وجہ افتخار ہے کہ وہ اپنی تمام مطبوعات اہل علم کو مفت پیش کرتے ہیں ۔

نوٹ : یہ تبصرہ اخبار کے چار کالموں پر پھیلا ہوا ہے ، ہم نے یہاں صرف چوتھے کالم کا اقتباس پیش کیا ہے ۔ تفصیلات اخبار مذکور میں مطالعہ فرمائیں ۔

ظہور

(۲)

ہفت روزہ تاجر (کراچی) شمارہ ۲۲ جنوری ۱۹۷۴ء، ص ۴، ک ۱ تا ۴

مجموعی طور پر "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" ایک علمی خزانہ ہے اور فاضل مصنف کی نجات کے لئے یہی ایک تصنیف کافی ہے۔ اسی طرح معاونین مجلس رضا قابل مبارک باد ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کو شائع کر کے عامۃ المسلمین کو ایک گم شدہ بے بہا خزانہ فراہم کیا ہے جس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس دور میں جو کہ الحاد و بے دینی کا دور ہے ایسی کتابوں کو پڑھا لکھا طبقہ نوجوان سے زیادہ عزیز سمجھ کر اس خزانے کی حفاظت کر سکتا ہے، لیکن نئی پود ان کتابوں کی متحمل نہیں ہو سکتی اس کے لئے اگر معاونین مجلس رضا چاہیں اور فاضل مصنف اس کی اجازت دیں تو اس کتاب کو علیحدہ علیحدہ باب کی مناسبت سے چھوٹی چھوٹی کتابوں کی صورت میں شائع کرا کر زیادہ سے زیادہ شمع اسلام کے پروانوں تک ان کتابوں کو پہنچایا جا سکتا ہے۔

(۳)

ہفت روزہ اشاعت روزنامہ امروز (لاہور) شمارہ ۱۰ فروری ۱۹۷۴ء، ص ۲، ک ۸

فاضل بریلوی سے مراد "امام اہل سنت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں قادری" ہیں جن سے کہ بریلوی مسلک خیال منسوب ہے، فاضل مصنف کو یہ شکایت ہے کہ مخالفین نے تحریر و تقریر کے ذریعہ فاضل بریلوی کی شخصیت کو ایسا مسخ کر کے پیش کیا ہے کہ سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرتے جھجکنے لگا۔ چنانچہ اس کتاب میں ان کی شخصیت کے حقیقی خد و خال دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور خود ان کی تصنیفات سے ان کے افکار و خیالات پیش کئے گئے ہیں۔

پروفیسر مسعود کے نزدیک فاضل بریلوی کے متعلق عوام و خواص میں کچھ اس طرح کی غلط فہمیاں مروج ہیں یعنی وہ بہت سخت گیر تھے، مسلمانوں کی تکفیر و تفسیق میں بہت بیباک تھے، محرمات و منکرات کی مسلمانوں میں ترویج کرتے تھے اور رسولِ اکرم

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذات باری کے مساوی سمجھتے تھے، مصنف نے ان سب غلط فہمیوں کا تجزیہ کر کے بتایا ہے کہ وہ صحیح نہیں اور فاضل بریلوی کے اقوال کو ان کے صحیح سیاق و سباق سے الگ کر کے پیش کیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر وہ شاہ اسمٰعیل شہید کی بعض عبارتوں پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ " علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے " اور یہ کہ " ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (یعنی کافر کہنے) سے کف لسان (یعنی زبان روکنا) خود مختار و مناسب ہے "۔ اسی طرح انہوں نے عرس و میت وغیرہ کے لئے کھانا پکانے کی بلا شرط اجازت نہیں دی۔

کتاب کا ایک باب فاضل بریلوی کی سوانح حیات پر ہے اس میں آپ کے خلفاء اور شاگردوں کے بھی نام دیئے گئے ہیں۔ آپ کی پچاس مختلف علوم و فنون پر کوئی ایک ہزار کے قریب تصنیفات ہیں۔

آخر کتاب میں آپ کے بارے میں علماء حجاز کی آراء درج ہیں اور پھر اس زمانے میں ان میں اور علمائے دیوبند کے درمیان بعض مسائل کے بارے میں جو بحثیں ہوئیں ان پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

(۴)

ہفت روزہ نوائے ملت (مردان) شمارہ ۱۶ فروری ۱۹۷۴ء، ص ۳، ک ۱ و ۲

مؤلف نے بڑی عرق ریزی سے علمائے حجاز کے افکار و آراء جمع کر کے اس کتاب میں حسن ترتیب کے ساتھ پیش کئے ہیں جن میں فاضل بریلوی حضرت مولانا احمد رضا خاں کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے اور ان کے فضائل و کمالات کا تہہ دل سے اعتراف کیا گیا ہے۔

اس کتاب کے مؤلف جناب محمد مسعود احمد ملک کی جانی پہچانی ایک علمی اور ادبی شخصیت ہیں اور اس سے پہلے انہوں نے " فاضل بریلوی اور ترک موالات " کے نام سے ایک

پُر مغز مقالہ قلم بند کر کے کتابی صورت میں شائع کیا تھا۔ وہ ایک محقق اور کامیاب مؤلف ہیں اور فاضل بریلوی کے حلقۂ عقیدت کی نظروں میں ان کی تالیفی سرگرمیاں یقیناً مشکور ہیں۔

(۵)

روزنامہ نوائے وقت (لاہور) شمارہ ۱۴ مارچ ۱۹۷۴ء، ص ۴، ک ۷، ۸

مرکزی مجلس رضا لاہور حضرت فاضل بریلوی کی تعلیمات کی نشر و اشاعت کو جس موثر ذریعے سے سرانجام دے رہی ہے، بلاشبہ یہ اراکین مجلس کا جذب و عشق ہے۔ انہوں نے حضرت کے مشن کو عام کرنے میں جتنا کام کیا ہے اس کا اندازہ ان کتب کی اشاعت اور مفت تقسیم سے ہو جاتا ہے جو پاکستان کے علاوہ بے شمار مسلم ممالک میں ہوتی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں پروفیسر مسعود صاحب نے نہ صرف حضرت کے بارے میں علمائے اجلا کی آراء کو نقل کیا ہے بلکہ ان عقائد اور اوہام کے بارے میں بھی حضرت کی رائے کو پیش کیا ہے جن سے سواد اعظم کا ایک بڑا طبقہ متاثر ہوتا ہے یا عام مسلمان جن (اوہام) میں ملوث ہوتے ہیں۔ اس طرح مسائل و عقائد کے ردّ اور اثبات کے کئی پہلو سامنے آجاتے ہیں۔ حضرت فاضل بریلوی کا تعلق جس دَور سے تھا ان دنوں مناظرانہ رنگ عام ہو چکا تھا لہٰذا کتاب کو اسی پس منظر میں پڑھنا چاہیئے تاکہ اس کی افادیت بیکرّ ی کلام نہ رہ جائے۔

تاثرات

مجاہدِ ملت، ضیغمِ اسلام مولانا عبد الستار خان نیازی مُدّظلّہُ العالی

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی معرکۃ الآرا تالیف "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" کا میں نے جستہ جستہ مطالعہ کیا ہے۔ بلا مبالغہ اہل سنت کے لٹریچر میں یہ ایک قابل قدر اضافہ ہے۔

اعلیٰحضرت مجدّدِ مأتہ حاضرہ متکلم اسلام مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی خدمات اور آپ کے تاریخی کردار کے متعلق جدید روشنی کے علما نے نہ صرف غلط فہمیوں کے دبیز پردے حائل کر رکھے تھے بلکہ یہ تاثر پھیلا دیا تھا کہ آپ قدامت پرست، تفرقہ باز، شدید المزاج عالمِ دین تھے جو ہر وقت تکفیر کا لٹھ گھما کر اپنے مخالفین کو ذلیل و رسوا کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے اور عہدِ حاضر کے تقاضوں سے قطعاً ناواقف اور نابلد تھے۔ پروفیسر صاحب نے ان تمام تعصبات کو حقائق کی قوت کے ساتھ ختم کر دیا ہے۔

جمعیت علمائے پاکستان، مرکزی مجلس رضا لاہور اور جماعتِ اہل سنت کی مجاہدانہ سرگرمیوں نے مخالفین کی پھیلائی ہوئی وسوسہ اندازیوں کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا ہے اور قدیم و جدید روشنی کے علماء کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ؏

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

حتیٰ کہ اعلیٰحضرت سے شدید اختلاف رکھنے والے حضرات کو آپ کے علم و فضل، غیرتِ ایمانی اور سیاسی تدبّر کا اقرار کرنا پڑا ہے اور یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ آپ قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ، علم کلام، تصوف اور سیاسیاتِ ملکی میں فضل و کمال اور مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔

منصبِ نبوت (OFFICE OF THE PROPHET) اختیار و اقتدارِ نبوت (AUTHORITY OF THE PROPHET)

اور سلطنت نبوت (JURISDICTION OF THE PROPHET) کو اعلیٰحضرت نے جس محققانہ انداز میں بیان کیا ہے اس سے عقل ناقص کے تمام معیار اور زمان ومکان کی تمام وسعتیں تنگ دامانی کا اقرار کرنے پر مجبور ہیں۔ قادیانیت، بہائیت اور اشتراکیت کے فتنوں کا سدِباب بھی اس طرح ہو سکتا ہے کہ "لِلعالمین نذیرا" کی حکمت کو محسوس کرتے ہوئے "امکان نظیر" کے تصور کو تہس نہس کر کے ختمیت احکام رسالت کو قطعیت فرامینِ کتاب (قرآن) کے بعد آئینِ قانونِ شریعت کا اہم اور مثبت بنیادی اصول تسلیم کر لیا جائے اگر روزِ اوّل سے اس عقیدے پر ساری ملت کا غیرت مندانہ اتحاد ہوتا اور تمام فرقے سوادِ اعظم کی قیادت کو تسلیم کرتے ہوئے ناموس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مؤثر اقدامات کرتے تو یہ تمام فرقے اپنی موت آپ مر جاتے۔ آئندہ بھی اگر ملک وملت کے تحفظ کا کوئی مضبوط و مستحکم سامان فراہم ہو سکتا ہے تو صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم عشقِ رسالت مآب میں سرشار ہو کر علامہ اقبال کی ہمنوائی میں یہ نعرہ بلند کریں ؎

من بندہ آزادم عشق است امام من عشق است امام من عقل است غلام من

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے جہاں مخالفین کے اعتراضات کا معقول جواب دیا ہے۔ وہاں مثبت طور پر بیان کیا ہے کہ اعلیٰحضرت ایک نہایت ہی بالغ نظر، متوازن الفکر اور معتدل المزاج مفکر اسلام تھے جنہوں نے علم وکمالات نبوت کو توحید ربانی کا عکس قرار دیا۔ علم غیب پر ایسے محتاط انداز میں لب کشائی کی کہ مخالفین ایک دفعہ تو دم بخود ہو کر رہ گئے اور خود ساختہ الزامات کی بیہودگی اور نامعقولیت ان کے سامنے الم نشرح ہو گئی۔ پھر علماء حجاز کے مفصل بیانات فتاویٰ اور اعلیٰحضرت سے بیعت کے تذکرہ نے ثابت کر دیا کہ اجماع امت کس طرف ہے اور کون حق وصداقت کا علمبردار ہے بلاشبہ یہ مرتبہ اعلیٰحضرت کے فکر کو حاصل ہے۔

ہم پروفیسر صاحب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اعلیٰحضرت کو اہل علم کے سامنے پوری شان ودبدبہ کے ساتھ روشناس کرایا میری دعا ہے کہ پروفیسر صاحب کی مساعی عنداللہ مقبول اور عندالناس مشکور ہوں اور انہیں اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق عطا ہو۔

۲-۱۰-۴ ۱۹۷۶ء

Professor Dr. Muhammad Masood Ahmad is a well-known prolitic writer who created his position by virtue of intuition inharitance and nature. He has trained himself in the art of writing and producing original works of research. By proper application and industry in research has developed a style of his own. naturally coupled with his independent thinking based upon research material.

The book under review "FAZIL BARELVI ULEMA-E-HIJAZ KI NAZAR MAIN" is unique in the history of literature on Ahmad Reza Khan of Bareily, the great mystic and scholar of Indo-Pak sub-continent of the Muslim World. He is known as IMAM-E-EHL-E-SUNNAT. In this book Prof. Masood Ahmed has tried successfully to dispel the various doubts created by the opponents of Maulana Ahmed Reza Khan. Thus the confusion created regarding his personality was dispelled by the eccellent presentation of the matter.

The book has been divided into three chapters dealing with the different aspects of the subject. The first Chapter deals with the early life of Maulana Ahmed Reza Khan Bareilvi and his intellectual atainments at the tender age of thirteen. It is stated therein that he was not expert in 54 subjects and wrote about a thousand books on different topics. The second Chapter relates to the opinions of various learned scholars and spiritual leaders of Arabia relating to the person and the works of Maulana Ahmed Reza Khan which spread from page 91 to 166. The third Chapter is of basic importance, dealing with the opinions of learned scholars of Arabia regarding the three fundamental works of Maulana Ahmed Reza Khan (May Allah blsss him), (1) Al-daulat-ul-Makia-bil-mada-til-ghaibiah, (2) Hussamul haramain-ala-minhar-il-kufree-wal-mayn, and (3) Kiflul-fiqih-ul-fahim-fi-ahkaam qirtasud-daraahim. The chapter under diseussion also gives the brief history of these compilations as well as the circumstances under which they were compiled.

The last chapter deals with the title "Istidraak". Comprehension and consequent deductions and conclusions derived. Prof. Masood and erudite scholar of repute. very miscroscopically deals with and finally disproves the allegations which Maulana Hausain Ahmed Madni and Maulana Khalil Ahmed Ambehtvi made against Maulana Ahmed Reza Khan in their books "As-shibaab-us-saaqib" a-lul-mustaq-qul-kaazibah" and Al-Muhunaa 'a-la'-Maufu and" respec-

tively. To my mind, the case of these learned Ulema needs to be dealt within its proper his-torical perspectivism. It is stated that Maulana Ahmed Reza Khan deserves a better place in the history of Indo-Pak sub-continent of the Muslim world. The scholars and searchers after truth can be in a position to produce better historical material in the light of the currents, under-currents and psych ysic currents let loose by the Britishers at that time to perpatuate their "divide and rule" policy and play upon the suggestibility of the innocent sentiments of the Muslims to gain their end. Moreso, the role of the majority of Hindu dominent society was a definite hinderance for the Muslims. But inspite of the above facts one aspect of the problem cannot be ignored. Anyone who, even in the heated disputation, writes any thing amounting to derogatory remarks, either by reference or inference, to the personality of the Holy Prophet Muhammad (*Sallahlahu alaihi wa sallam*) needs to be condemned. On no account it can be tolerated by any Muslim worth the name. The allegations, however, need to be verified from their original works to ensure that there had been no interpolation whatsoever.

In the end I congratulate Maulana Professor Masood Ahmed for the huge collection of the material who set the ball moving for further incentive in the direction. May Allah bless us all with a personality in modern times who can bring about the concordance of the various schools oi Muslim thought which may be the harbinger of a new dawn of Happiness and justice and may lead to the revival of Islamic values of life in the establishment of Nizam-i-Mustafa (*Sallallahu alaihi wa sallam*)

Sd/-

Hafiz Professor Dr. Mohammad Adil,
M.A. LL.B; PH.D.,
Secretary General,
Islamic Socialogical Society
No. II-F-17/2, Nazimabad
Karachi-18.
Phone No : 614096

فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں

طبع سوم پر نوائے وقت کا تبصرہ

مولانا محمد احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں وہ علم و فضل کا ماہتاب تھے جس کی روشنی قریب و بعید کو منور کرتی رہی۔ وہ علم و عرفان کا ایک سمندر تھے جس سے متلاشیانِ حق سیر ہوتے رہے۔ ان کے فیوض کا دائرہ برصغیر تک ہی محدود نہیں تھا عرب و عجم کے عظیم علماء و فضلاء نے ان کے علمی کمال اور عارفانہ شعور کی کھلے دل سے شہادت دی۔ فاضل بریلوی کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ بیشتر علوم مروجہ میں بالعموم اور دینی علوم و معارف میں بالخصوص کامل دستگاہ رکھتے تھے، انہوں نے اس تحریک کے دور میں قلمی جہاد کیا جو بدعت گریزی کے نام پر شروع کی گئی لیکن ناپسندیدہ بیباکی اور اس سے بھی آگے گستاخانہ طرزِ عمل کی مظہر بن کر رہ گئی۔ علم کے نام پر جہالت کے فروغ اور اکابرِ اسلام کی تحقیر کے خلاف فاضل بریلوی کا ردِ عمل ایک فطری بات تھی۔ مخالفین اعلیٰحضرت احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل کا مقابلہ تو نہیں کر سکتے تھے انہوں نے تسکینِ انا کی خاطر اعلیٰحضرت کے خلاف طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلا دیں اور ان سے ایسی باتیں منسوب کر دیں جنہیں خود موصوف ناپسند فرماتے تھے اور جن کی انہوں نے اپنی تحریر و تقریر میں ممانعت کی تھی، انہیں قبر پرست حلوہ خور اور حضور نبی کریم کو اللہ تعالیٰ کے برابر درجہ دینے والا اور نہ جانے کیا کیا مشہور کر دیا گیا۔ افسوس ان غلط فہمیوں کے ازالے کی جانب سوادِ اعظم نے کما حقہٗ توجہ نہ دی۔ اسطرح نہ صرف ان کے بارے میں غلط فہمیاں بڑھتی گئیں بلکہ ان سے منسوب بعض ناپسندیدہ باتوں کو صوفیائے کرام کے کم علم معتقدین نے ردِ عمل طور پر اپنا لیا۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی محقق ان غلط فہمیوں کا ازالہ کرتا۔ پروفیسر محمد مسعود اس لحاظ سے خوش قسمت ہیں کہ یہ سعادت انہیں نصیب ہوئی۔ زیر تبصرہ کتاب انہی کی مرتب کردہ ہے۔ کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس مسلک کے عظیم علماء یہاں تک کہ بیت الحرام اور مسجد نبوی کے ائمہ کرام اور مدرسین نے حضرت فاضل بریلوی کے خیالات سن پڑھ کر ان کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ کتاب میں سرزمین حجاز کے ایک درجن سے زائد جید اور مسلمہ علماء کی وہ تحریریں بھی شامل ہیں جو انہوں نے فاضل بریلوی کے علم و فضل اور انکی اصابتِ فکر کے بارے میں بطور آراء پیش کیں۔ کتاب میں اس عظیم شخصیت کے حالاتِ زندگی ان کے علمی و فکری کارناموں کا بھی مختصر ذکر ہے۔ الغرض کتاب معلومات سے بھرپور ہے سوادِ اعظم کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

تبصرہ نگار مسعود جاوید ہمدانی

روزنامہ نوائے وقت لاہور [illegible]

صاحبانِ ذوق و محبت اور اربابِ فکر و نظر

مژدۂ جانفزا

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے

بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور، کراچی۔ پاکستان

حضور ضیاء الامت

رحمۃ اللہ علیہ

پیر محمد کرم شاہ الازہری کی

یادگار تصانیف

تفسیر ضیاء القرآن

جلد ۵

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ

اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

ترجمۃ القرآن جمال القرآن

سیرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب ضیاء النبی

جلد ۷

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے

معمور تصنیف

سنت خیر الانام

فتنہ انکار سنت پر تحقیقی اور تنقیدی کتاب

مقالات

قصیدہ اطیب النغم

خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز

اور دلآویز شرح

مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات شریف

شائع سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل

کے معمولات اور اوراد و وظائف کا مجموعہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

گنج بخش روڈ لاہور 7221953-7220479

فیکس 7238010

۹۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 7225085-7247350

2210212-2212011

2630411

12171